سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
و
یزید
محمود احمد عباسی کی کتاب خلافتِ معاویہؓ و یزید کا جواب
از
مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فاضلِ دیوبند
ٹوبہ ٹیک سنگھ

حسینؓ

اور

یزید

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

اس کتاب ''**حسینؓ اور یزید**'' کے مصنف **مولانا محمد یوسف لدھیانوی** کا تعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تھا۔آپ کے ہم عصر اور ہم نام عالم **مولانا محمد یوسف لدھیانوی** کا تعلق کراچی سے تھا جو کہ مدیر ماہنامہ بینات اور نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھے۔اس کتاب ''حسینؓ و یزید'' پر تبصرہ کرتے ہوئے مدیر بینات مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

حسینؓ اور یزید،مولانا محمد یوسف لدھیانوی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)۔صفحات: ۴۹۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ،غلہ منڈی،ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

حضرت مولف راقم الحروف کے ہم نام و ہم وطن ہیں مگر طبقہ میں متقدم!موصوف کی زیر نظر کتاب محمود احمد عباسی کی کتاب "خلافت معاویہؓ ویزید" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کی تقریب یہ ہوئی کہ عباسی صاحب کے ایک عزیز ٹوبہ میں تھے،عباسی صاحب کی کتاب شائع ہوئی تو اس سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کتاب میں درج شدہ نظریات کی تبلیغ شروع کردی،اس طرح ایک چھوٹے سے شہر میں عباسی افکار گرما گرم بحث کا موضوع بن گئے۔اسی ضرورت کی بناپر جناب مولف کو عباسی صاحب کے خیالات کا تجزیہ کرنا پڑا۔کتاب میں نہایت متانت وسنجیدگی سے عباسی نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی،شعبان۱۴۰۴ھ)

مختصر سوانح حیات حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

شجرہ نسب: محمد یوسف بن ولی محمد بن الٰہی بخش بن جمال دین بن غلام محمد

1925ء کو لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ چھ سال سکول میں زیر تعلیم رہے پھر 12 سال درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔ اس میں 2 سال قیام پاکستان سے پہلے گکھڑ (گوجرانوالہ) میں مولانا سرفراز احمد صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد خاص ہونے کا شرف حاصل ہوا اور قاری طیب صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبیداللہ انور آپ کے ہم سبق ساتھی تھے۔ 1947ء کو ہجرت کر کے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مقیم ہوئے۔

یہاں مدرسہ عربیہ حنفیہ میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳۸۶ھ بمطابق 1966ء کو مدرسہ جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

حسین و یزید کے نام سے ایک کتاب کی تصنیف کی۔

آپ کے 6 بیٹے اور 1 بیٹی ہیں، سب حافظ قرآن ہیں۔ بڑے بیٹے حضرت مولانا قاری حافظ محمد یونس صاحب (قاری سبعہ عشرہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب، فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان) اپنے والد صاحب کی وفات سے مدرسہ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمد یعقوب صاحب کامرس کالج ٹوبہ میں پروفیسر ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمود الحسن مفتی اور سکول ٹیچر ہیں۔

۱۴۰۸/۸/۱۷ھ بمطابق 03-06-1988 بروز جمعۃ المبارک وفات پائی اور قریب ہی گوبند پورہ والے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

طابع وناشر

محمد یوسف لدھیانوی

مطبع

کوآپریٹو کیپیٹل پریس لاہور

تعداد اشاعت

ایک [illegible]

قیمت

چار روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ قدیریہ، ۱۹ - غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور

مکتبہ دینیات ۱۳۲ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مکتبہ مکیہ جامع مسجد سٹریٹ لائل پور

کتب خانہ قاسمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

کتب خانہ حقانیہ گارڈن روڈ پولیس لائن کراچی

کتاب مندرجہ بالا پتوں سے دستیاب
ہو سکتی ہے

فہرس

آغاز

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

دنیا کی آزاد اور باشعور قومیں تجسس و تلاش، ریسرچ اور تحقیق میں یہاں تک پہنچ گئی ہیں کہ انہوں نے چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈال دی ہیں اور وہ دن رات ایسی ایسی ایجادات کر رہی ہیں جنہیں دیکھ کر انسان انگشت بدندان ہیں۔

لیکن ——— ہمارے یہاں تحقیق و جستجو کی صلاحیتوں کا (یا بہ ہمہ ترقی پذیرائی) پورا پورا زور اس بات پر صرف کیا جا رہا ہے کہ واقعہ شہادت کربلا کے بارے میں عوام سخت غلط فہمی کا شکار ہیں اور تاریخ کا اصل واقعہ ہنوز تشنۂ تحقیق ہے۔ تحقیق جدید کی رو سے یزید خلیفۂ عادل ہی۔ اور امیرالمومنین تھا اس کے اتقاء اور پرہیزگاری کا یہ مقام تھا کہ جلیل القدر اولیاء کرام اس کے سامنے دست بستہ تھے

کراچی کے ایک صاحب جناب محمود احمد عباسی مصنف خلافت معاویہ و یزید نے اپنی کتاب میں واقعہ شہادت کربلا کے بارے میں عجیب و غریب باتیں فرمائی ہیں وہ بزعم خود تاریخ کے اتھاہ سمندر میں گہرا غوطہ لگا کر چند ایسے اوراق لے کر نمودار ہوئے ہیں جن پر واقعہ

شہادتِ کربلا کے صحیح احوال و کوائف مرقوم ہیں۔

چلئے۔ لمحہ بھر کے لئے تسلیم کہ آج تک عباسی صاحب ایسا کوئی شناور پیدا نہ ہوا جس نے تاریخ کے بحرِ ذخار میں اس حد تک رسائی حاصل کی ہو۔ لیکن بصد ادب و احترام اتنی بات دریافت کرنے کی جسارت کی جاتی ہے کہ اس غوطہ خوری اور تحقیق جدید سے آخر امتِ مسلمہ کو کیا فائدہ پہنچے گا؟

کیا اس ریسرچ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیں گے؟ اور وہ قیامت خیز منظر جو میدان کربلا میں دیکھا گیا ہے آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا؟ اگر اس تحقیق و جستجو سے نفس واقع میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے تو پھر بتلایا جائے کہ سادہ لوح انسانوں کے سامنے ایسے مسائل پیش کرنے سے فائدہ؟

عصرِ حاضر کا تقاضا تو یہ ہے کہ لوگ اپنی جہالت کی بناء پر دین و مذہب کا دامن چھوڑ کر مادیت کے جدید فلسفۂ حیات پر ایمان لا رہے ہیں۔؛ اسلامی اقدارِ حیات دھیرے دھیرے مٹتی رہی ہیں۔ غنڈہ گردی ــــ اور بدکرداری نے اخلاق و شرافت کی جگہ لے لی ہے انسانوں نے درندوں کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ ایسے ماحول میں کسی ملک کے مصنفوں ادیبوں، خطیبوں، شاعروں اور رہنماؤں کے فرائض اور ذمہ داریوں سے کوئی عقل سے کورا اور فکر و نظر کا اندھا ہی بے خبر اور ناآشنا ہو سکتا ہے ــ؛ ہمارے ملک کے احوال و کوائف کیا ہیں اور ہماری

قوم کو ان دلاں فکر و نظر اور عمل و کردار کے اعتبار سے کس چیز کی ضرورت ہے راقم الحروف کی نگاہ میں محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب کسی بھی حیثیت سے ملکی اور قومی مسائل کا جواب اور حل نہیں ہے بلکہ انہوں نے انتہائی گمراہ کن اور دُور از کار باتیں چھیڑ کر امتِ مسلمہ کی گتھیوں میں مزید الجھاؤ پیدا کر دیے ہیں۔ اور اس گئے گزرے زمانہ میں بھی لوگوں کے اعتقادات کی بنیادیں ہنوز قائم ہیں انہیں منہدم کرنے کی سعی کی ہے اس کتاب کی اشاعت پر یہ بھی ہوا کہ جو عاقبت نااندیش اور کم ظرف لوگ رات دن یہ رٹ لگاتے نہ تھکتے تھے کہ ہر انسان کو مکمل آزادیٔ رائے حاصل ہے وہ جس پر چاہے زبان دراز کر سکتا ہے حتیٰ کہ حضرات صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ایسی مقدس اور محسن شخصیات بھی مستثنیٰ نہیں ہیں تو ان لوگوں کے سامنے جب اسی غلط اصول کے تحت شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی ذات کو ہدف طعن بنایا گیا اور آزادیٔ رائے کے چھاج میں ڈال کر چھلنی کرنے کی سعی کی گئی تو وہ سٹ پٹا گئے اور جہاں اس عنوان پر گرما گرم بحثیں ہوتی تھیں وہاں ایک ندامت آمیز سناٹا چھا گیا۔

جب انسان اعتدال کا دامن چھوڑ کر جذبات ہی کو دین و مذہب کی اساس بنا لیتا ہے تو پھر ایسی مثالوں کا وجود ناممکنات میں سے نہیں ہوا کرتا۔ واقعۂ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خارجی گروہ کا جنم ایسے ہی جذبات کا تلخ ثمرہ تھا۔

مصنف خلافت معاویہ و یزید کے نظریات بھی انوکھے اور اچنبھے نہیں

ہیں انہوں نے خارجی گروہ کے افکار و نظریات سے چند چیزیں مستعار لے کر انہیں تحقیقِ جدید کے نئے عنوان کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔! اب یہ اربابِ عقل و فکر اور اصحابِ دانش و حکمت کا کام ہے کہ صداقت قبول کریں اور کذب و افترا کا دامن تار تار کر دیں!

راقم الحروف کو اپنی علمی کم مائیگی اور فکری تہی دامنی کا پورا پورا اعتراف ہے اور یہ بھی تسلیم کہ راقم الحروف تحریر و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل بھی نہیں ہے۔ لیکن جب یہ صورتِ حال سامنے آئی کہ ہمارے یہاں مصنفِ خلافت معاویہ و یزید کے ایک قریبی رشتہ دار خطیب صاحب نے خطبۂ جمعہ میں مناقب یزید بیان کرنے شروع کر دیے اور اس سے عوام میں غلط اثرات پھیلنے لگے تو راقم الحروف نے اس تحقیقِ جدید کا پردہ چاک کرنے کو ناگزیر خیال کیا اور علماءِ محققین کی اصل عبارتوں اور تاریخ کے صحیح واقعات کو "حسینؓ اور یزید" کے عنوان سے پیشِ خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے

حضرات قارئین سے متوقع ہوں کہ وہ راقم کی تحریری لغزشوں اور کوتاہیوں سے صرفِ نظر کر کے کتاب کی نظریاتی غلطیوں اور غیر موزوں باتوں سے مطلع فرمائیں گے تاکہ ان کی اصلاح کی جا سکے۔!

والسلام

محمد یوسف لدھیانوی
ٹوبہ ٹیک سنگھ

۴ رمضان المبارک
سنہ ۱۳۸۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافتِ معاویہ و یزید کے مصنف جناب محمود احمد صاحب عباسی نے اپنی دیانت داری اور علمی قابلیت کا جو ثبوت فراہم کیا ہے وہ اس وقت کتابی شکل میں ہمارے سامنے ہے اس کا مختصر خاکہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے !

عباسی صاحب نے یزیدی اتقاء و پارسائی اور اس کی خلافتِ شرعیہ کے اثبات میں اولاً نظریہ قائم کیا اور پھر اس نظریہ کے تحت کتبِ تاریخ سے ایسے حوالہ جات تلاش کرنے شروع کر دیئے جن سے قارئین کو دھوکہ دیا جا سکے ! مصنف نے حوالہ جات میں بے جا تصرف کر کے انسانی دیانت کے حسین چہرہ کو جس طرح داغدار کیا ہے اس کی نظیر نہیں ! جہاں کہیں یزید کی تعریف میں جملہ نظر آیا اسے لے لیا اور اسی عبارت کا دوسرا حصہ ترک کر دیا جس میں یزید کی تنقیص مذکور ہے اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی تنقیصِ شان میں جہاں کچھ نظر آیا اتنا جملہ اٹھا کر نقل کر دیا ۔ بعد باقی عبارت ترک کر دی گئی ! حالانکہ ایک صحافی اور تحقیقی مضمون نگار کو یہ ہونا چاہیئے کہ

معائب دونوں چیزیں اجاگر کر کے پیش کی جائیں ! نہ یہ کہ مناقب اچھالے جائیں اور معائب پر پردہ پوشی کی جائے ! جیساکہ یزید اور عمرو بن سعد کے بارے میں طریقہ اختیار کیا ہے اور دوسرے کے فرضی معائب پیش کئے جائیں جیساکہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسین رضؓ کے متعلق روید اختیار فرمایا ہے !

عباسی صاحب نے خلافتِ یزید کے اثبات میں اور حضرت علیؓ کی تنقیص خلافت میں جو انداز اختیار کیا گیا ہے اسے سمجھنے کیلئے پہلے مسئلہ خلافت کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ حقیقت معلوم کرنے میں دقت نہ ہو اور نفسِ واقعہ کے صحیح خدوخال نمایاں ہوسکیں !

مسئلہ خلافت

خلافت کا مادہ ہے خلف - اور اسی سے ہے خلیفہ ! خلیفہ کے لغوی معنیٰ نیابت اور قائم مقامی کے ہیں ! مِنْ قولِهٖ خَلَفَ فُلَانٌ فُلَانًا فِي هٰذَا الْأَمْرِ اِذَا قَامَ مَقَامَهٗ بَعْدَهٗ

یعنی اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بعد اس کا نائب و قائم مقام ہوا تو یہ خلافت ہوئی اور لغت میں اس کو خلیفہ یعنی بعد میں آنے والا اور قائم مقام کہتے ہیں ! خواہ یہ نیابت سابق کی موت یا عزل کی وجہ سے ہوئی ہو یا تنبیت کی وجہ سے ، یا اپنا اختیار وہ منصب سپرد کردینے کی وجہ سے - !

لیکن ملّت اسلامیہ میں اس کو ایک خاص معنی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ایمان غیب، تقدیر، بعث، صلوٰۃ وغیرہ ایمان کے لغوی معنا یقین و طمانیت اور زوالِ خوف و شک کے تھے، لیکن قرآنِ حکیم نے اس کو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلئے استعمال کیا اور اب ایمان قرآن کی اصطلاح میں عام لغوی معنیٰ کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار پا گئی:

قرآن کی زبان میں خلافت استخلاف فی الارض یعنی ایک خاص قانون کے تحت طاقت و عظمت کا حصول برگزیدہ افراد کے زیر اثر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کہ دنیا میں نوعِ انسانی کی ہدایت و سعادت کے لئے ایک خاص ذمہ دار قوم اور حکومت قائم ہو کہ وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں اس طرح تقسیم کرے کہ کائنات ارضی کا کوئی فرد بھی اس کے فیوضات سے محروم نہ رہے۔ اور ظلم و جور، ضلالت و طغیان کو کرۂ ارضی سے نیست و نابود کر دے!

اور امن و سکون اور راحت و طمانیت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائے! اب خلافت کے لغوی و اصلاحی معنیٰ کے لحاظ سے اس کی جامع اور مانع تعریف جو علماء محققین نے پیش فرمائی ہے وہ یہ ہے:

خلافتِ راشدہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی نگاہ میں

ھی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لاقامۃ الدین باحیاء العلوم الدینیۃ و اقامۃ ارکان الاسلام

وَالقِیَام بالجہاد وما یتعلق بہ من ترتیب الجیوش وَالفرض للمقاتلۃ وَ اعطاءھم من الفیئ وَالقیام بالقضاء وَ اقامۃ الحدود وَ رفع المظالم والامر بالمعروف والنّھی عن المنکر نیابۃ عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم (ازالۃ الخفا ص ۲۸)

یعنی خلافتِ عامہ وہ عمومی ریاست ہے جو اقامتِ دین کے لئے بالفعل بحیثیت نیابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ امور ذیل معرضِ وجود میں آئی ہو (ان امور میں) علوم دینیہ کا زندہ کرنا، ارکانِ اسلام کا قائم کرنا۔ جہاد اور جہاد سے متعلق چیزوں کا جاری کرنا، جیسے لشکروں کا ترتیب دینا، سپاہیوں کو تنخواہ دینا، اور ان پر مالِ غنیمت کو تقسیم کرنا، اور قضاء و حدود قائم کرنا، مظالم کا دور کرنا،

اس تعریف کے پیش نظر وہی حضرات شرعی خلفا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور قائم مقام سمجھے جائیں گے جو محض احیاءِ علوم اسلامیہ کی خاطر زمامِ اقتدار ہاتھ میں لے کر خادم قوم کی حیثیت سے قوم کو اوج کمال تک پہنچانے کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں: جیسا کہ حضراتِ خلفاءِ اربعہ نے پیش کیا!

خلافتِ خاصّہ

خلافتِ راشدہ خاصہ جس کو خلافت علی منہاج النبوّت بھی کہتے ہیں یہ درجہ خلافت کا سوائے ان حضرات کے جو مہاجرین اوّلین میں سے ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام مشاہد خیر میں مثل بدر، حدیبیہ، تبوک وغیرہ کے شریک رہے ہوں اور آیاتِ الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عالی مرتبت ہونا بیان فرمایا ہو اور ان کے مستحق خلافت ہونے کی بھی بشارت دی ہو۔

خلافتِ خاصہ میں نبوّت کا رنگ اس قدر غالب ہوتا ہے کہ گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس پردہ بیٹھے ہوئے ہیں اور خلیفہ راشد مثل بے جان لکڑی کے آپ کے ہاتھ میں ہے آپ جس طرح چاہتے ہیں ان کو حرکت دیتے ہیں اور جو کام چاہتے ہیں ان سے لیتے ہیں۔ یہ مرتبۂ عالی خلفاءِ اربعہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ کو حاصل ہوا ہے اسی درجہ کو خلافت علی منہاج النبوّت خلافتِ رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے:

شرائطِ خلافت

خلافتِ شرعیہ کے تحقق فی الخارج کے واسطے حسبِ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے

علم، عدالت، کفالت، سلامتی حواس واعضاء

جو رائے اور عمل کے لئے از بس ضروری ہے! اور قریشی النسب ہونا، اور خلافت کے واسطے اجتہادی درجہ کا علم ضروری ہے تقلیدی حیثیت کا علم کافی نہیں۔ اس لئے کہ خلیفہ کیلئے محض تقلیدی علم باعثِ نقص ہے۔

امامت وخلافت تمام احوال واوصاف میں کمال کو چاہتی ہے اس کو جیہ میں نقص کا گذر نہیں ہو سکتا۔ لہذا خلیفہ کا مجتہد ہونا ضروری ہے نیز عدالت اس بنا پر ضروری اور لازمی ہے کہ خلافت ایک ایسا منصب دینی ہے جو تمام ان منصبوں کی نگرانی کرتا ہے جن میں عدالت شرط ہے تو خلافت میں بدرجۂ اولیٰ عدالت شرط ہونی چاہیئے! لہذا فاسق وفاجر خلیفہ نہیں ہو سکتا شرط کفالت سے یہ مراد ہے کہ خلیفہ حدودِ شرعی قائم کرنے اور جنگ جہاد میں شریک ہونے میں بے دھڑک اور جری ہو!

انتخابِ خلافت کے طریقے

طریقہ اول اہلِ حل وعقد کا انتخاب ہے یعنی اہلِ علم اور قاضیوں اور سرداروں اور نامور لوگوں کے بیعت کر لینے سے خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے انتخاب خلافت کے واسطے تمام بلادِ اسلامیہ کے اہلِ حل وعقد کا متفق ہونا شرط نہیں بلکہ انہیں اہلِ حل وعقد کا بیعت کر لینا کافی ہے جو آسانی سے موجود ہو سکیں۔ کیونکہ یہ محال ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی خلافت کا انتخاب

لے مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۲

اسی طریقہ سے ہوا!

دوسرا طریقہ انتخابِ خلافت کا یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کسی ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کر لے جو شرائطِ خلافت کا جامع ہو اور لوگوں کے سامنے اپنے انتخاب کی تصریح کر دے اور تمام مسلمانوں کو اس کے اتباع کی وصیت کرے، قوم کو لازم ہے کہ اسی شخص کو اپنا خلیفہ بنائے! حضرت عمر فاروق رضؓ کی خلافت کا انتخاب اسی طریقہ سے ہوا -

انتخابِ خلافت کا تیسرا طریقہ مجلس شوریٰ کا قیام ہے کہ خلیفۂ وقت یہ معاملہ جامعین شرائطِ خلافت کی ایک جماعت کے سپرد کر دے - کہ اس جماعت میں سے جس کو اہلِ شوریٰ منتخب کر لیں وہی خلیفہ ہوگا۔ حضرت عثمان رضؓ ذی النورینؓ کی خلافت کا انعقاد اسی طریقہ سے ہوا تھا -

چوتھا راستہ استیلاء ہے کہ انتقالِ خلیفہ کے بعد کوئی شخص اہلِ حل وعقد کے منتخب کئے بغیر اور بلا انتخاب خلیفہ سابق خلافت پر قابو پالے اور عوام کو تالیفِ قلوب یا جنگ و پیکار سے اپنا ہمنوا بنا لے یہ شخص بھی خلیفہ گردانا جائے گا اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری ہر شخص پر لازم ہو گی بشرطیکہ اس کے احکام خلافِ شریعت نہ ہوں، اس طریقہ کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ طاقت سے غلبہ پا لینے والے کے اندر خلافت کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں اور صلح و تدبیر کے ذریعہ کسی ناجائز امر شرعی کا مرتکب ہوئے بغیر مخالفین کی مدافعت کرتا ہو تو اس قسم کا انعقاد بھی ضرورت کے وقت جائز ہے۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کی خلافت کا انعقاد حضرت علی

المرتضیٰ رض کی وفات اور حضرت حسن رض کے صلح کر لینے کے بعد اسی طریقہ پر ہوا تھا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ قوت سے غلبہ پا لینے والے کے اندر خلافت کی شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور مخالفینِ خلافت کے ساتھ قتل و غارت گری اور ارتکابِ حرام سے کام لے یہ قسم ناجائز ہے اور اس کا مرتکب گنہگار ہے (یہ تمام چیزیں ازالۃ الخفاء سے لی گئی ہیں!)

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رض

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رض کے متعلق جناب محمود احمد صاحب عباسی نے جو خیال آرائی فرمائی ہے اس سے ان کے مذہبی نقطۂ نظر کی پوری عکاسی ہوتی ہے کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور اہلِ سنت والجماعت کے عقاید و نظریات سے وہ کس قدر بعید ہیں

فی الحقیقت اسلامی نظریات وہی تصور کئے جائیں گے جو خیرالقرون سے لے کر آج تک بالتواتر و بالاتفاق ہر دور کے اہلِ حق کے تعامل سے ہم تک پہنچے ہیں محض کسی چیز کا کسی کتاب میں مذکور ہونا اس کی صحت کیلئے کافی نہیں، تاوقتیکہ علماء محققین کے تعامل سے اس کی تصدیق نہ کرالی جائے بلکہ ان کے تعامل کے برعکس جو چیز بھی پیش کی جائے گی وہ محض گمراہی ہوگی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی

وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيْرًا ہ
اور جو بھی عامۃ المسلمین کے طریقِ زندگی کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا ہم اسے ادھر ہی لوٹا دیں گے جدھر وہ جا رہا ہے اور ہم اسے جہنم واصل کر دیں گے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔!

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ ط
کہ میری اُمّت گمراہی پر کبھی مجتمع نہیں ہو گی :

لیکن یزید اور اس کی خلافتِ شرعیہ کے بارے میں محض یہی نہیں کہ صرف علماء ربانی یزید کے فسق و فجور اور اس کی خلافتِ غیر شرعیہ کے قائل و معتقد رہے ہوں اور تاریخی ثبوت اس کے خلاف ہو بلکہ جہاں تعامل اُمّت سے یزید کا فسق و فجور ہم تک پہنچا ہے وہاں صحیح و معتمد علیہ تاریخی شواہد و واقعات کے انبار موجود ہیں جن سے خود جناب محمود احمد عباسی صاحب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اور حوالہ جات کے پیش کرنے میں حقائق پر پردہ ڈالنے کی جو ناکام کوشش کی گئی ہے وہ حقیقت شناس حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا مختصر خاکہ اور عباسی صاحب کے ریسرچ کی حقیقت آئندہ اوراق میں ملاحظہ کیجئے سب سے پہلے حضرت علی رضہ کی خلافتِ راشدہ کے بارے

بن تحریر ملاحظہ ہو اور ساتھ ساتھ اصل واقعات سے بھی روشناس ہوتے جائیے! لکھتے ہیں :-

یہ بیعت چونکہ باغیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمان ذی النّورین رضؓ جیسے محبوب خلیفۂ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی۔ نیز قاتلین سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا تھا اور نہ قصاص لئے جانے کا کوئی امکان باقی رہا تھا کیونکہ یہی باغی اور قاتل اور اس گروہ کے بانی مبانی عبداللہ بن سبا مبالیین کے گروہ میں نہ صرف شامل بلکہ سیاست وقت پر اثر انداز رہے اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس لئے بیعتِ خلافت مکمل نہ ہو سکی

(خلافت معاویہ و یزید صفہ)

ناظرین کرام مذکورہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں کہ عباسی صاحب نے یہاں اور اس کے علاوہ جہاں بھی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا تذکرہ کیا ہے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت محض سبائی گروہ کے اثر کا نتیجہ ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ اسی لئے اکابر صحابہ رضؓ نے بیعت کرنے سے گریز کیا بلکہ مزید براں حضرت عثمان ذی النّورین رضؓ

کے قتل میں حضرت علی المرتضیٰ کا ہاتھ دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے جیسا کہ ان کے اس بیان "اور یہ خلافت بھی حضرت عثمان ذی النورین جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی" سے ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضہ نے حضرت عثمان رضہ کو قتل کروا کر سبائی گروہ کی طاقت کے بل بوتے پر اپنی خلافت کو قائم کیا، اب اہل بصیرت حضرات اندازہ لگائیں کہ اگر واقعی صورت حال یہی تھی جو عباسی صاحب نے بیان فرمائی ہے تو پھر صحابۂ کرام اور دیگر صلحاء امت کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی ذات سے عدم مخالفت اور خلافت پر اعتراض نہ کرنے کا موقف کیسے اور کیوں کر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس لئے کہ ایسے حالات میں اُمت پر ضروری تھا کہ حضرت علی رضہ کی ذاتِ گرامی اور ان کے خلیفہ منتخب ہونے پر شدید ترین بیزاری کا اظہار فرما کر احکام اسلامی کے منشاء کی تکمیل فرماتے بلکہ ان حضرات کا موقف جو عباسی صاحب نے پیش فرمایا ہے خصوصی توجہ کا محتاج ہے

خلافتِ مرتضوی اور صحابہ کا موقف

عباسی صاحب فرماتے ہیں :- ان حل و عقد کو جس میں صحابۂ کبار رضہ کی جماعت شامل تھی حضرت علی رضہ کی ذات سے کوئی مخالفت نہ تھی اور نہ ان کے خلیفہ منتخب ہونے پر کسی قسم کا اعتراض تھا (خلافت معاویہ و یزید ص۲) عباسی صاحب کے اس بیان کے پیشِ نظر اگر قیام خلافت حضرت علی المرتضیٰ

کے بارے میں جو اوپر بیان ہوا ہے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ان اہل حل وعقد جن میں اکابر صحابہ رضہ کی جماعت شامل تھی کے متعلق کیا رائے قائم کی جائیگی کیا ان کی حرارتِ دینیہ ختم ہو چکی تھی؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت کا اثر ان کے قلوب سے زائل ہو گیا تھا؟ کیا وہ مداہن فی الدین تھے؟ کہ وہ ایسے شخص کی ذات اور اس کے خلیفہ منتخب ہونے پر معترض نہ ہو سکے کہ جس کی خلافت ہی حضرت عثمان رضہ جیسے محبوب خلیفۂ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی،

عباسی صاحب کے اپنے اقرار کے مطابق صحابۂ کرام کا حضرت علی رضہ اور ان کے خلیفہ منتخب ہونے پر معترض نہ ہونا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ان کی خلافت کے بارے میں عباسی صاحب نے محض کذب و افتراء سے کام لیا ہے

ریسرچ یا رقابتِ خاندانی؟

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضہ کے متعلق عباسی صاحب کے مذکورہ بالا حوالے کے علاوہ بری ذہنیت کا جو مظاہرہ کیا ہے اور رقابت خاندانی کی جو بری مثال قائم کی ہے خصوصی توجہ کی محتاج ہے۔

حضرت موصوف کی یہ رائے اجتہادی تھی یا بے بسی اور مجبوری نتیجہ یہ ہوا کہ بخلاف حضرات خلفاءِ ثلاثہ رضہ جن کی بیعت پہ تمام امت مجتمع تھی، اتحاد و اتفاق تھا، کفار کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیاں تھیں، بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے مگر

مگر حضرت علی رض کے زمانہ میں نہ کوئی جہاد ہوا نہ کوئی شہر اور ملک فتح ہوا نہ ملت ان کی بیعت پر مجتمع ہوئی آپس ہی میں تلواریں چلتی رہیں خلافت معاویہ و یزید (ص۳۱۴)

اس سے آگے فرماتے ہیں۔

" سبائیوں کی من مانی حرکات دیکھ کر کہ جو چاہتے حضرت علی رض سے کرا لیتے ہیں ان کے بعض عزیز قریب بھی بیزار ہو گئے۔ حضرت علی رض کے برادر بزرگ حضرت عقیل رض کی دور بین نگاہوں نے اس صورتِ حال کا جائزہ لے لیا تھا اور سمجھ گئے تھے کہ ان کے گرد و پیش جو لوگ سبائی پارٹی کے ہیں وہ ملت کا بیڑا غرق کئے بغیر نہ رہیں گے (ص۹)

عباسی صاحب نے خلافت علی المرتضیٰ رض کے متعلق جو خامہ فرسائی کی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رض میں خلافت کی عظیم ترین ذمہ داریاں سنبھالنے کی قابلیت نہیں تھی جس کی زندہ مثال ان کے دورِ خلافت کے واقعات ہیں۔ بلکہ وہ تو سبائی گروہ کے ہاتھوں میں کھیلتے رہے۔ سبائی گروہ جو جائز ناجائز کام کروانا چاہتا تھا ان سے کروا لیتا، جس کی وجہ سے ان کے بعض عزیز قریب بھی حضرت علی رض سے بیزار ہو گئے۔ جیسا کہ حضرت عقیل رض کے الگ ہونے کی زندہ مثال موجود ہے۔ اب ان کی جرأت کا اندازہ لگائیے کہ خاتم الخلفاء الراشدین حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق اس قدر غلط اور ناجائز پروپیگنڈہ کہ جس سے

ایک ادنیٰ مسلمان کا دل بھی لرز جاتا ہے کہ جس کی تطہیر خود رب العزت نے اپنی کتاب لاریب میں

یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ٥

بیان فرمائی ہو کہ اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دور کر دے تم سے ہر قسم کی ناپاکی اور آلائش کو اور یہ کہ تم کو بالکل پاک کر دے؛ اس آیت کے نزول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ایک کمبل میں لے کر بیٹھ گئے! اور ہاتھ اٹھا کر دربار ایزدی میں دعا کی کہ یا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں تو انہیں ہر قسم کی ناپاکی سے پاک فرما!

اب فرمان ربانی اور دعائے محبوب سبحانی کے پیش نظر کیا اس خاندان و دیگر اہل بیت مثلاً ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے متعلق بھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی ناجائز فعل کا مرتکب ہوتے رہے ہوں یا کسی گروہ کے ہاتھوں میں کھیلتے رہے ہوں، کسی دشمن اسلام گروہ کے ہاتھ میں کھیلنے والا خلیفۂ راشد کیسے؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارکہ کا کیا اثر ہوا؟ بلکہ فرمان ربانی کے متعلق ایمان و یقین کی کیا صورت ہو گی؟

حاکم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ قرآن

قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے ، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں ،

ازالۃ الخفا حصہ سوم ص ۳۵۲

معارضہ

اب ہم جناب محمود احمد صاحب عباسی کا بیان جو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں اشاعت دوم میں دیا ہے کو ان کے اس بیان کے معارضے میں پیش کرتے ہیں ۔ اوّلاً مختصر خاکہ ملاحظہ فرمائیے :

ایک عالم نے اموی فرمانرواؤں کی حکومت کے بارے میں حقیقت سے نقاب کشائی کے پیشِ نظر ایک بیان سپرد قلم کیا جس کا حصہ نقل کر کے عباسی صاحب نے تنقید فرمائی ہے

"اموی فرماں رواؤں کی حکومت حقیقت میں خلافت نہ تھی ، ان کی حکومت اپنی روح میں اسلام کی روح سے ہٹی ہوئی تھی ان (؟) فرق کو ان کی حکومت کے آغاز ہی میں محسوس کر لیا گیا تھا چنانچہ اس حکومت کے بانی امیر معاویہ کا اپنا قول یہ تھا انا اوّل الملوک (میں سب سے پہلا بادشاہ ہوں ،

اس پر عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ اموی خلافت کے ان بہترین اور منوّر ترین ایام کو بدترین اور سیاہ ترین ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ ہمارے زمانے کے ایک فاطمی عالم صاحب نے جو

اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت کا معتقد اور دین کا پیشوا سمجھتے ہیں یہ باور کرانا چاہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت معاذ اللہ ناکام رہی اور آپ کی امّت تیس چالیس برس بھی آپ کا برپا کردہ نظام آپ کے بعد برقرار نہ رکھ سکی۔

اس سے چند سطر آگے فرماتے ہیں

گویا اللہ تعالیٰ نے جس ذات گرامی کو کرام بررۃ (عبس) میں شامل فرمایا یعنی بہت ہی بزرگ اور پاکباز گروہ میں اور جن کے متعلق فرمایا وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ ان سب سے اللہ نے حسن سلوک کا وعدہ کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے بارے میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ذریعۂ ہدایت بنائے، صحابۂ کرام جنہیں اپنا متفق علیہ امام مانا، اور ان پر اجماع کو اپنا مبارک دور جانا، حضرت حسن، حسین رضہ اور دوسرے اکابر اہلِ بیت حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر طیّار وغیرہ ہم نے جن سے بیعت کی وہ ان صاحب کے نزدیک جمہوریت کش، ظالم اور مبتدع تھے

(خلافتِ معاویہ ویزید اشاعت دوم

حضرت امیر معاویہ کو اگر ایک حیثیت سے بادشاہ کہنا جرم ہے کہ جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کے برپا کردہ نظام اور دعوت ناکام ہوئے پر محمول کیا جا سکتا ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی ذات اور ان کی خلافت کے بارے میں جناب عباسی صاحب نے جو کچھ سپرد قلم کیا ہے وہ ریسرچ

کا نتیجہ ہے یا رقابتِ خاندانی کا بدترین مظاہرہ ہے ۔

جب حضرت امیر معاویہ رضؓ کی شان میں لفظ بادشاہ استعمال کرنا ہی حرمتِ اسلام اور آپ کے برپا کردہ نظام کے باقی نہ رہنے کے مترادف ہے تو پھر خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کے متعلق یہ تحریر کرنا کہ ان کی خلافت ہی حضرت عثمان ذی النورین رضؓ جیسے محبوب خلیفۂ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کرکے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی، اور سبائی گروہ جو چاہتا ان سے کروالیتا جس کی وجہ سے حضرت عقیل رضؓ حضرت علی رضؓ کے برادر بزرگ ان سے علیحدہ ہو کر حضرت امیر معاویہ رضؓ کے پاس چلے گئے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے زمانہ خلافت میں نہ کوئی ملک فتح ہوا اور نہ جہادی سرگرمیاں رہیں بلکہ مسلمانوں کی آپس میں تلواریں چلتی رہیں کیا حرمتِ اسلام اور آپ کی دعوت کی کامیابی پر محمول کیا جائے گا غالباً عباسی صاحب ایک آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں ۔ انہیں جہاں حضرت امیر معاویہ رضؓ کے مناقب نظر آتے ہیں وہاں حضرت علی رضؓ کے فضائل کیوں نظر نہیں آتے ؟ رقابتِ خاندانی کی عینک لگانے کا نتیجہ تو یہی ہوگا

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ

اللہ تعالیٰ نے ان سے روشنی چھین لی اور انہیں ایسے اندھیروں میں چھوڑ دیا گیا جہاں کچھ نظر نہیں آتا ۔

اب حضرت علی المرتضیٰ رضؓ اور ان کی خلافت کے انعقاد کا طریق کار اور دیگر واقعات کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے ۔ اس کے بعد عباسی صاحب

کے پیش کردہ حوالہ جات کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ حقیقت واضح ہو جائے

انعقاد خلافت علی المرتضیٰ کا اجمالی تعارف

حضرت عمر فاروق اعظم رضہ خلیفہ ثانی کو جب ایک بدبخت نصرانی غلام ابو لولو نے خنجر سے زخمی کر دیا اور شہادت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے تو اتقیاء و صلحاء امت کے تقاضہ پر آپؓ نے انتخاب خلیفہ کیلئے چھ حضرات کو اہل شوریٰ مقرر کرکے یہ فرما دیا کہ ان میں سے جس کو مناسب سمجھو خلیفہ منتخب کر لینا ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں -

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر
حضرت عبدالرحمٰن، حضرت سعد،

حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے دفن و کفن سے فارغ ہونے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ خلافت کا کام تین حضرات کے سپرد کر دو تاکہ انتخاب خلیفہ میں سہولت ہو جائے :

حضرت زبیر نے اپنے حقوق حضرت علی المرتضیٰ کو سونپ دئے اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمان غنی کو اپنے حقوق دیدئے ، اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضہ نے فرمایا کہ میں خلافت کا خواہش مند نہیں ہوں - اب خلافت کے حقدار اہل حل و عقد کے اجماع سے صرف حضرت عثمان رضہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضہ باقی رہ گئے ! ان دونوں حضرات میں سے جب تک کوئی بھی زندہ رہے گا وہی حقدار خلافت

سمجھا جائے گا۔

چنانچہ حضرت عثمان ذی النورین رضہ اکثریت کی خواہش پر انتخاب خلافت کے لئے مقدم رکھے گئے لیکن بعض مسلمان نما یہودی حضرت عثمان ذی النورین رضہ کی خلافت کو ناکام بنانے میں مصروف رہے، ان کی خلافت کے بعض واقعات کو غلط رنگ میں پیش کرنا شروع کر دیا اور نوبت بایں جا رسید کہ بلوائیوں نے حضرت عثمان ذی النورین کے مکان کا محاصرہ کر لیا، بعض صحابہ رضہ نے بلوائیوں کو سمجھانے کی بے حد کوشش کی اور بعض اتقیاء امت نے تو بلوائیوں سے لڑ کر جام شہادت نوش کر لیا لیکن دیگر صحابہ کرام کی کوششوں کے باوجود بلوائی اپنے عزائم فاسدہ سے باز نہ آئے!

تو حضرت علی المرتضیٰ نے جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت حسن و حسین رضہ کو حضرت عثمان ذی النورین رضہ خلیفہ راشد کے دروازہ پہ نگران مقرر کیا ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جس شخصیت کے پہرہ دار حضرت حسنین رضہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں وہ ہستی خالق کائنات کے نزدیک کتنی محبوب و مقبول ہوگی؟

اسی طرح حضرت طلحہ و زبیر رضہ نے بھی اپنے صاحب زادوں کو حضرت عثمان ذی النورین کے دروازہ پہ پہرہ دار مقرر کیا تاکہ بلوائی اندر نہ داخل ہو سکیں لیکن حضرت عثمان غنی رضہ کے ایک متصل مکان میں داخل ہو کر اور دیوار پھاند کر ایک جماعت ان کے مکان کے اندر داخل ہو گئی! ان میں سے کنانہ بن بشیر نے آتے ہی تلوار چلائی لیکن حضرت عثمان غنی رضہ

کی بیوی نائلہ رضؓ نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکا ان کی انگلیاں کٹ کر الگ جا پڑیں پھر دوسرا وار کیا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ تلاوت قرآن کریم میں مصروف تھے، خون کے قطرات اس آیت پر گرے

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ٥

خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی جنتی نوجوانوں کی نگرانی میں جنت الفردوس میں جا گزیں ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

ادھر خلافت کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو ۔۔ لینے کے واسطے اکابرین امت حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو خلافت کا بار گراں اٹھانے پر مجبور کیا۔ علامہ ابن حجر رحؒ نے اس وقت کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ ملاحظہ کیجئے:

وَجَاءَ النَّاسُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ فَقَالُوا اور آئے لوگ دوڑتے ہوئے ان کے پاس پس
امدد يدك فلا بد من امير فقال کہنے لگے ان کو (حضرت علی رضؓ) نے بڑھا کر ہاتھ اپنے
علیؓ ليس ذالك اليكم انما ذالك ادھر ہی آپ کا بیعت کرنا
الى اهل بدر فمن رضيه به اهل بدر دیا حضرت علی رضؓ نے کہ انکا خلیفہ بنانا کام
فهو خليفة فلم يبق احد من اهل بدر نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے وہ جس کو منتخب کریں
الا اتى عليه فقالوا ما نرى احدا احق پس وہ خلیفہ ہے اہل بدر میں سے کوئی باقی نہ رہا
بها منك فمد يدك نبايعك فبايعوه جو حضرت علی کے پاس نہ آیا ہو کہنے لگے ہم آپ
صواعق محرقہ ص۸۶ سے زیادہ خلافت کا حقدار اور کسی کو نہیں
دیکھتے پس پھیلائیے اپنا ہاتھ، بیعت کریں ہم آپ کی پس بیعت کی ان تمام نے حضرت علی رضؓ کی

شرح عقائد نسفی

امام اہل سنت والجماعت مصنف شرح عقائد نسفی نے حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی خلافت کا جو اجمالی نقشہ پیش کیا ہے وہ ہدیۂ ناظرین ہے

فاجتمع کبار المهاجرین والانصار علی علی رضہ والتمسوا منه قبول الخلافة وبایعوه لما کان افضل اهل عصره و اولاهم بالخلافة و ما وقع من المخالفات والمحاربات لم یکن من نزاع فی خلافته بل عن خطاء فی الاجتهاد

شرح عقائد نسفیہ ص ۱۰۹

پس جمع ہوئے اکابر مہاجرین اور انصار حضرت علی رضہ کے پاس اور التجا کی ان سے خلافت قبول کرنے کی، اور بیعت کی انہوں نے حضرت علی رضہ سے کیونکہ آپ اپنے معصر سب سے افضل تھے، اور سب سے زیادہ حقدار تھے ان سب سے خلافت میں اور وہ اختلافات اور لڑائیاں جو آپس میں ہوئیں وہ خلافت مرتضوی میں نزاع نہ تھا بلکہ خطاء اجتہادی کی بناء پر یہ اختلافات وقوع پذیر ہوئے!

شرح عقائد نسفی تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، حضرت ملا علی قاری حنفی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، انہوں نے خلافت علی المرتضیٰ کا جو خاکہ پیش کیا ہے وہ خصوصی توجہ کا محتاج ہے!

فعرضوا الخلافة علی علیؓ فامتنع علیهم واعظم قتل عثمانؓ و
لزم بیته، ثم عرضوها بعده علی طلحةؓ فابی ذالك وکرهه
ثم عرضوها علی الزبیرؓ فامتنع ایضاً اعظاما لقتل عثمانؓ فلما
مضت ثلثة ایام من قتله اجتمع المهاجرون والانصار
وسألوا علیاً وناشدوه بالله فی حفظ الاسلام وصیانة دار الهجرة
النبی صلی الله علیه وسلم فقبلها بعد شدة وبعد ان رأه مصلحة
لاهلهم وعلمه انه اعلم ممن بقی من الصحابة وافضلهم واولهم
به فبایعوه ۔ (شرح فقه اکبر ص۸۰)

پیش کیا انہوں نے خلافت کو حضرت علی رضؓ پر، حضرت عثمانؓ
کے سانحۂ قتل کو سانحۂ عظمیٰ کی وجہ سے پس حضرت علی رضؓ نے قبولِ
خلافت سے انکار کردیا اور گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرلی، پھر
پیش کیا حضرت طلحہ رضؓ پر تو انکار کیا انہوں نے بھی اور بُرا جانا
قبولِ خلافت کو، پھر پیش کیا خلافت کو حضرت زبیر رضؓ پر
انہوں نے بھی سانحۂ عظیمہ کی وجہ سے انکار کردیا،
چنانچہ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے تین روز بعد تمام
مہاجرین اور انصار جمع ہوئے اور حضرت علی رضؓ سے
خلافت قبول کرنے کی التجا کی، اور قسم دی انہوں نے
(صحابۂ کبار نے) حضرت علی رضؓ کو حفاظتِ اسلام
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الہجرت یعنی مدینہ منورہ

کے بچاؤ کی، پس قبول کیا خلافت کو شدتِ مطالبہ کے بعد
اور اس میں مصلحت معلوم کرنے کے بعد، اور یہ کہ حضرت علی رضہ
المرتضیٰ تمام باقی صحابہ سے زیادہ علم والے سب سے
افضل اور ان تمام سے زیادہ لائق ہیں امور خلافت میں، پس
بیعت کی تمام نے حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی،

مذکورہ بالا حوالہ جات کے پیشِ نظر خلافتِ حضرت علی المرتضیٰ رضہ نصف
النہار کی مانند اپنی اصلی صورت میں سامنے آجاتی ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضہ
نے صحابۂ کرام کے اصرار پر خلافت کی ذمہ داریاں اٹھانے کو قبول فرمایا تھا
اور جو لوگ انتخابِ خلافت کے اہل نہیں تھے ان کو صاف جواب دے دیا تھا
کہ تمہارا انتخاب کوئی حیثیت نہیں رکھتا،

مشاجراتِ صحابہؓ کے وجوہ

حضرت علی المرتضیٰ رضہ اور حضرت
امیر معاویہ رضہ کی معرکہ آرائیاں اور حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہ رضہ اور حضرت علی رضہ
کی لڑائیوں کو ہم لوگ زمانہ کی مخالفتوں اور لڑائیوں پر قیاس کر کے بہت
کچھ دھوکے اور فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ہم ان حضرات کے اخلاق
کو جنہوں نے براہِ راست معلم الاخلاق و رحمت کائنات کے فیوضات سے
اپنے ظاہر و باطن کو مستنیر فرمایا ہو اور جو سید الانبیاء و خاتم الرسل
کے فیضانِ صحبت سے اس قدر کمالاتِ عالیہ پر فائز المرام ہوئے کہ
تمام امتِ مسلمہ کے واسطے آسمانِ ہدایت کے ستارے قرار دئے گئے

اپنے اخلاقی پیمانوں سے ناپنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے بلکہ مقام غور ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر حضرت طلحہ و زبیر رض نے کس عزم و ہمت کے ساتھ مقابلہ اور معرکہ آرائی کی تیاری کی تھی، لیکن جب انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد دلائی گئی تو کس طرح عین وقت پر جبکہ ایک زبردست فوج جان نثاروں کی ان کے قبضہ میں تھی وہ میدان جنگ سے جدا ہو گئے اس پر ان کو غیرت بھی دلائی گئی اور بزدل بھی کہا گیا حالانکہ وہ لڑائی اور میدان جنگ کو کھیل تماشے سے زیادہ نہ سمجھتے تھے، ان کی شمشیر ہمیشہ بڑے بڑے میدانوں کو سر کرتی رہی، مگر انہوں نے کسی چیز کی بھی دین و ایمان کے مقابلہ میں پروا نہ کی، صرف ایک حدیث کو سنتے ہی اپنی تمام کوششوں اور تمام امیدوں، اور تمام اولوالعزمیوں کو یک لخت ترک کر دیا، لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر جس قدر مخالفتیں اور لڑائیاں آپس میں پائی جاتی ہیں ان کے اسباب نفسانی خواہشات کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔

ھاں وقلیل من عبادی الشکور کے پیش نظر ایک جماعت اہل حق کی ضرور موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی لہذا الحب فی اللہ والبغض للہ کے مصداق اس کی محبت اور دشمنی محض رضاء الہی پر مبنی ہے ان کی ہر صلح اور لڑائی احکام اسلامی کے منشاء کے مطابق ہے، ان کا ظاہر و باطن ایک ہونے کی وجہ سے مشاجرات صحابہ رض میں کوئی ایسی چیز ان کو نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے اخلاف کو

اسلاف سے بدظن کیا جا سکے ،

اس کے برخلاف جن کی ہر لڑائی اور ہر صلح نفسانی خواہشات پر مبنی ہے اور دین کو دنیا پر قربان کرتے رہتے ہیں وہ اسلاف کے لڑائی جھگڑوں کو اپنے اوپر قیاس کرکے اخلاف کو اسلاف سے بدظن کرنا شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ عباسی صاحب یا ان جیسے دوسرے افراد جو صحابہؓ پر طعن و تشنیع کرنے میں مصروف رہتے ہیں یہ محض ان کے قلبی امراض کا نتیجہ ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی نجم ہدایت ہے ، لیکن آئینہ میں جیسا کسی کا چہرہ ہوگا ویسا ہی نظر آئے گا ۔ لہذا صحابۂ کرام کی لڑائیوں کو اپنے اوپر قیاس کرکے نتیجہ نکالنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا صحابۂ کرام کے مشاجرات سے ان پر صحبت نبوی کا اثر نہ ہونے کا پروپیگنڈا کرنا کہ آں حضرت کے بعد ان کی حالت تبدیل ہو گئی تھی ، سراسر گمراہی اور بے دینی ہے بلکہ صحابۂ کرام کے تمام اختلافات ان کے اجتہادات پر مبنی تھے ، ان میں سے اگر کسی سے غلطی بھی ہوئی تو وہ اجتہادی غلطی تھی ، نیت اور ارادے پر مبنی تھی ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو دیدہ و دانستہ شریعت اسلام اور احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کی مخالفت پر آمادہ ہو سکتا ، ان میں سے جس نے بھی جو کچھ کیا وہ اپنے نزدیک حق سمجھ کر کیا ،

ان اختلافات کے رونما ہونے اور قرن اولی ہی میں آپس کے مشاجرات سے شدید خون ریزی کے آخر کون سے اسباب تھے جن

کی وجہ سے اسقدر معرکہ آرائی ہوئی، کہ ہزارہا قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور ہر گمراہ و بے دین کو اپنی دوکانداری کو فروغ دینے کا موقع مل گیا الا ناء یہ شعر لبدا ہینہ کے مطابق ان کے ذہنی اختلافات کی وجہ سے ایک جاہل مطلق بھی حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسینؓ کے خلاف غلط پروپیگنڈا کر کے محقق و بے لاگ ہونے کا مدعی بننے اور دارالتصنیف قائم کر کے مسلمانوں کی متاعِ ایمان لوٹتا پھرے،

اصلی واقعات کے پیشِ نظر کسی بھی صحابیؓ کے متعلق سوء ظن کا ایک ادنیٰ التصور بھی نہیں کیا جا سکتا ؛ اختلافات کے اسباب سمجھنے کے واسطے خلافتِ عثمانی رضؓ کے آخری دَور اور حضرت عثمان ذی النورینؓ کی شہادت کے پیش آنے کے واقعات کا اجمالی تعارف ضروری ہے

خلافت عثمانیؓ و شہادت

حضرت عثمان ذی النورین رضؓ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ان کی فضیلت کا محض اس ایک واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ حضرت عثمان ذی النورین رضؓ کے سوا دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں گذرا ہے جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں، یہ رتبہ صرف حضرت عثمان غنی رضؓ کو ملا کہ ان کے عقد میں سیّدالانبیاء خاتم المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ اور ان کی

---

[1] بعض لوگ حضرت عثمان رضؓ کی دامادی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ

وفات کے بعد حضور کی دوسری صاحب زادی ام کلثوم آئی : اسی وجہ سے ان کو ذی النورین کہا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ ان کے اس قدر فضائل ہیں کہ جن کیلئے ایک دفتر درکار ہے ، باقی ان کی خلافت کے انعقاد کا طریقہ پہلے درج کیا جاچکا ہے ، ان کی خلافت بارہ سال رہی ، نصف اوّل میں حالات بہت اچھے رہے لیکن نصف آخر میں جند مسلم نما یہودیوں نے اپنے غلط عقاید کے پیش نظر ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت مصر، کوفہ، اور بصرہ سے وہاں کے عاملوں کی شکایات میں مدینہ والوں کے پاس پیہم خطوط بھیجنے شروع کیے ، ساتھ ہی بصرہ والوں کے پاس کوفہ اور بصرہ سے خطوط ارسال کیے کہ یہاں کے گورنروں نے ظلم و ستم پر کمر باندھ رکھی ہے اور رعایا پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے ،

اسی طرح بصرہ اور کوفہ سے مصر والوں کے پاس خطوط ارسال کیے اور بصرہ ، دمصر ، و دمشق سے کوفہ والوں کے پاس خطوط بھیجنے لگے ، چونکہ

بقیہ حاشیہ صہ ۰ ۔ پیغمبر کی بیٹیاں نہ تھیں ، بلکہ خدیجہؓ کی بیٹیاں پہلے شوہر سے تھیں ، مگر یہ قول بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہے ، نہج البلاغت میں ہے ، کہ جب جناب امیر بعض دادخواہوں کی طرف سے وکیل بن کر عثمانؓ کو سمجھانے گئے اور اس وقت حضرت عثمانؓ کے بہت سے مناقب بیان کیے تو منجلہ ان کے یہ بھی فرمایا وقد نلت من صھرہ مالا ینالا . اور بے شک پایا تو نے شرف رسولؐ کی دامادی کا جو شیخین نے نہ پایا تھا ۔ خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی میں لکھا ہے زادہ شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالت او قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم ،

کسی بھی جگہ عاملوں اور گورنروں کے ہاتھ سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا لہذا ہر جگہ کے باشندوں نے یہ سمجھا کہ ہمارے سوا تمام صوبوں اور شہروں کی رعایا پر ظلم و تشدد اور بے انصافی روا رکھی جا رہی ہے اور حضرت عثمانؓ ظالمانہ طور پر اپنے عاملوں اور گورنروں کو ان کے عہدہ پر بحال رکھنے اور معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

اس قسم کے غلط پروپیگنڈا سے ملک میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور اکثر مسلمان اس کو حقیقت پر محمول کر کے حضرت عثمان رضؓ سے بدظن ہونا شروع ہو گئے، دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عند التحقیق اپنے عاملوں کو چونکہ بے قصور پاتے لہذا وہ ان کو سزا دینے یا معزول کرنے میں تامل کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضؓ غنی کے متعلق سرگوشیاں ہونا شروع ہوئیں!

صحابہ و غیر صحابہ اس بدترین عنصر کی اسلام دشمنی اور ان کے عزائم فاسدہ سے بالکل بے خبر رہے ادھر یہ سازشی گروہ عام مسلمانوں کو خلیفۂ وقت سے متنفر کرنے اور ہر جگہ اپنے ایجنٹ مقرر کرنے میں مصروف رہے۔

حضرت عثمان ذی النورین نے ایک مجلس میں تمام اعتراضات کے جوابات دئے جو ان پر کیے جاتے تھے، تمام معترضین کو ساکت ہونا پڑا

لے ہاں جس کے متعلق ثبوت مہیا ہو جاتا اسے معزول کر دیتے!

اس لئے کہ ان کے پاس حضرت عثمان غنی رضؓ کے جوابات کو رد کرنے کی کوئی دلیل نہ تھی لیکن شر پسند عناصر کو کھلے کے بغیر کامیابی سے ہمکنار ہونا مشکل تھا اور حضرت عثمان غنی رضؓ کا موقف یہ تھا کہ میں اسی قدر سزا دے سکتا ہوں جسقدر قرآن و حدیث نے مقرر کی ہے، جب تک میں کسی کو علانیہ مرتد ہوتے ہوئے نہ دیکھوں اس وقت تک کیسے کسی کو قتل کر سکتا ہوں، باقی اپنے خلاف ہر ایک فتنے کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنے کا عزم رکھتا ہوں،

دشمنِ اسلام گروہ عام مسلمانوں کو اس بات پر اپنا ہمخیال بنا رہا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ خلافت کے قابل نہیں ہیں اب ان کو معزول یا قتل کر دیا جائے اور اس گروہ کے آدمی جو مدینۂ منورہ میں موجود تھے انہوں نے حضرت علی رضؓ حضرت طلحہ رضؓ حضرت زبیر رضؓ اور امہات المومنین رضؓ کے نام سے بہت سے خطوط لکھ کر کوفہ و بصرہ و مصر کے ان لوگوں کے نام روانہ کیے جو ان بزرگوں کے نام سے عقیدت رکھتے تھے،

ان خطوط میں لکھا گیا تھا کہ حضرت عثمانؓ اب اس قابل نہیں رہے کہ ان کو تختِ خلافت پر متمکن رہنے دیا جائے! مناسب یہی ہے اور ملتِ مسلمہ کی فلاح و نجات اسی میں ہے کہ اس آنے والے ماہِ ذی الحج میں اس ضروری کام کو سرانجام دیا جائے! یہی وجہ تھی کہ ان تینوں صوبوں کے قافلے یہ مشہور کرکے کہ ہم حج بیت اللہ کے لئے جا رہے ہیں ہر ایک صوبہ سے ایک ایک ہزار آدمی مدینہ منورہ میں فساد مچانے اور قتل و

غارت کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر ان لوگوں کو نے اہلِ مدینہ کے خواص کو اپنے ہمخیال نہ پاکر مصلحت اندیشی پر محمول کیا اپنے عزائم فاسدہ کو پورا کرنے کی خاطر یہ تجویز پاس کی کہ تینوں وفد تینوں حضرات حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، اور حضرت زبیر رضؓ سے ملاقات کریں کہ ہم موجودہ خلیفہ کو کسی صورت بھی پسند نہیں کرتے آپ ہم سے بیعتِ خلافت لے لیں، لیکن ان حضرات نے ان کی اس فرمائش کو سختی سے رد کر دیا جب کوئی صورتِ حال نظر نہ آئی تو مصر والوں نے حضرت علیؓ المرتضیٰ سے کہا کہ ہمارے یہاں کا عامل عبداللہ بن سعد چونکہ ظالم ہے ہم اس کو معزول کرائے بغیر مدینہ سے ہرگز نہ جائیں گے۔

بلوائیوں کے اصرار پر حضرت علی رضؓ المرتضیٰ اور دیگر صحابۂ کرام رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی ضد پوری کرنے کا مشورہ دیا حضرت عثمان رضؓ غنی نے حضرت علی رضؓ اور دیگر صحابہ رضؓ کی تجویز پر محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا عامل مقرر کر کے امارتِ مصر کا فرمان لکھ کر دیدیا اور حضرت علی المرتضیٰ نے ان کو رخصت کر دیا کہ جاؤ تمہاری ضد پوری ہو گئی! لیکن رخصت کرنے کے تیسرے یا چوتھے روز بعد باغیوں کی ساری جمعیت تکبیر کے نعرے بلند کرتی ہوئی مدینہ منورہ میں داخل ہوئی اور حضرت عثمان غنی رضؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا حضرت علی رضؓ کے دریافت کرنے پر انہوں نے بتلایا کہ حضرت عثمان رضؓ نے ایک خط اپنے غلام کے ہاتھ عبداللہ بن سعد کے پاس مصر کی جانب روانہ کیا تھا جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب تمہارے پاس محمد بن ابی بکرؓ اور

فلاں فلاں شخص پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا اور ہم نے وہ خط راستہ میں پکڑ لیا ہے! حضرت عثمان رضہ نے حلفیہ اس خط سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا لیکن بلوائیوں نے مروان کا مطالبہ کیا کہ یہ اس کی شرارت ہے لہذا اس کو ہمارے حوالہ کیا جائے اور حضرت عثمان رضہ کا موقف یہ تھا کہ جب اس خط کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور قبل از وقت ہی یہ خط پکڑ لیا گیا اور کوئی نقصان نہیں ہوا پھر اس کے کاتب کو سزائے قتل، یا ان کے سپرد کرنا جو اس کو قتل کر دیں کسی صورت بھی صحیح نہیں لہذا حضرت عثمان رضہ مروان کو ان کے حوالے نہ کرنے پر مصر رہے جس سے بلوائیوں کے عزائم کو مزید تقویت حاصل ہونا شروع ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضہ کو بلوائیوں نے شہید کر دیا —!

اب یہاں نہ حضرت عثمان کا کوئی قصور ہے اور نہ ہی صحابۂ کرام رضہ کی کوتاہی ہے جو کچھ کیا وہ اس بدترین عنصر نے کیا جس نے اس قسم کے حالات پیدا کر دئے کہ خالی الذہن انسان حضرت عثمان غنی رضہ جیسے خلیفۂ راشد سے متنفر ہو کر بلوائیوں کے ہمخیال نظر آنے لگے،

اکابرین صحابہ بھی مطالبۂ مروان، یعنی مروان کو مسلمانوں کے سپرد کرنے پہ مصر رہے تاکہ مروان سے خط مذکورہ کے وجوہ منظر عام پر لاکر عوام الناس کی شورش اور حضرت عثمان رضہ کے خلاف بداعتمادی کے غلط تاثر کو ختم کیا جا سکے!

دوسری جانب حضرت عثمان ذی النورینؓ کا موقف یہ تھا کہ مروان کو ان کے سپرد کرنے کا یہی انجام ہوگا کہ وہ اس کو قتل کر دیں گے جو شرعی میزان

کی رُو سے ناجائز ہے کیونکہ قبل از وقت خط کا پکڑا جانا جبکہ اس کی وجہ سے کوئی خونریزی نہ ہوئی ہو خط لکھنے کے صلہ میں قتل کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے ؟ دوسرے اس کا یقینی ثبوت بھی کوئی نہیں کہ واقعی اس کا لکھنے والا مروان ہی ہے ہوسکتا ہے کہ وہ جعلی ہو اور محض بلوائیوں کی سازش کا نتیجہ ہو جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اس کے جعلی ہونے کا اقرار کیا ہے ۔ تو ایسے حالات میں حضرت عثمان رض کے موقف کی ہرگز تغلیط نہیں کی جاسکتی ؛

حضرت عثمان غنی رض کے بارے میں واقعۂ مروان کی وجہ سے جو اثرات عام مسلمانوں کے قلوب کو متاثر کرچکے تھے وہ اگرچہ غلط تھے لیکن ظاہری اعتبار سے حقیقتِ حال مشتبہ ہونے کی بنا پر عموماً مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں اس نظریہ کی تائید ہوتی تھی، کہ مروان کو حوالہ نہ کرنے میں حضرت عثمان ذی النورین قصوروار ہیں ۔

اکابرینِ صحابہ رض کا موقف مروان کے بارے میں جو کہ اوپر لکھا جاچکا ہے اگرچہ درست تھا لیکن حضرت عثمان رض اپنے موقف پر آخری لمحات تک ثابت قدم رہے ، اکابرینِ صحابہ رض صرف مطالبۂ مروان میں ان کے ساتھ تھے اور حضرت عثمان رض کے قتل کا ادنیٰ تصور بھی ان کے وہم و گمان میں نہ تھا اور نہ ہی بلوائیوں سے ان کو یہ امید تھی کہ واقعی وہ حضرت عثمان رض جیسے خلیفۂ راشد کو قتل کردیں گے ،

شہادتِ عثمان رض کے بعد جو اختلافات صحابہ رض میں پیدا ہوئے وہ بھی اسی شہادت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے !

اختلافات کی بنیاد ! شہادتِ عثمان رض کے بعد خلافت کی ذمہ داریاں حضرت علی المرتضیٰ کی جانب منتقل ہو گئیں اس کے متصل ہی حضرت عثمان ذی النورین رض کے قصاص کا مطالبہ شروع ہوا کہ جن لوگوں نے ناحق خلیفۂ راشد کو قتل کیا ہے ان سے قصاص لینا ضروری ہے لیکن خلیفۂ وقت حضرت علی المرتضیٰ وقتی حالات و مقتضیات کے پیشِ نظر اس میں متامّل تھے !

طالبین قصاص اس سے اس شبہ میں مبتلا ہو گئے تاخیرِ قصاص کو جانب داری پہ محمول کرنا شروع کر دیا اور ظاہری حالات بھی حضرت علی رض المرتضیٰ کے خلاف تھے !

باغیوں کا سردار محمد بن ابی بکر رض حضرت علی رض کے پروردہ تھے اور شہادتِ عثمانی کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا انعقاد اور مطالبۂ قصاص کے پورا کرنے میں تاخیر یہ ایسے امور تھے جن کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق سوءِ ظنی کا پیدا ہونا مستبعد نہیں تھا ، یہ خطاءِ اجتہادی کا نتیجہ تھا تاخیرِ قصاص اور دوسری جانب طلبِ قصاص یہ دونوں امور اختلافی حدود کی توسیع کا سبب بنے ، گویا یہاں سے دو نظریے شروع ہوئے

طالبینِ قصاص کا نظریہ یہ تھا کہ جب تک قاتلین سے قصاص نہ لیا جائے حرمتِ خلافت برقرار نہیں رہ سکتی ، حضرت علی المرتضیٰ کا موقف بھی یہی تھا ، لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ فریقِ اول خطاءِ اجتہادی کی بناء پہ موجودہ خلافت کے قیام کا قائل بھی نہ ہوا تھا

حضرت علی المرتضیٰ رض فرماتے تھے کہ جب اہلِ مدینہ نے بیعت خلافت کرلی ہے
تو خلافت مکمل ہو چکی ہے اب تمام پر بیعت خلافت لازمی اور ضروری ہے ورنہ
حرمتِ خلافت برقرار نہیں رہ سکتی ۔ :

نتیجہ بحث یہ نکلا کہ طالبینِ قصاص اجتہادی خطار کی بناء پر موجودہ خلافت
کے عدم قیام کے شبہ میں خلافت کے مقابلہ میں طلب قصاص کے فرض سے نکل پڑے
اور خلیفہ وقت حضرت علی المرتضیٰ رض اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے پیشِ نظر
میدان میں صف آرا ہوئے : لیکن دونوں فریق محض دینی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر
میدان میں نکلے تھے ، یہ ہے بنیادی اختلاف کا اجمالی نقشہ ! باقی رہا ان میں
سے کسی ایک کے متعلق کبھی سوءِ ظنی بلکہ اس کا ادنیٰ تصور بھی حبط اعمال کے
لئے کافی ہے اس لئے کسی امتی کو کسی صورت میں بھی اپنے آقا تاجدار مدینہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی بھی صحابی رض کے بارے میں ان کے آپس کے اختلافات
کی وجہ سے حرفِ شکایت زبان پر لانا کسی طرح زیب نہیں دیتا ۔ یہ مشاجرات
محض مصالح ملیہ کے پیشِ نظر دم عثمان رض کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے اور
خلافت پر کوئی ہنگامہ آرائی نہیں ہوئی : اور نہ خلافت کی وجہ سے یہ مشاجرات
پیدا ہوئے :

یہاں اس سوال کا جواب بھی ضروری ہے کہ آخر تاخیر قصاص کی کیا وجہ تھی ؟
اگر حضرت علی المرتضیٰ رض قاتلین سے قصاص لینے میں تاخیر نہ فرماتے تو ملت
نقصانِ عظیم سے محفوظ رہتی :

ایک اہم سوال!

جب حضرت عثمان ذی النورین رض کو باغیوں نے ظلماً شہید کر دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رض پر لازم تھا کہ حضرت طلحہ رض، حضرت زبیر رض وام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض جیسے حضرات طلب قصاص میں پیش پیش باغیوں کو اس کی پاداش میں قتل کر کے ملت کو نقصان عظیم سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے تو حضرت علی رض بجائے قصاص کے اس میں کیوں مانع رہے ــــ ؟

جواب! امور مذکورہ کی وجہ سے جو خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رض کی شہادت کا سبب ہوئے عموماً ایسی فضا پیدا ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے قصاص میں عظیم دشواریاں پیدا ہو گئیں اس لئے کہ حالات اسقدر خراب ہو چکے تھے کہ خط مذکورہ کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رض کے قتل کو تاویل باطل سے مباح سمجھا جانے لگا؛

ایسے حالات میں اہل بغی کے واسطے شرعی قانون یہ ہے کہ اگر وہ امام اور اصحاب عدل کے مطیع و فرماں بردار ہوں ایسی صورت میں جو ان سے جانی و مالی نقصان ہوا ہے اس کی وجہ سے نہ کوئی مواخذہ ہو گا اور نہ ہی ان کو قصاصاً قتل اور نہ ولی الدم کے ان کا حوالہ کرنا ضروری اور لازمی ہے خلیفۂ وقت پر اہل بغی سے قصاص وغیرہ لینا اس وقت ضروری ہے

جب کہ ان کا دبدبہ ختم ہوچکا ہو اور ان کی جماعت متفرق ہوچکی ہو، اور اس کی وجہ سے امن وامان میں خلل واقع ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو لیکن یہاں صورتِ حال بالکل برعکس تھی کہ ان کی شرکت و دبدبہ اور ان کی طاقت برقرار تھی اور جو شخص طلب قصاص کا ارادہ کرے قوم کے عزائم اس کے خلاف خروج کرنے پر پختہ تھے ایسے اسباب کے مہیّا ہونے پر ان سے اغماض اور اعراض ہی بہتر تھا

اور دوسرے یہ کہ قاتلین اور سازش قتل کے شرکاء کا تعیّن شہادتوں کے ذریعہ امر مشتبہ کی حد سے آگے بڑھ کر یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا تھا بغیر یقین قصاص لینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے ؟

ان وجوہ کے پیشِ نظر قصاص نہیں لیا گیا !

ملّا علی قاری اور قصاص !

حضرت ملّا علی قاری حنفی ہونے قصاص نہ لینے کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے !

"انّما لم یقتل علیٌ قتلۃ عثمان لانّھم کانوا بغاۃ اذا الباغی لہ منعۃ وتاویل وکانوا فی قتلہ متاوّلین و کان لھم منعۃ فانھم کانوا یستحلّون ذالک بما نقموا منہ من الامور والحکم فی الباغی اذا انقاد الامام واھل العدل انہ لا یواخذ بما سبق منہ من اتلاف اموال اھل

العدل وسفك دمائهم وجرح ابدانهم فلم يجب عليه قتلهم ولا دفعهم الى الطالب ومن يرى الباغى مواخذا بذالك فانما يجب على الامام استيفاء ذالك منهم عند انكسار شوكتهم وتفرق جمعهم ووقوع الامن على آثار الفتنة ولم يكن شيئا من هذه المعانى حاصلا بل كانت شوكة لهم باقية بادية والمنعة قائمة جارية وعزائم القوم على الخروج على من طالبهم بدمه دائمة ماضية وعند تحقق هذه الاسباب اقتضى تدبير الصائب الاغماض منهم والاعراض عنهم (شرح فقہ اکبر ص)

اور نہیں قتل کیا حضرت علی رض نے قاتلین عثمان رض کو اس لئے کہ وہ باغی تھے اگر باغی کے پاس طاقت اور تاویل ہو اور تھے وہ اس کے (عثمان رض) قتل میں تاویل کرنے والے، اور تھی ان کے واسطے طاقت پس حلال سمجھتے تھے وہ اس کو (حضرت عثمان رض) کے قتل کو۔ بسبب ان امور مذکورہ بالا کی وجہ سے، اور حکم باغی کے بارے میں جب کہ وہ مطیع ہوا امام اور صاحب عدل کا۔ یہ ہے کہ نہ مواخذہ کیا جائے اس سے جو گذر چکا اہل عدل کے اموال تلف کرنے سے اور ان کے خون بہانے سے اور ان کے بدن زخمی کرنے سے۔ پس نہیں واجب امام پر قتل ان کا۔ اور نہ دفع کرنا انکا مطالبہ کرنے والے کی جانب اور جو شخص باغی کے بارے میں (ان نقصانات) کی وجہ سے مواخذہ کا حکم دیتا ہے پس امام پر ان نقصانات کا ایسے پورا کرنا اس وقت واجب ہے جب کہ انکا دبدبہ ختم ہوچکا ہو اور ان کی طاقت متفرق ہوچکی ہو۔ اور امن وامان کے باقی رہنے کا پورا یقین ہو اور

کوئی چیز بھی ان امور سے حاصل نہیں تھی، بلکہ ان کی شوکت کھلے بندوں باقی تھی، اور طاقت بھی قائم و دائم تھی، اور جو شخص ان سے خون کا مطالبہ کرے قوم کے عزائم اس کے خلاف خروج کرنے پر تیار

ان اسباب کے موجود ہونے پر تدبیر صائب کا مقتضیٰ یہی تھا کہ ان سے چشم پوشی اور اعراض کیا جائے!

یہ تھا حضرت علی رض کا نقطۂ نظر جس کی وجہ سے قصاص میں تاخیر کی گئی باقی حضرت طلحہ رض، اور حضرت زبیر رض نے جو کچھ کیا وہ صرف خطاء اجتہادی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرات بھی اصحاب اجتہاد تھے، اور ظاہری اعتبار سے دلائل قتل عمد اور حرمت خلافت کو پامال کرنے والوں سے قصاص لیکر ان کے کلی استیصال کے وجوب پر دلالت کرتے تھے، لیکن تاویل[1] فاسد کو تاویل صحیح سے الحاق کرنے پر عدم مواخذہ کا جو علم خفی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رض کو عنایت فرمایا تھا، اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رض کے حق میں فرمایا ہے۔

عن ابی سعید ن الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلیٍ انک تقاتل علیٰ تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ

(صواعق محرقہ ص۱۷۲)

ابی سعید خدری رض سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رض کو فرمایا کہ تو قتال کریگا تاویل قرآن پر جیسا کہ قتال کیا میں نے نزول قرآن پر۔!

---

[1] تاویل فاسد قاتلین عثمان رض اور تاویل صحیح حضرت علی المرتضیٰ رض

جس طرح حضورؐ کا تنزیل قرآن پر قتال صحیح اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کا تاویلِ قرآن پر قتال صحیح تسلیم کرنا پڑے گا۔:

اگر قصاص ضروری ہی تھا جیسا کہ مولف کتاب خلافتِ معاویہ ویزید کا دعویٰ ہے تو پھر بتلایا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ جب ولی الدم بھی تھے اور اسی واسطے وہ میدان میں نکلے تھے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسن رضؓ کے صلح کر لینے کے بعد اپنی خلافت میں قاتلین عثمان رضؓ سے قصاص کیوں نہ لیا ؟

بلکہ یہ حضرات بھی حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کے موقف کو سمجھ گئے تھے اور اسی واسطے ان میں سے اکثر حضرات کا اپنے نظریہ سے رجوع بھی مذکور ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضؓ سے منقول ہے کہ۔

کاش ! میں ایک درخت رخ ہوتی جنگِ جمل میں نہ جاتی اور حضرت زبیر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے ایک حدیث یاد دلانے پر میدانِ جنگ سے اپنی سواری کا رخ پھیر لیا۔ اور واپسی پر ایک شخص نے ان کو شہید کر دیا۔:

اور اسی طرح حضرت طلحہ رضؓ کے متعلق ثور بن مجزاۃ بیان کرتے ہیں کہ

جنگِ جمل کے دن حضرت طلحہ رضؓ کے پاس سے میرا گذر اس وقت ہوا جب کہ ان کی زندگی کے آخری لمحات باقی تھے، مجھ سے یہ دریافت فرما کر کہ میں حضرت علی رضؓ کے گروہ کا آدمی ہوں، میرے ہاتھ پر حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کے لئے بیعت فرما لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے :

تفصیل کیلئے ازالۃ الخفا کی جانب رجوع کیا جائے !

عباسی صاحب نے اس کے بعد خلافت علی المرتضیٰ رضہ کے متعلق حوالہ جات میں بد دیانتی کا ثبوت دے کر جس طرح انسانی دیانت کے حسین چہرہ کو داغدار کیا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے :

خلافت علی المرتضیٰ رضہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کی نظر میں !

قبل اس کے کہ ازالۃ الخفا مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح سے جو حوالہ جات پیش کرنے میں عباسی صاحب کی دیانت سے نقاب کشائی کی جائے اوّلاً شاہ صاحب رح کا نظریۂ خلافت ہدیۂ ناظرین ہے :

ناظرین اس بحث میں غلطی نہ کھائیں اور اس دقیق نکتہ کو بغور سمجھیں کہ اور اسے اس کے محل پر رکھیں نہ غیر محل پر

میری غرض اس نکتہ کے بیان سے یہ نہیں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضہ خلیفہ نہ تھے یا شرعاً آپ کی خلافت منعقد نہ ہوئی تھی ، اور یا ان حروب اور جنگوں میں جو آپ کو پیش آئیں آپ کی سعی لوجہ اللہ نہ تھی

اعوذ باللہ من جمیع ماکرہ اللہ ؛ (ازالۃ الخفا مقصد اوّل ص۲۳۵)

خلافت علی المرتضیٰ رضہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا نظریہ کس قدر بے غبار ہے جس کی کسی صورت میں بھی تردید نہیں کی جا سکتی !

اس کے باوجود عباسی صاحب نے ازالۃ الخفا سے عبارات میں قطع و برید

کر کے غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے :

خلافت علی المرتضیٰ رضہ پر عدم قیام کے حوالہ جات

عباسی صاحب نے ازالۃ الخفا کی عبارت نقل کر کے اُمّتِ مسلمہ کو دھوکہ دینے کی جو کوشش کی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے :

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک موقع پہ ازالۃ الخفا میں اس امر کا اظہار کرتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در بسیارے از احادیثِ متواتر موجود بہ بطریق متعددہ بیان فرمودند کہ اُمّت بر حضرتِ مرتضیٰ جمع نہ شد لکھا ہے

خلافت برائے حضرت مرتضیٰ	خلافت حضرت مرتضیٰ کے لئے قائم
قائم نہ شد زیرا کہ اہلِ حل و	نہ ہوئی کیونکہ اہل حل وعقد نے اجتہاد
عقد عن اجتہاد و نصیحۃً للمسلمین	سے اور مسلمانوں کی نصیحت کی غرض سے
بیعت نہ کردہ !	ان سے بیعت نہیں کی !

ازالۃ الخفا صفحہ ۲۲۹ جلد ۲ ۔ (خلافتِ معاویہ ویزید صفحہ ۲)

ناظرینِ کرام ، ریسرچ جدید کی حقیقت کا اندازہ کا صرف اس ایک حوالہ سے اندازہ لگائیں کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے ! اوّل جو عبارت کہ آں حضرت م در بسیار سے از احادیث متواتر تا جمع نہ شد نقل کی ہے یہ کتاب کے کسی دوسرے حصّہ سے نقل کی گئی ہے لیکن جہاں سے آئندہ حوالہ نقل کیا ہے وہاں اس عبارت کا نام و نشان تک نہیں ہے !

اب ازالۃ الخفا کی اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے!

حضرت عائشہ، طلحہ، و زبیر رضی اللہ عنہم کا خاطی فی الاجتہاد و در ان کما مغفور اور من زمرۃ من اجتہد فقد اخطأ و فلہ اجر واحد (یعنی جس شخص نے اجتہاد کیا اور اس میں خطا کی اس کیلئے ایک اجر ہے!) ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ شبہ سے متمسک تھے اگرچہ اس سے قوی دلیل موجود تھی اس شبہ کے پیدا ہونے کے دو سبب ہیں - ایک یہ کہ خلافت حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منعقد نہ ہوئی تھی، اس لیئے کہ اہلِ حل و عقد نے غور و فکر اور مسلمانوں کی مصلحت دیکھ کر بیعت نہ کی تھی،

(ازالۃ الخفا حصہ سوم صفحہ ۳۵۴ اردو)

اس کے بعد فاضل موصوف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مظلومانہ قتل کے انتقام نہ لینے پر ریمارک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمام عالم اسلام میں خلیفہ شہید رضی اللہ عنہ کے مظلومانہ قتل سے اک آگ سی لگ گئی اور ہر طرف سے انتقام انتقام کا نعرہ بلند ہوا! یہ صورتِ حال بہت حد تک سنبھل سکتی تھی اگر قصاص لینے کی تدبیر کی جاتی مگر قصاص نہ لیا گیا - محدث دہلوی رح فرماتے ہیں

دوم آنکہ قصاص حق است و حضرت مرتضیٰ قادر است بر اخذ قصاص ذی النورین و اخذ آن نمی کند بلکہ مانع آن است و حضرت مرتضیٰ نیز بخطاء اجتہادی حکم فرمود	دوسرے یہ کہ قصاص لینا حق ہے اور حضرت مرتضیٰ ذی النورین کے قصاص لینے پر قادر ہیں لیکن نہیں لیتے، بلکہ اس سے مانع ہیں اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی خطاءِ اجتہادی سے کام لیا!

ازالۃ الخفا صفحہ ۲۶۹ ج ۲

(خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۳)

فاضل مصنّف کی قابلیّت

ناظرین کرام! صاحب ریسرچ کی علمی قابلیت کا اندازہ لگائیں کہ آنجناب پہ یہ مثال کس طرح چسپاں ہوتی ہے! یہ تو نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملّا خطرۂ ایمان والی مثال ہوتی!

اگر مصنّف بننے کا ہی شوق دامنگیر تھا تو کچھ قابلیت تو پیدا کرنی چاہئے تھی یہ جملہ کہ حضرت مرتضیٰ خطاء اجتہادی حکم فرمود اور حضرت مرتضیٰ رضہ نے بھی خطاء اجتہادی سے کام لیا نابید عبارت سے تعلق رکھتا ہے اور ترجمہ بھی غلط کیا ہے اس جملہ کا یہاں نقل کرنا درست اور نہ ہی اس کا ترجمہ صحیح ہے جیسا کہ اصل عبارت سے معلوم ہوگا۔ ازالۃ الخفاء کی اصل عبارت یہ ہے!

دوسری وجہ شبہ کی یہ تھی کہ قصاص حق ہے اور حضرت علی المرتضیٰ قصاص لینے پر قادر ہیں، پھر ذی النورین کا قصاص نہیں لیتے! بلکہ اس سے مانع ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضہ خود بھی ان لوگوں کی خطائے اجتہادی کے قائل تھے، ابوبکر نے ابوالبختری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا لوگوں نے حضرت علی رضہ سے اصحاب جمل کی بابت دریافت کیا کہ کیا وہ لوگ مشرک ہیں آپ نے کہا شرک تو وہ چھوڑ چکے ہیں لوگوں نے کہا کیا وہ منافق ہیں آپ نے کہا منافق خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں لوگوں نے کہا پھر وہ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا وہ ہمارے بھائی ہیں، انھوں نے ہم پر بغاوت
کی۔ اور آپ نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ میں اور وہ ان لوگوں
کی طرح ہونگے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ۔ اور ہم نے ان کے دلوں سے کینہ کو نکال دیا بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں!

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے! ازالۃ الخفا ص ۳۵۵/۲۵۶

اب اصل عبارت کا ماقبل اور مابعد فاضل موصوف کے پیش کردہ حوالجات
سے تقابل کیجئے اور مدعی تحقیق کا اندازہ لگائیے کہ کس طرح صریح بددیانتی
کی ہے! حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ کی عبارت کا تو مطلب یہ ہے کہ حضرت
عائشہ رض اور حضرت طلحہ رض و زبیر رض کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رض سے قتال
کرنے کی وجہ سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں کی جا سکتی! اس لئے کہ وہ خطائے
اجتہادی کی بناء پر معذور تصور کئے جائیں گے! کیونکہ وہ شبہ سے متمسک تھے
اگرچہ اس شبہ سے قوی دلیل موجود تھی۔

آگے حضرت شاہ صاحبؒ نے اس شبہ پیدا ہونے کے دو سبب ذکر
کئے ہیں آخر میں حضرت شاہ صاحبؒ نے خود حضرت علی رض کا نظریہ ان حضرات
کے بارے میں پیش کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رض بھی ان حضرات کی خطائے اجتہادی
کے قائل تھے، اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص ان حضرات کے بارے میں غلط
نظریہ رکھے تو پھر یقین جانیئے کہ وہ اپنے نفس کا بندہ ہے!

لیکن فاضل موصوف نے اپنی علمی قابلیت کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو اصل عبارت سے کاٹ کر ماقبل سے جوڑ دیا اور پھر ترجمہ بھی غلط کیا ہے ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس سے بخوبی واقف ہے کہ حضرت مرتضیٰ رض نیز بخطاء اجتہادی حکم فرمود کا صحیح ترجمہ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے بھی خطاء اجتہادی کا حکم فرمایا ہی قرار دیا جا سکتا ہے ؛ لیکن مدعی تحقیق ترجمہ یوں کرتے ہیں

"اور حضرت علی رض نے خطائے اجتہادی سے کام لیا !"

کیا یہ علمی قابلیت کا ثمرہ ہے یا ریسرچ کا نتیجہ !

حقیقت حال

فاضل موصوف نے خلافت حضرت علی المرتضیٰ رض کی جس قدر کمزور پوزیشن دکھانے کی ناسعود کوشش کی ہے کہ ان کی خلافت ہی سبائی گروہ کے غلبہ و اثر سے قائم ہوئی تھی اور سبائی گروہ اپنے اثر کی وجہ سے جو چاہتا حضرت علی المرتضیٰ سے کروا لیتا اسی وجہ سے امت کی بھاری اکثریت نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ ان کی خلافت شرعی نہ تھی بلکہ سبائی گروہ کے اثر کا نتیجہ تھی ۔

لیکن آگے یزیدی دور اقتدار کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے اسے ملاحظہ کرنے کے بعد فاضل موصوف کی ریسرچ کی حقیقت کا اندازہ لگائیں :

کہ راشدین کے عہد سے لے کر اموی دور کے آخر تک یہ اصول کارفرما رہا کہ ہر علاقہ اندرونی حیثیت سے خود مختار ہو

نظم و نسق کے اُمور دین کے لوگوں کے ہاتھ میں رہیں اور اپنی
عسکری قوّت بھی ہر علاقہ خود مہیّا کرے ۔ حکومت کا نظام
اگر مستبدانہ ہوتا یا کوئی اور خرابی پیدا ہو گئی ہوتی جو مذہبی امور
میں خلل انداز ہوتی تو حکومت کے خلاف فوجی قوت مہیّا کر لینا
کچھ بھی دشوار نہ تھا :

(خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۸۶)

ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جب مذہبی امور میں خلل اندازی کی صورت میں
حکومت کے خلاف فوجی طاقت مہیّا کر کے اس کو ختم کرنا کچھ بھی دشوار نہیں تھا
تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی خلافت سبائی گروہ کے اثر سے کیسے قائم ہوئی
اور کیوں فوجی طاقت مہیّا کر کے اس کو ختم نہ کیا گیا ؟ اور سبائی گروہ کے اثر کو
امّتِ مسلمہ نے کیوں کر برقرار رہنے دیا ۔ ؟ کیا امّت مسلمہ کی حرارتِ ملّیہ ختم
ہو چکی تھی ؟

جب راشدین کے دَور میں بھی یہی اصول کارفرما تھا جو یزید اور دیگر اموی
فرمانرواؤں کے دَور میں رہا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی خلافتِ راشدہ کے
ساتھ یہ امتیازی سلوک ریسرچ کا نتیجہ ہے یا رقابتِ خاندانی کا ؟

مسئلہ قصاص !

مؤلف کتاب خلافتِ معاویہ و یزید حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کے بارے
میں حضرت عثمان ذی النورینؓ رضؓ کا قصاص نہ لینے پر فرماتے ہیں :

کہ تمام عالم اسلام میں خلیفہ شہید کے مظلومانہ قتل سے اک آگ سی
لگ گئی اور ہر طرف سے انتقام انتقام کا نعرہ بلند ہوا یہ صورت حال
بہت حد تک سنبھل سکتی تھی اگر قصاص لینے کی تدبیر کی جاتی:
مگر قصاص نہ لیا گیا: (صـ۳۱)

اس کا جواب تو پہلے گذر چکا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے کیوں تاخیر فرمائی!
لیکن عباسی صاحب نے یہ تحریر نہ فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ نے پھر کیوں
قصاص نہ لیا ہے؟ کیونکہ قصاص کی فرضیت تو ان کی خلافت میں بھی برقرار تھی! اور
وہ ولی الدم بھی تھے: اگر قصاص لیا تو اس کا ثبوت ضروری ہے لیکن کتب
تاریخ اس سے خالی ہیں!

آخر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس وقت سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ نے قصاص
میں تاخیر فرمائی انہی وجوہات کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصاص
نہیں لیا۔!

کیا اسی کا نام ریسرچ ہے؟

خلافت سے معزولی اور شہادت کے تحت عنوان عباسی صاحب فرماتے ہیں
کہ ثالثوں نے اتفاق رائے سے حضرت علی رضؓ کو منصب خلافت
سے معزول کر کے نئے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ اہل حل وعقد کے
مشورہ پر منحصر کیا ہے!

اس سے کچھ آگے حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اور یہ سانحہ پیش نہ آتا تو امت کے مشورہ سے نئے خلیفہ کا انتخاب ہوتا اور تاریخی واقعات کا رخ ہی دوسرا ہوتا۔ بہرحال جو مقدر تھا پیش آیا۔" (خلافتِ معاویہ و یزید ص۱۴)

ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحسب تحریر عباسی صاحب منصب خلافت سے معزول کردئیے گئے تھے تو سانحۂ شہادت پیش آنے کی وجہ سے نئے انتخاب میں کونسا امر مانع آیا؟ کہ ایک ضروری اور لازمی امر کو امت مسلمہ نے قابل التفات ہی نہ سمجھا جب سید الانبیاء فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی وجہ سے مدینہ منورہ میں قیامت برپا تھی اور آقا کی جدائی سے تمام عالم اسلام بے بسی کے عالم میں تھا۔ سرور عالم دعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات سے اور کونسا دن مسلمانوں کے لئے غم واندوہ کا باعث ہو سکتا ہے؟

جب اس وقت مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر آپؐ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے محض مصالح ملیہ اور مقتضیات احکام اسلامی کے پیش نظر انتخاب خلیفہ کے کام کو اولین سرانجام دینے میں معمولی تاخیر بھی برداشت نہ کی تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آنے کی وجہ سے جبکہ وہ معزول بھی کردئیے گئے تھے کسی خلیفہ کا منتخب نہ کرنا کیسے اور کیوں کر صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

• بلکہ مزید براں سانحۂ شہادت پیش آنے کی وجہ سے تو انتخاب جدید میں مزید سہولت پیدا ہو گئی تھی! تو پھر کیا وجہ ہے کہ جدید انتخاب نہ ہوا اور نہ ہی تاریخی واقعات کا رخ دوسری جانب ہوا۔

جب باقرار فاضل مصنف خلافت کے بارے میں تاریخی واقعات کا رخ

بھی حضرت علی المرتضیٰ رضہ اور اہل سنت والجماعت کے موقف کی تائید کرتا ہے تو کیا پھر خلافت راشدہ کے بارے میں نہ مکمل ہونے یا ان کے معزول کرنے کا پروپیگنڈا ملحدانہ روش کا نتیجہ ہے یا خاندانی رقابت کا ثمرہ !

رہا واقعہ تحکیم۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ تاریخ داں حضرات بخوبی واقف ہیں کہ وہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا تھا اور خود واقعات بھی اس کی تغلیط کرتے ہیں ورنہ تمام صحابہ وتابعین حضرات کو مداہن فی الدین کہنا پڑے گا ! نعوذ باللہ من ذالک

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد !
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے !

حضرت عقیل رضہ اور ریسرچ جدید !

فاضل موصوف نے حضرت عقیل رضہ کا اپنے بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی رفاقت چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ رضہ کے پاس جانے کی جو وجہ پیش کی ہے وہ ملاحظہ کیجئے !

سبائیوں کی من مانی حرکات دیکھ کر کہ جو چاہتے حضرت علی رضہ سے کرا لیتے ہیں ان کے بعض عزیز قریب بھی بیزار ہو گئے ! حضرت علی رضہ کے برادر بزرگ حضرت عقیل رضہ کی دور بین نگاہوں نے اس صورت حال کا جائزہ لے لیا تھا اور سمجھ گئے تھے کہ ان کے بھائی کے گرد وپیش جو لوگ سبائی پارٹی کے ہیں وہ ملت کا بیڑا غرق کئے بغیر نہ رہیں گے اسی ضمن میں دشمنوں نے کتنے ہی لطیفے

اور کتنی ہی پھبتیاں کسی ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار کا امکان نہیں کہ حضرت عقیل رض حضرت علی رض کے سگے بڑے بھائی بزرگ خاندان تھے وہ اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر ان کے مدمقابل حضرت معاویہ رض کے پاس جو حضرت عثمان رض کے ولی الدم اور طالب قصاص تھے چلے گئے :
(خلافت معاویہ ویزید ص۸)

اگر اس تحریر کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی حضرت عقیل رض کے الگ ہونے کے مذکورہ بالا اسباب ہی ہیں تو قابل غور یہ چیز ہے کہ پھر حضرت عقیل رض کے علاوہ صحابۂ کرام رض و دیگر علماء امت جو حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھے اور آخر وقت تک ساتھ نہیں چھوڑا ان کے بارے میں کیا نظریہ قائم کیا جائیگا ؟
اس مسئلہ میں فاضل موصوف کا نظریہ پیش کرنا ہی زیادہ موزوں ہے :

امت کی حرارت دینیہ !

اُمت مسلمہ میں آج بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پہ کٹ مرنے کا جذبہ فنا نہیں ہوا حالانکہ علم وتقویٰ ، قوت ایمانیہ ، اور اخلاق و کردار میں انہیں سلف صالحین سے دُور کی نسبت بھی نہیں ۔
بڑی سے بڑی جابر حکومت کو سب سے زیادہ مشکل اگر کوئی کام نظر آتا ہے تو وہ ہے مسلمانوں کو محکومی پر راضی رکھنا انتہائی بے سرو سامانی کے باوجود نہایت با جبروت قوت سے ٹکر لینا اور اس کے لئے مسلمانوں کو کھینچ کر لینا مشکل نہیں پھر کیسے

باور کیا جاسکتا ہے کہ ازواج مطہرات اور کبار صحابہؓ اور اکابر آل بیت کی موجودگی قرن اوّل کے وہ مسلمان جنہوں نے قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی اور بڑھاپے ہیں کافروں اور باطل قوتوں سے جا ٹکرائے اس وقت دین سے ایسے برگشتہ اور تقاضائے ملّیہ سے اتنے بے پروا ہو گئے تھے کہ انہوں نے ایک فاسق اور جابر کو اپنے اوپر مسلط رہنے دیا!

(خلافت معاویہ و یزید ص۸۴)

اب ناظرین کرام عباسی صاحب کے دونوں مضامین کا غور سے مطالعہ کریں کہ اگر اقتدار یزید کے خلاف صحابۂ کرام کا خروج نہ کرنا دین سے برگشتہ اور تقاضائے ملّیہ سے بے پروا ہونے کا ثبوت ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ جو سبائی گروہ کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے اور ہر جائز و ناجائز کام سبائی گروہ کے کہنے پر کر گذرتے تھے، صحابۂ کرام اور دیگر صلحاء امت کا ان تمام چیزوں کے باوجود ان کی بیعت پر مستقیم رہنا اور زندگی کے آخری لمحات تک انکا ساتھ نہ چھوڑنا دین سے برگشتہ اور تقاضائے ملّیہ سے بے پروا ہونے کا ثبوت کیوں نہیں؟ - اگر اقتدار یزید میں انکا خاموش رہنا اگرچہ یہ بھی غلط ہے یزید کے اتقاء اور پارسائی کی دلیل ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی خلافت پر صحابہ و غیر صحابہ رضہ کا آخری دم تک مستقیم رہنا ان کے اتقاء و پارسائی کا ثبوت کیوں نہیں؟

باقی رہی حضرت عقیل رضہ کی حضرت امیر معاویہ رضہ کے پاس جانے کی اصل حقیقت وہ صرف مالی مشکلات کے پیش نظر وہاں تشریف لے گئے تھے

انہوں نے حضرت علی رض سے اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے تقاضا بھی کیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر کہ میں آپ کو دوسرے غریب مسلمانوں کے ساتھ بیت المال سے تمہارا حصہ دے سکتا ہوں ان کے اصرار پر آپ نے جواب دیدیا اور حضرت علی المرتضیٰ رض اگرچہ اپنے بھائی کی اعانت فرما سکتے تھے کیونکہ وہ اعانت کے مستحق تھے لیکن حالات اجازت نہیں دیتے تھے اس لئے کہ ان کے اس صحیح اور جائز فعل کو رشتہ دار ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک پر محمول کرنے کا اندیشہ تھا اور حضرت امیر معاویہ رض کے ہاں اس چیز کا اندیشہ نہیں تھا اس بناء پر وہاں تشریف لے گئے ۔ (صواعق محرقہ ص۷۹)

یہ تھی حضرت عقیل رض کی حضرت امیر معاویہ رض کے پاس جانے کی اصل حقیقت ۔ اگر فاضل موصوف کے کذب و افترا کو صحیح مانا جائے تو نہ صحابۂ کرام رض کی ذوات مقدسہ اور نہ ہی دیگر علماء امت اور نہ خود حضرت علی المرتضیٰ رض صحیح معنیٰ میں مسلمان قرار دئے جا سکتے ہیں ۔

(نعوذ باللہ من ذالک)

ـــــ ٭ ـــــ

خلافتِ مرتضوی پر تنقید کی حقیقت !

فاضل موصوف نے خلافتِ راشدہ حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی پوزیشن کمزور دکھانے کیلئے جو "رویّہ" اختیار کیا ہے اس کی ایک اور مثال ملاحظہ کیجئے !

کہ بخلاف حضرات خلفاء ثلاثہ کہ جن کی بیعت پر تمام امّت مجتمع تھی اتحاد و اتفاق تھا ، کفار کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیاں تھیں ، بڑے بڑے ملک فتح ہوئے مگر حضرت علی رضہ کے زمانہ میں نہ کوئی جہاد ہوا نہ کوئی ملک و شہر فتح ہوا نہ ملّت ان کی بیعت پر مجتمع ہوئی آپس ہی میں تلواریں چلتی رہیں

خلافتِ معاویہ ویزید صفحہ ۱۳

اس سے عباسی صاحب کا مقصد ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضہ خلافت کے اہل نہیں تھے ، حالانکہ یہ چیز بالکل غلط و بے بنیاد ہے ۔ کیا کوئی مسلمان حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ جسارت کرسکتا ہے کہ ساڑھے نو سو برس تبلیغ کرنے پر جس پیغمبر پر صرف چند افراد ایمان لائے وہ بھی ان کے اپنے خاندان کے ہوں کہ وہ منصب رسالت کے اہل نہیں تھے ، نعوذ باللہ من ذالک !

جب حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر باوجود اس قدر طویل مدّت تبلیغ کرنے

پر قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کی رفعت شان میں سوء ظن کا تصور بھی اسلام کے نزدیک کسی صورت میں برداشت نہیں! تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضہ کے بارے میں مشاجرات کی وجہ ان کی منقصت شان و عدم اہلیت پر استدلال کرنا کیسے اور کیوں کر صحیح تصور کیا جا سکتا ہے؟

اس لئے کہ جب قلت ظہور ہدایت شان رسالت میں قادح نہیں تو پھر عدم انتظام خلافت یعنی وجود مشاجرات خلیفہ راشد کیلئے کیونکر قادح تصور کئے جا سکتے ہیں؟

باقی عباسی صاحب نے اس سلسلہ میں جو حوالہ جات منہاج السنۃ اور ازالۃ الخفاء سے پیش کئے ہیں ان کی یہ غرض ہرگز نہیں جو عباسی صاحب بیان فرما رہے ہیں ان کی غرض تو صرف اتنی کہ ان کے زمانہ میں اس طرح ہوا۔ باقی یہ کہ اس سے ان کی شان خلافت میں منقصت کا کوئی پہلو بیان کرنا ہرگز مراد نہیں!

حضرت علی رضہ المرتضیٰ کی خلافت تعریف خلافت و شرائط خلافت اور انعقاد خلافت کے طریقے گویا کہ ہر اعتبار سے جامع اور مانع ہے جس طرح خلفاء ثلاثہ رضہ کی تنقیص شان کا کوئی پہلو اسلامی حدود میں برداشت نہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ راشد کی منقصت کا ادنیٰ تصور بھی حرارت ایمانی کے نزدیک جرم عظیم سے کم نہیں —!

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

قبل اس کے کہ یزید کے چہرہ سے نقاب کشائی کی جائے اس ناخلف بیٹے کی وجہ سے غلط اشتباہات کی بناء پر مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر ہونے والے اور نورِ نبوت کی شعاعوں سے فیض یاب ہونے والے حضرت امیر معاویہ رض کو جو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اوّلاً اس کے متعلق چند معروضات ہدیۂ ناظرین ہیں!

سیدنا حضرت امیر معاویہ رض کی ذات گرامی مجموعۂ محاسن و کمالات ہے آپ نے بلا واسطہ ہدایت کے مدارج منیر سے اپنے ظاہر و باطن کو منور فرما کر دربارِ رسالت سے ہادی مہدی ہونے کا جو شرف حاصل کیا ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس پاک و مقدس جماعت میں حضرت امیر معاویہ رض داخل ہیں ان کے بارے میں شہادت قرآنی ملاحظہ فرمایئے!

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (الآیہ عمران)

اور تم ہو بہتر امتوں سے جو بھیجی گئی ہے عالم میں۔ حکم کرتے ہو نیکی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ الآیۃ (بقرہ)

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۔

محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، پہچان ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے۔

(فتح)

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۔

اور جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر وہ تمہاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے۔ پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دلوں میں ایمان کی اور اچھا دکھایا اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکمت والا ہے۔

(حجرات)

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهٗ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(تحریم)

جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کریگا نبی کو۔ اور ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اس کے ساتھ ان کی روشنی دوڑتی ہے ان کے آگے اور ان کے داہنے۔ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے

پوری کر دے ہم کو ہماری روشنی ۔ اور معاف کر ہم کو بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے؛

(سورۃ تحریم)

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات کو جو قطعی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اعلیٰ درجہ کی صفات کاملہ پر شہادت دیتی ہیں اور جن کے مصداق اوّل یہی حضرات ہیں کو غور سے پڑھیئے اور اس پاک و مقدس ترین جماعت کے فضائل و مناقب اور دربار ایزدی میں ان کی مقبولیّت آفتاب نبوّت کے فیضان صحبت سے اس قدر ترقی پذیر ہوئی کہ خالق السمٰوات والارض نے اپنی کتاب لاریب میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا خطاب عطا فرما کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات مقدسہ کے بعد تمام کائنات سے افضل ترین اسی پاک باز گروہ کو شمار کیا ہے ۔؛

آفتاب نبوّت کی شہادت

شہادت قرآنی کے بعد آفتاب نبوّت کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے ؛

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم (الحدیث)	میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی تم اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔؛
خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم (الحدیث)	سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے متصل ہے ۔ پھر جو اس سے متصل ہے ؛

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ
(الحدیث)

ڈرو اللہ سے۔ ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے بارے میں پس جو دوست رکھتا ہے انکو میری دوستی کی وجہ سے دوست رکھتا ہے اور جو دشمنی رکھتا ہے ان سے بسبب میری دشمنی کے دشمن رکھتا ہے!

فلو انفق احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ (او کما قال) (الحدیث)

اگر تم میں کوئی پہاڑ اُحد کے برابر سونا خرچ کرے تو میرے صحابی کے مد کے ثواب اور نہ اس کے آدھے ثواب کے برابر پہنچے!

ان روایات کے ہم معنی اور بہت احادیث صحیحہ کتب احادیث میں موجود ہیں جو کہ عامۃ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعلیٰ مناقب پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر اس کے ساتھ اتباع امت کو لیجئے! کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ ایک لحظہ کیلئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرلی اور ایمان کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا وہ بعد کے تمام اولیاء اللہ، اتقیاء امت قطب و ابدال سے افضل ہے!

صحابۂ کرام کے مذکورہ بالا فضائل و مناقب کے ہوتے ہوئے کسی ایک صحابی کے متعلق بھی بدگمانی کرنا احکام اسلامی کی تضحیک ہے! خواہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رض کی ذات گرامی ہو یا حضرت امیر معاویہ رض کی شخصیت!

~ ⁂ ~

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضہ کی ذات گرامی مجموعہ محاسن و کمالات ہے!
قدرت نے جہانگیری و جہانبانی کے علاوہ جو اوصاف آپ کی ذاتِ پاک
میں ودیعت فرمائے وہ اپنی مثال آپ ہیں!

آپ کے فضائل کے لئے تو مستقل تصنیف کی ضرورت ہے لیکن یہاں
صرف ایک دو چیزیں ہدیۂ ناظرین ہیں!

سیدنا حضرت امیر معاویہ رض قرابتِ خاندانی کے علاوہ فضیلت صحابیت
اور فضیلت مصاہرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور کے سالے ام حبیبہؓ ام المومنین
کے بھائی ہونے کی وجہ سے ۔ حضرت امیر معاویہ رضہ اس رشتہ کی بنا پر حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ماموں، اور صاحبزادگان حضرت حسن و حسین رض کے نانا
مانے جاتے ہیں! ان کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

اللھم اجعلہ ھادیا و مھدیا ۔ (ترمذی شریف)	اے اللہ! کر اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ!
اللھم علمہ الکتاب والحساب وقہ العذاب (کنز العمال)	اے اللہ! اسے کتاب اور حساب کا علم سکھا دے اور اسے عذاب سے محفوظ رکھنا!

حضور کے پہلے ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ نہ صرف ہدایت کرنے والے بلکہ خود بھی ہدایت یافتہ تھے ۔ اور دوسرے ارشاد سے محاسن دنیوی و اُخروی کے جامع اور مصائب دنیا و آخرت سے مجتنب رہنے کی جانب اشارہ فرمایا ہے ۔ گویا کہ محاسن کی تمام اقسام کے جامع ہونے کی دعا فرمائی ہے ۔ اس سے روز روشن کیطرح ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ آپؐ کو بہت عزیز تھے ۔:

روایتِ حدیث !

ذخیرہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہوئی حضرت امیر معاویہ رضؓ کے واسطہ سے ایک سو تیس احادیث ہیں ان سے روایت کرنے والے ابنِ عباسؓ ، ابن عمرؓ ، ابنِ زبیرؓ ، ابوالدرداءؓ وغیرہ صحابہ اور ابن المسیبؒ ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ ، تابعین حضرات کی جماعت ہے ۔

کاتبِ وحی !

حضرت امیر معاویہ رضؓ کاتب وحی بھی تھے علامہ طبری نے وحی قرآنی کی کتابت کرنے والے تیرہ حضرات کے نام تحریر کیئے ہیں :

حضرت صدیقِ اکبر رضؓ ، فاروقِ اعظم ، عثمان غنی ، علی مرتضیٰ ، عامر بن فہیرہ ، عبداللہ بن ارقم ، ابی بن کعب ، حضرت ثابت ، خالد بن سعید ، حنظلہ زید بن ثابت ، حضرت معاویہ ، شرحبیل ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ،

لیکن حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت زید رضؓ ہمیشہ حضور کی صحبت میں رہتے ۔ اور سب سے خاص مہارت کے کاتب تھے !

بشارتِ جنّت !

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو دریا میں جہاد کرے گا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ۔ اس لشکر سے مراد حضرت امیر معاویہ رضؓ کا لشکر ہے اس لئے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں بحری جہاد انہی کے لشکر نے کیا !

مذکورہ بالا فضائل ومناقب کی موجودگی میں حیرت واستعجاب کا مقام ہے کہ بعض مسلمان اس عظیم ترین شخصیت کو غلط پروپیگنڈہ سے ہدف مطاعن اور مورد الزام ٹھہراتے ہیں ۔ !

حضرت امیر معاویہ رضؓ کی حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے جنگ اور استخلاف یزید کی وجہ سے ان کو مورد الزام ٹھہرانا کسی صورت میں صحیح نہیں ۔ !

اس سلسلہ میں چند مقدمات ملاحظہ فرمائیے !

۱ ۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں ! اور جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ قطعیت کا درجہ نہیں رکھتیں لیکن وہ اسانید کے لحاظ سے اس قدر قوی ہیں کہ تاریخی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں ۔ اس لئے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات واحادیث صحیحہ میں تعارض ہوگا تو تاریخ کو غلط کہنا ضروری ہے !

۲۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اگرچہ معصوم نہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر اصلاح ہو گئی ہے اور ان کی نسبتِ باطنیہ اس قدر قوی ہو گئی کہ مابعد کے اولیاء اللہ، سالہا سال کی ریاضتوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے"۔ اور یہی وجہ ہے کہ اجماع امت ہر صحابی کی افضلیت مابعد والوں پر منعقد ہے۔ اسی واسطے حضرت امام شافعی رح سے جب پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رض؟
آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ رض کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار ہو کر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے عمر بن عبدالعزیز رح سے افضل ہے!

۳۔ معصوموں سے اگرچہ قصداً گناہ نہیں ہو سکتا مگر غلط فہمی سے بسا اوقات ان سے بڑے بڑا گناہ ہو جاتا ہے مگر یہ گناہ صورتاً ہی گناہ ہے حقیقت میں نہیں! حقیقت میں اس کو گناہ نہیں کہا جائے گا!
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داڑھی اور سر پکڑ کر کھینچنا ایک پیغمبر کی (وہ بھی بڑا بھائی) سخت اہانت ہے! جو کہ دوسری جگہ میں کفر بلکہ شدید کفر ہے۔ مگر یہاں گناہ بھی شمار نہیں کیا گیا!
محشر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی قتل کرنے کی وجہ سے مقام شفاعت عامہ میں اقدام کرنے کی جھجک ہو گی مگر یہ امر یعنی

حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ایسا سلوک اس وقت باعثِ خوف نہ ہوگا حالانکہ وہ قبطی کافر تھا، ملک دار الحرب تھا، دشمنِ خدا اور رسول کا ہم قوم اور رشتہ دار تھا ظالمانہ طریقہ پر اسرائیل پر غلبہ کرتا ہوا ستا رہا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کا ارادہ بھی نہ کیا تھا۔ اور پھر اس کے بعد معافی مانگ لی اور معافی دیدی گئی!

قَالَ رَبِّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی	کہا اے میرے ربّ ہم نے برا کیا
فَاغْفِرْ لِی فَغَفَرَ لَہٗ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ	اپنی جان کا سو بخش مجھ کو پھر اس کو
الرَّحِیْمُ ؁	بخشدیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے

مگر اس ذنب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغفار بھی منقول نہیں،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو پھینک دیا۔

وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ (سورۂ اعراف)

کتاب کو پھینکنا اور پھر وہ کتاب اللہ جو ابھی کو دی گئی ہو، جس میں کوئی شبہ نہیں کس قدر بڑا گناہ ہے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوئی مواخذہ نہیں ہوا اور یقیناً یہ دونوں امور اس غلط فہمی پر مبنی ہیں جو ان کو حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی تھی اور اس جوش نے یہ سب کچھ کرایا تھا جو عشقِ خداوندی سے شرک کی حالت کے مشاہدہ سے پیدا کیا تھا! یہ جوش اس وقت پیدا نہیں ہوا تھا جب کہ طور پر خبر دی گئی تھی

فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ

وَاَضَلَّھُمُ السَّامِرِیُّ!

اگر معصوم غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بڑے بڑے امور کا مرتکب ہو سکتا ہے تو غیر معصوم خواہ وہ کتنا ہی بڑی منقبت والا کیوں نہ ہو غلط فہمی میں کیوں مبتلا نہیں ہو سکتا؟ اور اگر اس غلط فہمی کی وجہ سے نبی اللہ اور کتاب اللہ کی اہانت اور ہاتھ پائی پر مواخذہ نہیں ہوتا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضہ اور صاحب زادوں سے جنگ و جدال پر کیا مواخذہ متردک نہیں ہو سکتا؟

اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ بھائی پر ان کی رشتہ داری اور قرابتِ قریبہ کیوجہ سے تیز ہو سکتا ہے؟ تو بنی ہاشم، اور حضرت علی المرتضیٰ اور صاحب زادوں پر حضرت امیر معاویہ رضہ کا غصہ کیوں تیز نہیں ہو سکتا؟ ہر دو ابناء عم ہی تو ہیں تو پھر کسی اور کو مداخلت کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟

مخالفت و عداوت

ان حضرات کی باہمی مخالفت سے ان کی باہمی عداوت پر محمول کرنا کسی طرح جائز نہیں اس لئے کہ مخالفت اور عداوت میں فرق ہے کیونکہ مخالفت کو عداوت لازم نہیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ دو مسلمانوں میں امور دنیادی میں مخالفت ممکن ہے اگرچہ بمقتضائے ایمان وہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں لہذا مخالفت عداوت سے عام ہو گی کہ جہاں مخالفت ہو عداوت کا وہاں ہونا لازمی نہیں! لیکن اس کے برعکس کہ جہاں عداوت ہو مخالفت وہاں ضرور ہو گی!

ان کی آپس کی مخالفت و آزردگی سے کسی شخص کو دخل دینے کا مطلقاً جواز نہیں ہے۔ کیا کوئی صاحب ایمان حضرت علی المرتضیٰ رضہ اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضہ ان دونوں کی آپس میں آزردگی کی وجہ سے مداخلت کرسکتا ہے؟ جیسا کہ حضرت علی رضہ کی کنیت ابو تراب کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت علی رضہ حضرت فاطمہ رضہ سے آزردہ خاطر ہو کر مسجد میں لیٹے ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر قُمْ یا ابو تراب فرمایا۔

باوجود مساوات درجہ و مرتبہ کے تقاضائے بشریت پر محمول کیا جائیگا! جیسا کہ ملا رفیع نے از علماء شیعہ اس واقعہ کو نقل کیا ہے:

اس تمام بحث کے پیش نظر انصاف کی نگاہ سے فیصلہ کیجئے کہ اگر محض غلط فہمی کی بناء پر حضرت علی المرتضیٰ رضہ سے جنگ کرنے والے حضرات اس قدر معذب اور مورد الزام ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے حق میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ کہ انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام سے محاربہ میں کوئی قصور نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ حضرت ہارون علیہ السلام زاری سے پیش آئے اور فرمایا

یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی!

اے میرے بھائی نہ پکڑ میری داڑھی، اور نہ سر میرا لڑائی میں

ان کے علاوہ اور کیا چیزیں ہو سکتی ہیں؟

~~~
~~~

نتیجۂ بحث !

حضرت علی المرتضیٰ بھی بمطابق ارشادِ نبوی أَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی ! وہ رتبہ رکھتے تھے - !

ادھر ام المومنین زوجۂ مطہرہ رسول و دیگر اصحاب رسول اللہ مثلاً حضرت طلحہ رض و زبیر رض و امیر معاویہ رض جیسے حضرات جن کی شان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے

ان حضرات نے اگر حضرت علی رض کو قاتلین عثمان رض کا حامی اور اجراءِ قصاص میں سستی کرنے والا سمجھ کر غلط فہمی کی بنا پر ان سے لڑائی کی تو ہرگز ان کے متعلق سوءِ ظنی نہیں کی جاسکتی ! جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو گوسالہ پرستاروں کا حامی حدود و تعزیر میں سستی کرنے والا جان کر اپنے بڑے بھائی اور پیغمبر کی داڑھی اور سر کو پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا اور کتاب اللہ کو پھینک دیا !

لہذا اگر محض لڑائی ہی کفر و طعن و تشنیع کا سبب ہوتی تو پھر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ کا فروں

ل جماعت میں شامل ہونے : -

اسی طرح سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا معاملہ ہے آپ کے ساتھ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو صدمہ پہنچانا لڑائی سے کیا کم تھا ؟ تو ثابت ہوا کہ کسی غلط فہمی کی بناء پر کسی سے بر سر پیکار ہونا ہرگز طعن و تشنیع کا سبب نہیں ہو سکتا[لہ] اسی واسطے حضرت علی المرتضیٰ رض نے امیر معاویہ رض کے دامن اتقاء و پرہیزگاری کو تمام آلائش و نقائص سے پاک و صاف ہونے کا اعلان فرما کر امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے ؛
جنگِ صفین کے بعد اپنے زیرِ حکومت علاقہ میں جو اعلان بذریعہ گشتی مراسلہ بھیجا گیا نہج البلاغت جو شیعہ حضرات کی مشہور کتاب ہے کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے :

اعلان علی المرتضیٰ رض

ومن کتاب لہ علیہ السلام	اور جناب امیر کا مکتوب ہے انہوں نے
کتبہ الی اھل الامصار یقتص	تمام شہروں کو لکھا اس میں وہ ماجرا بیان
فیہ ما جری بینہ وبین اھل	کرتے ہیں جو ان کے اور اہلِ صفین کے
صفین وکان بدء امرنا انا	درمیان واقع ہوا اور ابتداء اس
التقینا والقوم من اھل الشام	معاملہ کی یہ ہوئی کہ ہم اور اہلِ شام
والظاھر ان ربنا واحد ونبینا واحد	کہا گر وہ مقابل ہو گئے اور یہ کھلی بات
ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ	ہے کہ ہم دونوں کا رب بھی ایک ہے

لہ یہی پوزیشن حضرت امیر معاویہ رض کی حضرت علی رض کے ساتھ جنگ کی تھی جس کی بناء پر ان کو ہرگز مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا

لا نستزیدھم فی الایمان باللہ و التصدیق برسولہ ولا یستزیدوننا والامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براء؟	اور ہمارا نبی بھی ایک ہے اور دعوت ہماری اسلام میں بھی ایک - نہ ہم بڑھانا چاہتے تھے ان کو اللہ کے ایمان اور رسول کی تصدیق میں اور نہ وہ ہم کو بڑھاتے تھے - پس ہم دونوں کا معاملہ ایک تھا مگر اس میں اختلاف پڑ گیا خون عثمان رض کی وجہ سے اور ہم اس سے بری ہیں !
نہج البلاغہ ص ۳/۱۲۶	

اس اعلان کے ہوتے ہوئے حضرت امیر معاویہ کو ہدف مطاعن و مورد الزام ٹھہرانا خود حضرت علی المرتضیٰ رض کی تکذیب ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علی المرتضیٰ رض نے غلط اور خلافِ حقیقت اعلان فرمایا۔

حضرت امیر رض نے یہ اعلان فرمایا کہ سوائے خون عثمان رض کے ہمارا کسی چیز میں اختلاف نہیں ، نہ ایمان باللہ ، و تصدیقِ رسول اللہ میں کوئی اختلاف اور نہ ہی دعوتِ اسلامی میں کوئی تباین اور نہ ہی حصول اقتدار کی بناء پر یہ معرکہ آرائی - !

حضرت امیر معاویہ رض پر تمام اعتراضات و شبہات کی حقیقت کو واضح فرما دیا ! - !

~~~
~~~

سیدنا امام حسنؓ اور خلافت حضرت امیر معاویہؓ

حضرت حسن رضؓ نے حضرت امیر معاویہ رضؓ کے امور خلافت سپرد کر کے ان کی شخصیّت فی الاسلام کا جو عملی ثبوت پیش فرمایا ہے وہ اہلِ اسلام کے لئے درس عبرت ہے

لما صالح الحسن بن علیؓ بن ابی طالب علی معاویة عن ابی سفیان دخل علیه الناس فلامه بعضهم علی بیعته ! (احتجاج طبری ص ۱۹۲)

جب حضرت حسن رضؓ نے حضرت امیر معاویہ رضؓ سے صلح کی تو لوگ ملامت کرنے لگے کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضؓ سے بیعت کیوں کر لی ؟

فقال واللہ ان معاویة خیر لی من هؤلاء ۔ احتجاج ص ۱۹۳

آپ نے فرمایا واللہ، حضرت امیر معاویہ رضؓ میرے لئے ان سے بہتر ہیں ،

باوجود فوجی طاقت کے حضرت امیر معاویہ رضؓ سے صلح کرنا اور بے سروسامانی کے سیدنا امام عالی مقام حضرت حسین رضؓ کا یزیدی اقتدار کو چیلنج دینا باپ اور بیٹے کی اہلیت دنا اہلیت پر مہر تصدیق نہیں تو اور کیا ہے ؟

یعنی اگر حضرت امیر معاویہ رضؓ کا دامن اتقاء ذرا بھی مشکوک ہوتا تو حضرت

امام حسن رضہ سے ہرگز صلح کی توقع نہیں تھی! جیسا کہ حضرت امام حسین رضہ نے یزید کی نا اہلیت کے پیش نظر جان دیدی لیکن اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینا گوارا نہ کیا:

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؓ!

استخلافِ یزید!

یزید کو ولی عہد بنانے کی وجہ سے بھی ان کو ہرگز موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا اس بارے میں ابن خلدون رح کی تحقیق پیش کی جاتی ہے!

اور حقیقت میں یہ عمل بدگمانی و بدظنی سے بہت دور ہے خصوصاً جبکہ کسی خاص مصلحت کا تقاضا اس کے ساتھ شامل ہو یا کسی خاص فتنہ و فساد سے بچاؤ مدنظر ہو تو ایسے وقت تو بدظنی کو سرے سے گنجائش نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضہ نے جب اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا تو ان کے اس فعل پر بنی امیہ کے ارباب حل و عقد کا اتفاق ان کے لئے کافی حجت تھا اور اسی اتحاد و اتفاق کی مصلحت کو سامنے رکھ کر انہوں نے اور لوگوں کو چھوڑ کر یزید کو اپنی جانشینی کے لئے چنا تھا،

یہ حقیقت ہے کہ بنی امیہ اس وقت یزید کے سوا اور کسی کی ولی عہدی کے لئے رضامند ہونے والے نہیں تھے، اور وہ قریش اور تمام مسلمانوں کی عصبیت اپنی پشت پناہی میں رکھتے تھے، خود بااثر تھے، اور باشوکت، لہذا انہیں حالات کے پیش نظر معاویہ رض نے اور بہتر لوگوں کو چھوڑ کر یزید کا انتخاب کیا اور فاضل و بہتر کو نظرانداز کر کے مفضول و کمتر کو مسند سلطنت پر لائے، صرف اس لالچ سے لوگوں کا اتحاد و اتفاق اور ان کی رائے میں یک جہتی کہیں ہاتھ سے نہ جاتی رہے جس کی بقا کو شارع علیہ السلام نے بہت ہی اہمیت دی ہے ورنہ اس کے سوا معاویہ رض کے بارے میں اور کیا کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان کی مسلمہ عدالت و صحبت نبوی کو دیکھتے ہوئے زبان ان کے بارے میں بدگمانی کا خیال ظاہر کرنے سے گنگ ہے

مزید براں صحابہ کبار کی موجودگی اور ان کا اس بارے میں سکوت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ معاویہ رض ہر بدظنی سے پاک ہیں اور ان کو الزام نہیں دیا جا سکتا، نہ تو صحابہ رض کی وہ شخصیتیں تھیں کہ وہ حق کے اظہار سے خاموش رہتے، نہ معاویہ رض اس مزاج کے تھے کہ وہ عزت و شان مملکت کی خاطر حق کو اختیار کرنے سے باز رہتے، ان بزرگوں کی عدالت ایسی غلط کاریوں سے بہت بلند و بالاتر ہے۔!

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۱۰)

ولی عہدی کے سلسلے میں امیر معاویہ کی انفرادیت

اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانے کے بارے میں حضرت امیر معاویہ رضہ کو خلفاء
اربعہ رضہ کے خلاف ہونے کی سے ہرگز مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا ۔
اس بارے میں بھی علامہ ابن خلدون رح کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے ۔
اور یہ کہنا کہ ان کا یہ عمل خلفاء اربعہ کے عمل کے خلاف تھا تو ان کی
حالت و شان کو خلفاء اربعہ کی شان و حالت سے کیوں ملایا
جائے ؟ حضرات خلفاء اربعہ ظاہر ہے ایسے دور میں تھے کہ
خلافت پر سلطنت کا رنگ مطلق نہ چڑھا تھا خلیفہ محض مذہبی
و دینی آدمی ہوتا ۔ اور دین ہی کی روشنی میں اپنے ہر کام کو انجام
دیتا ۔ اسی لئے خلفاء اپنا ولی عہد صرف اسی کو بناتے جس کو دین
و مذہب میں سب پر پیشوائی نصیب ہوتی ۔ اور خلافت کا سہرا
اسی کے سر باندھتے ،

اب ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضہ کا زمانہ آیا تو زمانہ نے
اپنا رنگ پلٹا سلطنت کی آن بان بڑھی اور دینی حکومت کی شان
گھٹی ۔ اور اب ایسے فرمانروا کی ضرورت محسوس ہوئی جو سلطنت

میں بکنا اور عصبیت میں بے ہمتا ہو، لہٰذا اگر معاویہ رضؓ عصبیت کے تقاضے کے خلاف یزید کے علاوہ کسی اور کو مسند امامت پر لاتے تو اس کی امامت کون قبول کرتا ؟ اور دیکھتے دیکھتے وہ ختم ہو ہو جاتی، اور قوم اختلاف کا جو شکار ہوتی وہ بھی ظاہر ہے
مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۱

ولی عہد اور اس کا فسق و فجور

رہی یہ بات کہ یزید کے فاسق و فاجر ہونے کے باوجود اس کو ولی عہد بنانا کس طرح امیر معاویہ رضؓ کی نیک نیتی پر محمول کیا جا سکتا ہے ؟
اس بارے میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ابن خلدون ہی کی تحقیق ہدیہ ناظرین ہے !
اب انتخاب ولی عہدی کے سلسلہ میں چند امور ایسے ہیں جو قابلِ بیان ہیں تاکہ اس میں حق و ناحق، صواب و غیر صواب کی تمیز ہو سکے ۔

اوّل یہ کہ وہ فسق و فجور جو یزید سے اس کی خلافت کے عہد میں صادر ہوا کیا وہ بروقت تقرری ولی عہدی معاویہ رضؓ کے علم میں تھا تو حقیقت یہ ہے کہ معاویہ رضؓ کی شخصیت باعتبار فضیلت و عدالت اس بدگمانی سے پاک ہے، اور بالکل بری، بلکہ وہ تو اپنے حین حیات میں یزید کو گانا سننے سے سختی سے روکا کرتے

تھے۔ جو دیگر امور فسق میں جس کا بڑ بڑ ھنے ارتکاب کیا کم درجہ ہے!
پھر سماع کے بارے میں خود صحابہ مختلف الخیال والقول رہے ہیں
(مقدمہ ابن خلدون صہ ۲۱۲)
اب اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی!

خلاصۂ بحث!

تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ کی حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے جنگ محض خطاء اجتہادی اور وہ بھی حضرت عثمان رضؓ غنی کے قصاص کے بارے میں وقوع پذیر ہوئی جس کی وجہ سے ان کو ہرگز مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ جیسا کہ خود حضرت علی رضؓ المرتضیٰ کے مکتوب گرامی سے ظاہر ہو چکا ہے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں حضرات میں سے کسی ایک کے متعلق کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضؓ و حضرت امیر معاویہ رضؓ دونو حضرات فیضان صحبت نبوی و رشتہ داری کے لحاظ سے ایک ہی باغ کے دو مختلف قسم کے پھول ہیں۔ اگر ایک کو دامادی کا شرف حاصل ہے تو دوسرے کو مصاہرت یعنی اُمّ المومنین اُمّ حبیبہ زوجۂ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے! اگر ایک چچازاد بھائی ہے تو دوسرا کونسا کوئی غیر ہے وہ بھی چچازاد بھائی ہے فرق صرف قرب اور بُعد کا ہے ان امور کے پیش نظر کسی کو کیا حق ہے

کہ وہ ان میں سے کسی ایک کے متعلق لب کشائی کرے!

اور یزید کی ولی عہدی وہ بھی بہت سے مصالح کے پیش نظر تھی اس لیئے کہ جنگ جمل و جنگ نہروان وغیرہ حضرت امیر معاویہ رض کے سامنے تھے، بنی امیہ تقریباً کافی عروج پر پہنچے ہوئے تھے، قریش اور دیگر مسلمانوں کی حمایت بھی ان کو حاصل تھی، بنی امیہ کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ اقتدار ان سے نکل کر کسی دوسرے خاندان میں چلا جائے! ایسی صورت میں کسی دوسرے شخص کو ولی عہد بنانا خود امّتِ مسلمہ میں فساد ڈالنے کے مترادف ہے۔

اگرچہ یزید کے علاوہ ایسی خوش قسمت بے مثال ہستیاں موجود تھیں جو کہ تقویٰ اور خشیّت الٰہی کے آفتاب تصوّر کیئے جاتے تھے محض سفکِ دماء اور اضاعتِ اموال اور فساد فی الارض کا سدّ باب کرتے ہوئے اہون البلیّتین کو اختیار فرما کر یزید کو ولی عہد بنا یا گیا۔!

اور باقی بعض تاریخی روایات کہ حضرت امیر معاویہ رض کے زمانۂ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اس کے باوجود انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس لیئے مؤرخین کی روایتیں عموماً بے سرو پا ہوتی ہیں، نہ راویوں کا پتہ، نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر، نہ اتصال و

انقطاع سے بحث ہوتی ہے، ان اخبار کو مستفاض ، متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے ۔ کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائلِ عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں تاریخی روایات کو ناقابلِ اعتبار سمجھ کر رد کر دیا جائے گا ۔ !

یعنی حضرت امیر معاویہ رضہ کے زمانہ حیات میں جسقدر تاریخی روایات یزید کے مسلق بالنفس ہونے کے بارے میں منقول ہیں وہ آیات قرآنی و احادیثِ صحیحہ جو صحابۂ کرام کی شان میں وارد ہیں کے مقابلہ میں ناقابلِ قبول ہیں ! لہذا حضرت امیر معاویہ رضہ پر کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جا سکتا !

اہل سنت والجماعت کا مسلک !

اہلِ سنت والجماعت کا مسلک مشاجراتِ صحابۂ کرام کے بارے میں یہ ہے کہ حق حضرت علی المرتضیٰ کی جانب تھا ۔ دوسرے صحابۂ کرام خطاء اجتہادی کی بنا پر معذور تصور کیے جائیں گے ! اور دونوں فریق عدالت و صالحیت کے اعلیٰ مقام پر فائز المرام ہیں ، اور حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی وفات اور حضرت حسن رضہ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک خلیفۂ برحق ہیں ۔ !

ایسے حالات میں کسی ایک کے متعلق بھی لب کشائی کرنا خود اپنی عاقبت برباد کرنا ہے ۔ اس لیے کہ یہ تمام آفتابِ نبوت کے ستارے ہیں !

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسین رض کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں کہ آپ اس گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جس کی محبت و مودت رب العزت نے اپنی کتابِ پاک میں تمام عالم اسلام پر قیامت تک کے لئے لازمی اور ضروری قرار دی ہے۔ اور ان کی پاکیزگی اور نفاست کے بارے میں شہادت ربانی ملاحظہ فرمائیے!

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

اے اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے ہر قسم کی رجس و آلائش کو اور یہ کہ تم کو بالکل پاک کر دے!

اس آیتِ کریمہ کے نزول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ رض حضرت علی المرتضیٰ رض، حضرت حسن رض، حضرت حسین رض کو ایک کمبل میں لے کر بیٹھ گئے اور ہاتھ اٹھا کر دربار ایزدی میں التجا کرتے ہیں کہ

یا الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں تو انہیں ہر قسم کی آلائش سے پاک فرما!

جس خاندان کی مدح سرائی میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث خیرالانام
اس کثرت سے ہوں وہاں نہ کسی کی زبان اور نہ کسی کے قلم کی رسائی
ہوسکتی ہے۔ ان کی تعریف و توصیف اور ان کے فضائل و کمالات
کا بیان تو در کنار انکا تصوّر بھی ہمارے ناقص خیال میں نہیں آسکتا!
خاندانِ نبوّت کا تعارف تو ایسا ہے کہ جیسا دن کے وقت سورج
کا تعارف چراغ سے کرایا جائے!
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت تمام گھرانوں سے
اور تمام ادصافِ عالیہ میں ممتاز و منفرد ترین گھرانہ صرف ہمارے آقائے
نامدار، تاجدار مدینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ ہے۔!
حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں!

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم!
من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ!

ترجمہ: اسے خاندان نبوت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں
فرض ٹھہرائی ہے! تمہارے عظیم المرتبت ہونے کے واسطے
یہی کافی ہے جو تمہارے اوپر درود نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں!

حضرت امام حسین رضہ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں!

عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ ،

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الحسن والحسین ریحانتای من الدنیا

حضرت ابن مسعود رضہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا حسن اور حسین رضہ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں!

حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین دونوں میرے پھول ہیں دنیا میں!

ان احادیث کے علاوہ ان کی شان میں اس کثرت سے احادیث ہیں کہ اس کے لئے ایک مبسوط کتاب کی ضرورت ہے!

حضرت امام عالی مقام جس نے مقدس ترین ماحول میں پرورش پائی۔ جس کو خطابت، شجاعت آفتاب نبوت سے براہِ راست ملی، اور جس کی حسن سیرت وصورت کو آفتاب ہدایت کی نورانی شعاعوں نے منور فرماکر خزائن اسرار کا مرکز بنایا اور شیوۂ تسلیم ورضا جس کے خمیر میں تھا!

حضرت معین الدین چشتی اجمیری رح شانِ امام حسین رضہ بدیں الفاظ بیان فرماتے ہیں!

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین دین است حسین ودین پناہ ہست حسین

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید　　حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین رض

حضرت امام حسین رض نے ملتِ اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر اپنے اور اپنے معصوم بچوں کے خون سے میدانِ کربلا کے سینہ پر جو کچھ تحریر کر گئے تھے افسوس کہ مسلمانوں نے اسے فراموش کر دیا! اور ان کی عظیم ترین قربانی کے مقصدِ اعلیٰ کو قابلِ التفات ہی نہ سمجھا۔

حضرت امام عالی مقام کا اقتدارِ یزید کے خلاف خروج کا جو نقشہ علامہ ابنِ خلدون نے پیش کیا ہے ملاحظہ کیجئے!

اب حضرت امام حسین کا واقعہ! تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب یزید کا فسق و فجور تمام اہلِ زمانہ کے سامنے آشکار ہو گیا تو طرفدارانِ اہلِ بیت نے کوفہ سے حضرت امام حسین رض کو بلوایا اور لکھا کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں۔ حضرت امام حسین رض نے سوچا کہ یزید کی بدکاریوں کی وجہ سے یزید کے خلاف اٹھنا تو ہے ہی خصوصاً جب کہ اس پر قدرت بھی ہو تو بہترا خیر کیوں کی جائے اور آپ نے اپنے میں اس کی اہلیت بھی پائی اور شوکت بھی اہلیت تو بہر حال آپ میں آپ کے خیال سے بھی زیادہ ہی تھی لیکن شوکت کے اندازہ میں آپ صحیح نقطۂ نظر پر نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ مضر کی عصبیت قریش میں کارفرما تھی۔ اور عبد مناف کی عصبیت بنی امیہ میں۔ قریش اور سبھی لوگ اس حقیقت کو خوب جانتے تھے اور کسی کو اس سے مجال انکار نہ تھی،

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۷)

اس سے حضرت امام عالی مقام کے شرعی موقف کی پوری وضاحت ہوتی ہے کہ انکا خروج مذہبی نقطہ نظر سے اقتدار یزید کے خلاف جہادِ عظیم تھا۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیب امتی فی آخر الزمان من سلطانھم شدائد لا ینجو منھا الا رجل عرف دین اللہ فجاھد علیہ بلسانہ ویدہ وقلبہ فذالک الذی سبقت لہ السوابق (مشکوٰۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہنچیں گی آخری زمانہ میں میری امت کو سختیاں نجات نہیں پائے گا اس سے مگر وہ شخص جو کہ پہچانے اللہ کے دین کو پس جہاد کیا اس سے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ اور اپنے دل کے ساتھ! پس یہی شخص ہے جو نیکیوں میں سابق القدم ہے۔

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر و ظالم بادشاہ کی سختیوں سے نجات کی بنیاد ہی جہاد پر رکھی ہے جس میں جابر فرماں رواکے ساتھ جنگ کرنا بھی جہاد شمار کیا گیا ہے!

یہ حدیث بظاہر ان احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے جن میں کفر کے سوا بادشاہ وقت کے خلاف ہاتھ اٹھانا کسی صورت جائز نہیں بلکہ ہر حالت میں اس کی اطاعت و فرماں برداری ضروری و لازمی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل

حدیث کے الفاظ سے واضح ہے!

والا ننازع الامر اهله الا ان تروا کفراً بواحا عندکم من

الله فیه برهان

اور یہ کہ نہ جھگڑا کریں برسر اقتدار شخص سے مگر یہ کہ اس سے کھلا کفر دیکھیں۔ اور اللہ کی جانب سے اس میں قطعی دلیل موجود ہو اور آئمہ دین کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے!

لا نرى الخروج على الائمة ولو جاروا!

حاکمانِ وقت کے خلاف خروج جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں!

بظاہر اگرچہ احادیث کا باہمی تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں! اس لیے کہ اگر کسی فرمانروا کے ظلم و ستم سے کسی کی دنیاوی حیثیت مجروح ہوتی ہو تو ایسی صورت میں جوشِ انتقام سے مغلوب ہو کر اس کے خلاف ہاتھ اٹھانا کسی صورت میں جائز نہیں!

لیکن اگر کسی صاحبِ اقتدار کے غلط اور ناجائز طرزِ عمل سے ملّتِ اسلامیہ کا کوئی گوشہ مجروح ہوتا ہو جس کی وجہ سے امّتِ مسلمہ کے فتنہ و فساد اور تعدّی کا شکار ہونے کی وجہ سے نظامِ ملّی اور ملکی کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں سامانِ جہاد کے فراہم ہونے پر خروج کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے جہادِ عظیم شمار کیا جائے گا۔ ورنہ ان حضرات کو کیا کہا جائے گا جنہوں نے غلط کار فرمانرواؤں کے ظلم و استبداد کے پنجہ سے قوم کو نجات دلانے میں اپنی عزیز ترین متاعِ دنیاوی کو ملک و ملت کے مفاد پر قربان

کردیا۔ خصوصاً صحابۂ کرامؓ اور تابعین رحمہم حضرات جنہوں نے واقعۂ کربلا کے صرف تین سال بعد مدینہ منورہ میں یزید کی غلط کاریوں کے پیش نظر اس کی بیعت فسخ کرکے علم جہاد بلند کیا۔ کیا ان حضرات کو شہید نہیں کہا جائے گا؟۔

خلاصہ یہ کہ صاحبِ اقتدار کے مجاہر بالفسق ہونے کی صورت میں مفاسدِ عظیمہ کی پیش بندی کے طور پر اس کے خلاف خروج کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

ممانعت خروج صرف ذاتی اور دنیاوی حیثیت کے مجروح ہونے کی صورت میں صحیح تصور کی جاسکتی ہے اس لئے کہ اس صورت میں مفاسدِ عظیمہ کے پیدا ہونے کا شدید ترین خطرہ ہے لہذا غرض شارع علیہ السلام کی دونوں جگہ مفاسدِ عظیمہ کے نتائج بد سے قوم کو محفوظ رکھنا ہے! اور حدیث اوّل میں شدائد سے مراد شدائدِ دینیہ ہیں یعنی ظاہر ہونا فواحش و منکرات شرعیہ کا جیسا کہ

لا ینجو منہا الا رجل عرف دین اللہ

کے جملہ سے ظاہر ہے کہ جس فتنہ سے نجات کی صورت محض معرفت دینی پر مبنی ہو وہ فتنۂ دینیہ ہی مراد ہو سکتا ہے نہ کہ دنیوی! کہ بادشاہِ وقت کی مخالفت سے نجاتِ محض عارف دین کو حاصل ہوسکتی ہے نہ کہ جاہل کو!

باقی رہا حضرت حسین رضہ کا طرز عمل اس کے متعلق چند ضروری باتیں پیش کی جاتی ہیں!

حضرت امام عالی مقام کا شرعی موقف!

سیدنا حضرت امام حسین رضؓ کے اقدام خروج کے عدم جواز پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں پہلے وہ ذکر کئے جاتے ہیں!

۱۔ کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ امیر (اولی الامر) کی اطاعت ضروری و لازمی ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ملاحظہ کیجئے!

یَا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم!

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تمہارا امیر (اولی الامر) ہو اس کی!

ارشادات نبوی ملاحظہ فرمائیے!

فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان۔

اور اگر کوئی شخص اس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متفق ہو چکی ہو تو تلوار سے اسکی گردن اڑا دو! خواہ وہ کوئی ہو!

والا نتنازع الامر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللّٰہ فیہ برھان۔

اور یہ کہ حکومت کے بارے میں ہم برسر اقتدار شخص سے جھگڑا نہ کریں

جب تک کہ اس سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو اور اللہ کی جانب سے اس بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو!

ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث اس سلسلہ میں کتب میں مذکور ہیں!

۲۔ دوسری دلیل حضرت امام حسین رض کے موقف کے خلاف دیگر اکابرین صحابہ رض کے طرز عمل کو پیش کیا جاتا ہے! جناب محمود احمد صاحب عباسی فرماتے ہیں!

کہ امت مسلمہ میں آج بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر کٹ مرنے کا جذبہ فنا نہیں ہوا حالانکہ علم، تقوٰی قوت ایمانیہ، اور اخلاق و کردار میں انہیں سلف صالحین سے دُور کی نسبت بھی نہیں!

بڑی سے بڑی جابر حکومت کو سب سے زیادہ مشکل اگر کوئی کام نظر آتا ہے تو وہ ہے مسلمانوں کو محکومی پر راضی رکھنا! انتہائی بے سروسامانی کے باوجود نہایت با جبروت قوت سے ٹکر لینا اور اس کے لئے مسلمانوں کو مجتمع کر لینا مشکل نہیں۔ پھر کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ ازواج مطہرات اور کبار صحابہ رض اور اکابر آل البیت کی موجودگی قرن اوّل کے وہ مسلمان جنہوں نے قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی اور بڑھاپے میں کافروں اور باطل قوتوں سے جا ٹکرائے اس وقت دین سے ایسے برگشتہ اور تقاضائے ملّیہ سے اتنے بے پرواہ ہو گئے تھے کہ انہوں نے ایک فاسق اور جابر شخص کو اپنے اوپر مسلط رہنے دیا۔ (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۸۳ - ۸۴)

خلاصہ یہ کہ اکابرین صحابۂ کرام رضہ کے طرزِ عمل سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یزید کے خلاف جوازِ خروج کی کوئی وجہ متحقق نہیں تھی ورنہ ان صحابۂ کرام کی پوزیشن مجروح ہوتی ہے جنہوں نے بھی اقتدارِ یزید کو قبول کیا!

۳- تیسری دلیل کہ جب حضرت امیر معاویہ رضہ یزید کو ولی عہد بنا گئے اور ان کی وفات کے بعد جمہور امت یزید کے ہاتھ پر بیعت عامہ کر چکے اس کے بعد حضرت حسین رضہ کا خروج کیونکر جائز قرار دیا جا سکتا ہے؛

۴- چہارم یہ کہ آئمہ مجتہدین کا سوائے بعض حضرات کے یہی مسلک ہے کہ خلیفہ بسبب فسق معزول نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر خروج کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آئمہ سے منقول ہے

لا نری الخروج علی الائمۃ ولو جاروا

یعنی ہم حاکمانِ وقت کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظالم ہوں۔!

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضہ نے احکام اسلامی اور اجماعِ امّت کی مخالفت کی ہے اس کے باوجود ان کے اقدام خروج کو کیوں کر جواز پر محمول کیا جا سکتا ہے؟

جواب

سیدنا حضرت امام حسین رضہ کے جہادِ عظمیٰ کے بارے میں کلام کرنا تاریخ اسلامی سے ناواقفیت کی دلیل ہے! اس لئے کہ احکام اسلامی میں مخالفت خروج اس وقت ہے جب کسی کا اقتدار مکمل طور پر ملک میں جم چکا ہو

اور قوم اس کے اقتدار کو بغیر کسی مزاحم کے طوعاً یا کرہاً تسلیم کر چکی ہو جیسا کہ الفاظِ حدیث و ھو جمیع سے ظاہر ہے۔ لیکن اقتدار یزید ابھی نامکمل تھا اس لئے کہ اہلِ مدینہ و اہلِ کوفہ تا حال اقتدار یزید سے راضی نہ ہوئے تھے مثلاً جب کہ خواص امت حضرت امام حسین و عبداللہ بن عباس رضہ و عبداللہ ابن عمر رضہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز عمل سے ظاہر ہے کسی چیز کی صحت و عدم صحت کا مدار صرف خواص امت پر ہوا کرتا ہے نہ کہ عوام الناس پر!

لھذا عوام الناس کا اقتدار یزید کو قبول کرنا کوئی وقعت نہیں رکھتا جب کہ خواص امت اس کے خلاف ہوں ۔ تو ایسی صورت میں سیدنا امام حسین رضہ کے خروج کو ناجائز قرار دینا کیوں کر صحیح قرار دیا جا سکتا ہے!

بالفرض اگر اقتدار یزید استخلاف امیر معاویہ رضہ یا بیعتِ جمہور امت کی بناء پر عام تسلیم بھی کر لیں کہ اقتدار یزید مکمل ہو چکا تھا تو پھر بھی حضرت امام عالی مقام کے خروج میں کلام نہیں کیا جا سکتا؟ کیوں کہ اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضہ نے یزید کو کافر سمجھ کر اس پر خروج کیا تھا جیسا کہ آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی اس کے کفر کی طرف گئے ہیں!

اور بعض علماء محققین مثل امام جوزی اور ملا سعد الدین تفتازانی اور حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ تعالیٰ بھی کفر یزید کے قائل ہیں اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضہ کے انتقال کے بعد یزید کی حالت تبدیل ہو گئی تھی مثلاً ترک نماز و دیگر غیر شرعی امور کا ارتکاب علانیہ ہونے لگا تھا ۔ اور شراب کو حلال سمجھنے لگا جیسا کہ حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس کے اشعار نقل کرتے ہیں

ایک شعر ملاحظہ فرمائیے!

فان حرمت یوما علی دین محمّد

فخذھا علی دین المسیح بن مریم

تفسیر مظہری پ ۲۱۹/۵

پس اگر شراب حرام ہو گئی کچھ دن حضور ؐ کے دین میں! تو نوش کر اس کو حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم ؑ کے دین پر!

اور دوسرے کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت ہو اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ ایسا ہی اس پہ خروج کرنے میں اختلاف ہو جائے گا اور تکفیر، تفسیق، تعدیل اور جرح وغیرہ پہ کسی کا اتفاق کرنا ضروریات دینی یا بدیہیات عقلی میں سے نہیں ہے تاکہ عذر و معذرت کی ضرورت پیش آنے کہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پھر کیوں خاموش رہے؟

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی

(وان لا ننازع الامر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحا

یہ کہ نہ جھگڑا کریں ہم برسرِ اقتدار شخص سے جب تک کہ اس سے کھلا کفر نہ دیکھیں!)

سے مراد ہی عصیانِ خداوندی ہے نہ کہ حقیقی کفر، جس سے کہ انسان حدودِ اسلام سے خارج تصور کیا جاتا ہے! جیسا کہ مجمع البحار میں اس کی تصریح موجود ہے!

والمراد بہ المعاصی ای لا تنازعوا الولاۃ الا ان تروا

منهم منکرا محققا فانکروہ،

مجمع البحار ص۱۲۱ ج ۱۔

اور مراد اس سے معاصی ہیں یعنی نہ جھگڑو حاکمان وقت سے مگر یہ کہ دیکھو ان سے برائی ظاہر۔ پس نکیر کرو اس پر

اب اس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان

انہ تصیب امتی فی اخر الزمان من سلطانھم شدائد لا ینجو منھا الا رجل عرف دین اللہ فجاھد علیہ بلسانہ ویدہ وقلبہ فذالک الذی سبقت لہ السوابق (الحدیث) مشکوٰۃ

(کہ آخر زمانہ میں میری امت کو ان بادشاہوں کے ہاتھوں سے بہت کچھ تکلیفیں پہنچیں گی ان سے وہی شخص نجات پائیگا جس نے خدا کے دین کو پہچان لیا۔ پھر دین کے لئے اپنی زبان سے اور اپنے ہاتھ سے اور اپنے دل سے جہاد کیا پس یہی شخص ہے جو نیکیوں میں سابق القدم ہے)

کو ملا کر نتیجہ نکالیئے کہ حضرت امام عالی مقام کا خروج فرمان نبوی کے پیش نظر اقتدار یزید کے خلاف جہاد عظیم تھا حدیث کی تشریح قبل ازیں ذکر کی جا چکی ہے

باقی رہا دیگر صحابہ کرام کا طرز عمل کہ یزید کے فسق و فجور کے ہوتے ہوئے وہ خاموش رہے بلکہ حضرت امام حسین رضہ کو بھی روکنے میں کوشاں رہے

تو یہ اختلاف اہلِ کوفہ کی حمایت کے وعدوں کی بناء پر ظاہر ہوا۔!
حضرت امام حسین رضؓ کو اہلِ کوفہ کے وعدوں پہ کامیابی اور دبدبہ کی امید دکھائی دی۔ خدا پہ توکل کر کے اذا عزمت فتوکل علی اللہ کے پیشِ نظر میدان میں نکل پڑے۔ دوسرے حضرات کو اہلِ کوفہ سے ایفائے عہد کی امید نظر نہ آئی۔ اس لئے وہ حضرت امام عالی مقام کو بھی رد کنے میں کوشاں رہے نہ یہ کہ اصل فعل کے جائز و ناجائز کی بناء پر کوئی اختلاف ہوا۔
جیسا کہ خود محمود احمد صاحب عباسی کے پیش کردہ حوالہ سے ظاہر ہے
شہادتِ حسین رضؓ کے بعد یزید نے محمد بن الحنفیہ سے ملاقات
کے دوران حضرت امام حسین رضؓ کے خروج کے بارے میں اپنے
خیالات کا اظہار کیا اس پہ محمد بن الحنفیہ نے یزید کی جو تردید فرمائی
ہے اس کا آخری حصّہ عباسی صاحب کے اپنے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے
حسین نے رضؓ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم ان کو برا بھلا کہو، اور
برملا ان کی مذمت کرو! امیر المومنین! میں درخواست کرتا ہوں
کہ حسین رضؓ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہیئے جو مجھے ناگوار ہو
خلافتِ معاویہ و یزید صـ ۱۸۲

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر حضرت محمد بن الحنفیہ یزید کے خلاف اقدام خروج کو ناجائز سمجھتے تھے اور حضرت امام حسین رضؓ کا خروج واقعی ان کے نزدیک احکامِ اسلامی کے پیشِ نظر ناجائز تھا تو پھر انہوں نے حضرت امام حسین رضؓ کی برائت کیوں اور کس لئے فرمائی؟

اگر قرآنِ کریم اور احادیثِ شریف اور صحابۂ کرام کی مخالفت کرنے والا قابلِ مذمت نہیں تو اور کون ہوگا۔ ؟ گو یا ریسرچ جدید کے مطابق حضرت محمد بن الحنفیہ نے اپنے بھائی کے غلط اقدام کی غلط حمایت کی۔ (العوذ باللہ من ذالک)

بلکہ حضرت محمد بن الحنفیہ کے حضرت امام حسین رض کے بارے میں مذکورہ بالا الفاظ اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا؛ ورنہ پھر بتلایا جائے وہ کیوں قابلِ مذمت نہیں ؟

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضرت محمد بن الحنفیہ نے حضرت امام حسین رض کی برأت صحیح اور جائز فرمائی اور یقیناً صحیح و جائز اور بجا فرمائی تو پھر حضرت حسین رض کے موقف کو صحیح تسلیم کرنا ضروری ہے ؛

موقفِ صحابۂ کرام !

اقتدارِ یزید کے خلاف حضرت حسین رض و دیگر صحابۂ کرام کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون نے جو حقیقتِ حال واضح کی ہے اس کا کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین ہے ؛

> رہا حکم شرعی ؛ تو اس کے سمجھنے میں آپ نے ہرگز غلطی نہیں کی کیوں کہ اس کا مدار آپ کے گمان پر تھا۔ اور آپ کا گمان یہی تھا کہ آپ کو خروج پر قدرت حاصل ہے۔
>
> جب حضرت امام مدینہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رض، ابن الزبیر رض، ابن عمر رض، ابن الحنفیہ رض، آپ کے بھائی اور دوسرے

نے آپ کو جانے سے روکا۔ اور انہوں نے سمجھا کہ آپ جانے میں غلطی پر ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یونہی مقدر ہو چکا تھا اس لئے امام حسین رضہ اپنے ارادہ سے نہ پھرے اور روانہ ہو گئے

حضرت امام حسین رضہ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے یا یزید کے پاس شام و عراق میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر خروج کو نامناسب جانتے تھے اگرچہ وہ فاسق ہی تھا کیونکہ اس میں فتنہ و فساد اور خونریزی کا خطرہ تھا اسی لئے وہ اس سے بچے رہے :

(مقدمہ ابن خلدون ص۲۴۴)

دوسری جگہ اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے فرماتے ہیں !

اور بعض نے اس کے خلاف قدم اٹھانے کو خلافِ مصلحت جانا اس خوف سے کہ کہیں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک اٹھے ، اور کشت و خون کا بازار نہ گرم ہو جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر یزید کے خلاف قدم بھی اٹھایا گیا تو اس کو نبھا نہ سکیں گے کیونکہ یزید کی پشت پر اس وقت بنی امیہ کی عصبیت تھی اور قریش کے تمام ارباب حل و عقد بھی اس کی معاونت پر تھے بلکہ عصبیتِ مضر بھی اسی کی مدد پر تلی ہوئی تھی جس کے مقابلہ کی تاب کسی کو نہ تھی اس لئے وہ یزید سے دستکش ہی رہتے اور اس کی ہدایت کیلئے دعائیں کرتے

مقدمہ ابن خلدون ص۲۴۲

علامہ کی مذکورہ بالا تحقیق ہمارے دعویٰ کی پوری پوری تائید کرتی ہے

کہ دیگر صحابہ کرام کا یزید پر خروج سے دست کش رہنا محض اسباب خروج نہ ہونے پر مبنی تھا جس سے خون ریزی کا شدید خطرہ تھا اور حضرت حسین رضی اہل کوفہ کے وعدوں کی بنا پر اسباب خروج کافی سمجھتے ہوئے احکام اسلامی کی تکمیل کے پیش نظر خروج کو ضروری سمجھتے تھے نہ یہ کہ اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف تھا جیسا کہ عباسی صاحب باور کرانا چاہتے ہیں ورنہ پھر محمد بن الحنفیہ کو کیا کہا جائیگا کہ حضرت حسین رضی کے متعلق ایک لفظ سننا بھی گوارا نہ کیا۔

آئمہ مجتہدین کا نقطۂ اجتہاد!

بادشاہ وقت کے خلاف خروج کا مدار اس کے معزول ہونے یا نہ ہونے پر مبنی ہے اس بارے میں علماء محققین کی تحقیق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو پیش فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے!

قال القاضی عیاض رحمہ اللہ اجمع العلماء علی ان الامامۃ لا تنعقد لکافر وعلی انہ لو طرأ علیہ الکفر انعزل قال وکذا لو ترک اقامۃ الصلوۃ والدعاء الیہا قال وکذالک عند جمہورھم البدعۃ

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی اگر امام پر کفر طاری ہو جائے تو معزول کر دیا جائے گا۔ اور کہا ایسے ہی اگر نماز قائم کرنا اور اس کی طرف بلانا چھوڑ دے تو بھی معزول ہوگا۔ فرمایا اسی طرح

جمہور کے نزدیک بدعت کا پایا جانا ہے،

یہاں علماء کے اجماع کی مہر تصدیق سے قاضی عیاض یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ امام وقت ترکِ نماز اور اس کی جانب ترکِ دعوت اور بدعت کے پائے جانے کی بناء پر منصب امامت کے نااہل ہونے کی بناء پر معزول کر دیا جائے گا۔

اس سے آگے فرماتے ہیں،

قال القاضی عیاض رح فلو طرأ علیہ الکفر او تغییر للشرع او بدعۃ خرج عن حکم الولایۃ و سقطت طاعتہ وَ وجب علی المسلمین القیام علیہ وخلعہ ونصب امام عادل ان امکنھم ذالک!

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر کفر اس پر طاری ہوا یا شریعت کے اندر تغییر یا بدعت شروع کر دی تو خلافت وولایت کے حکم سے نکل گیا اور اس کی اطاعت جاتی رہی۔ لہذا مسلمانوں پر اس کے خلاف اُٹھنا اس کو علیحدہ کرنا اور دوسرے عادل امام کو مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے! بشرطیکہ اس کی قدرت ہو!

ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جب تغییر شرع یا بدعت کے پائے جانے پر مسلمانوں پر امام وقت کے خلاف جہاد ضروری ہے جب کہ اس کی طاقت ہو تو پھر حضرت امام حسین رض کے لئے کیوں ناجائز و ناروا تھا جب کہ ان کو یزید کے خلاف اٹھنے کی طاقت کی حمایت حاصل تھی اس مسئلہ کی پوری تحقیق جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح نے پیش فرمائی ہے کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے!

مصنّف خلافتِ معاویہ و یزید اور رقابتِ خاندانی

سیدنا امام حسین رضؓ کی شخصیت کے تعارف کا جو نقشہ مصنف کتاب خلافت معاویہ و یزید نے پیش کیا ہے اسے دیکھ کر ہر صاحب ایمان کا دل لرز جاتا ہے کہ جس قدر لغاوت کے سلسلہ میں احادیث وارد ہیں ان کو حضرت حسین رضؓ کی ذات پر چسپاں کرنا اور ان کی پوزیشن کو ہر اعتبار سے مجروح کرنے کی کوشش کرنا اور ان کے جہاد عظمیٰ کو وراثتِ پدری کے حصول پر محمول کر کے ان کے اقدام خروج کو محض اتباعِ نفس قرار دے کر ہر اعتبار سے ان کو معتوب ٹھہرانا کہاں کا انصاف ہے ؟

حضرت امام حسین رضؓ کے خلاف تلوار اٹھانے کے جواز پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں !

حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی تلوار اگر ام المومنین عائشہ صدّیقہ زوجہ مطہرہ و حبیبۂ رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہو سکتی ہے اور اس حد تک پہنچ سکتے ہیں جب کہ امت کی ماں تشریف فرما ہو اور ان بھی وہ حجّت دینیہ کے تحت میدان میں آئی ہو تو حضرت حسین رضؓ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جا سکتی ؟

جن کی دعوت محض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علیؓ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنا یا جائے! باوجود اس کے ان کے خلاف شروع سے متشددانہ کارروائی نہیں کی گئی حالانکہ اصولاً یہ مطالبہ ایسا تھا کہ نہ کتاب اللہ سے اس کی سند پیش کی جاسکتی ہے، نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تعامل خلفاء راشدین رضؓ اور نہ عزائم آل البیت سے!

خلافتِ معاویہ و یزید ص۱۸۰

حضرت امام حسین رضؓ کا اقدام خروج ناجائز و احکام اسلامی کے خلاف جس کی کوئی سند ملّتِ اسلامیہ سے پیش نہیں کی جاسکتی لیکن محمد الامام عباسی کے بارے میں جناب محمود احمد عباسی صاحب کی گوہر افشانی ملاحظہ فرمائیے،
راقم الحروف نے مبسوط "تالیف میں انتزاع اموی خلافت و قیام خلافتِ عباسیہ کے تحت بتایا ہے کہ مضر و ربیعہ کی شدید ترین دشمنی نے اموی خلافت کی افادیت ختم کردی تھی اگر محمد الامام عباسی کی تعمیری تحریک اس وقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتی تو ملت کا شیرازہ ایسا بکھر گیا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی قوت ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ ہوکر تباہ ہوجاتی - عرب اور غیر عرب کی چپقلش نے صورتِ حال نازک کردی تھی! عباسی تحریک تخریبی نہیں تعمیری تھی، اس بارے میں بھی روایات کو نقد و درایت سے پرکھنے کی ضرورت ہے،

(خلافت معاویہ و یزید ص۱)

ناظرینِ کرام! اس بے لاگ ریسرچ کا اندازہ لگائیں کہ حضرت امام حسینؓ کے حق میں تو خلیفۂ وقت کے خلاف خروج وراثتِ آبائی پر محمول کر کے ان کو باغی قرار دے کر ان کے جوازِ قتل پر دلائل پیش کئے جائیں! اور دوسری طرف اگر وہی کام خاندانِ عباسیہ کا کوئی فرد کر گذرے تو اس کے لئے سب کچھ جائز اور صحیح شمار کیا جائے! جو حضرت امام عالی مقام کے لئے ناجائز و نادرست تھا بلکہ اس کے اس فعل کو تعمیری تحریک کے رنگ میں پیش کرنا ریسرچ کے پس منظر کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی ہے۔!

جن حضرات نے دقتِ نظر سے اس کتاب خلافتِ معاویہ و یزید کا مطالعہ نہیں فرمایا وہ اس کے عزائم باطلہ کو سمجھنے سے قاصر رہے انہوں نے اس کو محض تاریخی کتاب سمجھ کر ناقابلِ التفات سمجھا۔ لیکن حقیقت میں یہ کتاب تاریخی نہیں بلکہ تاریخ کی آڑ میں ملّت کی مقدس و محبوب ترین ہستیوں کو موردِ الزام و ہدفِ مطاعن ٹھہرا کر ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ملّتِ اسلامیہ کی غیر متزلزل بنیادوں کو اکھاڑنے کی ناپاک کوشش ہے! اور ریسرچ کی آڑ میں رقابتِ خاندانی کا بدترین مظاہرہ کیا ہے کہ جو کام حضرت حسینؓ کے لئے ناجائز و نادرست ہو وہی کام محمد الامام عباسی کے لئے جائز و تعمیری شمار کرنا آخر کیوں کر درست ہے؟

اہلِ بصیرت حضرات کے لئے اس ریسرچ کا پس منظر معلوم کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے!

حضرت حسینؓ کی تیاری اور صحابہؓ کا مشورہ!

اہلِ کوفہ کے پیہم اصرار پر حضرت امام حسین رضہ رختِ سفر میں جب مصروف ہوئے تو اکابرین صحابہ رضہ اہلِ کوفہ کی بے وفائی کے پیشِ نظر انہیں کوفہ سے باز رکھنے کی تجویزیں کرنے لگے کیونکہ حضرت امام حسین رضہ کا نقصان ملّتِ اسلامیہ کا نقصانِ عظیم تھا! جس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی! حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے جو خط امام عالی مقام کو سفر کوفہ سے باز رکھنے کیلئے لکھا اس میں اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے

ان هلكت اليوم طفى نور الارض فانك علم المهتدين ورجاء المومنين۔

کامل جلد ۳ ص ۲۷۷ البدایہ والنہایہ ص ۱۶۷ ج ۸ طبری ج ۶ ص ۲۱۹

اگر آپ شہید ہو گئے تو نورِ اسلام جاتا رہے گا کیونکہ آپ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام ہیں اور اہلِ ایمان کی امیدوں کا مرکز!

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

اقم فی هذا البلد فانك سيد اهل الحجاز

(کامل جلد ۳ ص ۲۷۶)

اسی شہر میں قیام کیجیئے کیونکہ آپ باشندگانِ حجاز کے امام ہیں!

یہاں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت امام حسین کے روکنے میں جو حضرات پیش پیش تھے وہ اس وجہ سے نہیں کہ یزید کے خلاف اقدام خروج کا جواز نہیں بلکہ اسباب خروج مہیا نہ ہونے کی بنا پر امام عالی مقام کو روکنے میں کوشاں رہے کیونکہ اہلِ کوفہ کے مواعید پر ان حضرات کو کوئی اعتماد نہیں تھا جیسا کہ فرزدق نے امام حسین کے کوفہ جاتے ہوئے راستہ میں ان کے دریافت کرنے پر اہلِ کوفہ کی حالت کا ان الفاظ سے تعارف کرایا ہے!

قلوب الناس معك وسيوفهم مع بني امية!

(کامل جلد ۴ ص ۲۷)

کہ لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ! ورنہ خلیفۂ برحق کے خلاف بلا وجہ خروج کر کے ملّت اسلامیہ کی خلاف ورزی کرنے والا لوگوں کا امام اور سید اہلِ حجاز (جیسا کہ عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ بن عباس رض نے فرمایا ہے) کیسے ہو سکتا ہے؟

اس لیئے اختلاف صرف اسباب کے مہیا ہونے یا نہ ہونے پر مبنی تھا! اور حضرت امام حسین رض اہلِ کوفہ کے پیہم اصرار اور مسلم بن عقیل رض کے تحریر آپ کے لئے صرف ایک دن میں بارہ ہزار اشخاص کے بیعت ہونے کی بنا پر اہلِ کوفہ پر اعتماد کر کے نکل کھڑے ہوئے!

~ ~

کیا امام حسین رضہ خروج میں متفرد تھے؟

یہ کہنا کہ یزید کے خلاف صرف امام حسین رضہ ہی خروج میں منفرد تھے واقعات کا انکار ہی نہیں بلکہ انسانیت سے انحراف کے مترادف ہے اس لئے کہ خود عباسی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضہ کے ساتھ ساٹھ کوفی بھی آرہے تھے!

برادران مسلم کی ضد تو جذبۂ انتقام کے ماتحت تھی لیکن جب ان ساٹھ کوفیوں نے جو آپ کو عراق لے جانے کیلئے مکہ پہنچے تھے اور آپ ہی کے قافلہ کے ساتھ ساتھ آرہے تھے آپ سے اصرار کیا اور یہ کہہ کر ترغیب دی کہ مسلم کی تو اور بات تھی جب آپ کوفہ میں وارد ہونگے تو سب لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑیں گے ۔ !

خلافت معاویہ و یزید ص۱۹۴!

اس میں ساٹھ کوفیوں کے ساتھ آنے کا اقرار ہے ۔ ان ساٹھ کوفیوں کا حضرت امام حسین رضہ کے ساتھ ہوکر خروج کرنا تمام اہل کوفہ کا امام عالی مقام کی معیت میں خروج کرنے کے مترادف سمجھا جائیگا ! اس لئے کہ اپنے محبوب آقا کی ہمرکابی کی سعادت عظمیٰ سے شرف یاب ہونے کے واسطے ہر اعتبار سے معتمد علیہ

و معززین اہلِ کوفہ ہی ہو سکتے ہیں جو ایسے امور میں ہر جگہ پیش پیش ہوتے ہیں اور وہی قوم کے نمائندے تصور کیے جاتے ہیں! اور حضرت امام عالی مقام ایسے ہی اشخاص پر اعتماد کرکے اپنا رفیقِ سفر ناگزران کی قیادت فرما سکتے تھے جو اہلِ کوفہ کے مقتدی اور پیشوا تصور کیے جاتے تھے، ورنہ غیر معروف اور بے اعتماد اشخاص کی قیادت ایسے نازک ترین حالات میں کیسے قرین قیاس ہو سکتی ہے؟

خصوصاً جب کہ خواتین بھی رفیقِ سفر ہوں تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ ساٹھ کوفی تمام اہلِ کوفہ کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حضرت امام حسین رضی کے رفیقِ سفر تھے! تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمام باشندگانِ کوفہ حضرت امام حسین رضی کے ساتھ تھے، بعض بلا واسطہ اور باقی بالواسطہ،

عباسی صاحب خود ہی دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں!

اسی مؤرخ کے بیان کے مطابق ڈیڑھ سو اشخاص جو کوفہ کے ممتاز افراد تھے سفر کرکے حضرت حسین رضی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر شخص کے پاس دو دو تین تین مکاتیب (خطوط بھی) کوفیوں کے تھے جن میں موصوف کو کوفہ آنے اور بیعتِ خلافت لینے کی دعوت دی گئی تھی، (خلافت معاویہ و یزید ص ۹۶)

اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں جس میں اس سے بھی زیادہ وضاحت موجود ہے، اور اس تمام عرصہ میں کوفیوں کے صدہا خطوط، بیسیوں وفود، اور سینکڑوں اشخاص عراق سے ان کے پاس آتے جاتے اور بیعتِ اطاعت کے حلف لیتے رہے۔ ساٹھ کوفی تو معیت میں چلنے کے انتظار میں

ٹھہرے رہے جو بعد میں ان کے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے!

خلافت معاویہ ویزید ص۱۱۵)

اب ان کے اپنے اقرار سے یہ چیز روز روشن کیطرح ظاہر ہوگئی کہ یہ کہنا کہ خروج میں صرف امام حسین رض منفرد تھے اور تمام امت نے برضاء و رغبت یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا تھا اور تمام امت متحد و متفق ہو چکی تھی بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا حوالہ جات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام اہل کوفہ اور بعض دیگر اطراف و اکناف کے لوگ حضرت امام حسین رض کے ساتھ تھے اور بعض حضرات حضرت عبداللہ بن زبیر رض کے ہاتھ پر بیعت کرچکے تھے حضرت امام حسین رض کی شہادت سے قبل اقتدار یزید ہی نامکمل تھا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں!

وَالحسین استشهد قبل ان يتولّٰى يزيد على شيئ من البلاد -

منہاج السنہ ص۲۳۹ جلد ۲

اور حضرت امام حسین رض اقتدار یزید کے مکمل ہونے سے پہلے ہی شہید ہوگئے!

اس ریسرچ نے تو جہالت بھی سر پیٹ کر رہ گئی کہ ایک طرف تو یہ کہ ولی عہد اور اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونا پوری امت کی رضامندی سے ہو اور مملکت اسلامی کے گوشہ گوشہ سے بیعت کے لئے وفود آئے ہوں اور ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیب خاطر اس طرح ایسے قریشی نوجوان کی بیعت کی ہو جو اپنی صلاحیتوں اور خدمات ملیہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملت کا

محبوب تھا۔ گویا کہ صرف حضرت امام حسین رضہ ہی الگ رہے!
لیکن دوسری طرف اقتدار یزید کو طاقت کے بل بوتے پر مسلط کرنے کیلئے پہلے گورنر کی ناکامی پر عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے۔ اور تمام اشخاص کے ناموں کی فہرستیں طلب کی جاتی ہیں جو اقتدار یزید پلید کے خلاف تھے اور سرداران قبائل کو مفسدین کے ہموار کرنے کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے سرحدی چوکیوں پر نگران مقرر کئے جاتے ہیں اور مسلم بن عقیل کے میزبان کو گرفتار کر لیا جاتا ہے اور مسلم بن عقیل اپنے میزبان ہانی بن عروہ کو قید سے چھڑانے اور عبیداللہ بن زیاد کا قلع قمع کرنے کیلئے چالیس ہزار جنگجو نوجوان جمع کر لیتے ہیں آخر مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا جاتا ہے!
یہ صاحب ریسرچ جدید کا اپنا اقرار ہے!
کیا ایسے واقعات کی موجودگی میں اقتدار یزید پر پوری امت کے اجتماع کا دعویٰ اور تنہا حضرت امام حسین رضہ کے متعلق مخالفت کا پروپگنڈہ بے لاگ ریسرچ کا نتیجہ قرار دینا کہاں کی شرافت و دیانت داری ہے؟

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر!

حضرت امام حسینؓ کی روانگی اور شہادت!

حضرت امام حسین رضؓ کو جب کوفہ سے مسلم بن عقیل رضؓ کا خط موصول ہوا کہ یہاں کے حالات بہت اچھے ہیں صرف ایک ہی دن میں بارہ ہزار اشخاص بیعت ہو گئے آپ کے آنے پر لاکھوں آدمی بیعت میں داخل ہو جائیں گے تو حضرت امام حسین رضؓ نے نامہ بردں کو فوراً واپس کر دیا اور ان کو کہہ دیا کہ میں بہت جلد کوفہ پہنچ جاؤں گا۔ ایسے نازک ترین حالات میں جب کہ ایک نااہل شخص کے ملک پر مسلط ہونے کا خطرہ ہو اور قوم کے جذبات بھی اس کے خلاف ابھرے ہوئے ہوں تو ایسے وقت مفادِ ملّیہ کے پیشِ نظر کسی قسم کی تاخیر کرنا عقل انسانی کے نزدیک باعثِ بربادی ہے۔

تعجیلِ سفر کی ایک تو وجہ یہ ہے دوسری یہ کہ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر اہل کوفہ کا بیعت ہونا اقتدار یزید کے لئے پیغامِ موت تھا۔ اس کو بچانے کی کوشش میں حضرت امام حسین کی گرفتاری اب ضروری تھی جس کو آپ کی دوربین نگاہ نے بھانپ کر فوری روانہ ہونا ضروری سمجھا تاکہ مقصدِ عظیم فوت نہ ہو جائے نہ یہ کہ وہ محض گرفتار ہونے کے خوف سے تعجیلِ سفر پر مجبور ہو گئے۔ ان وجوہ کے پیشِ نظر تعجیلِ سفر کی تردید کرنا جیسا کہ جناب محمود احمد صاحب عباسی نے کی ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے!

حضرت امام حسین رض کے پہنچنے سے پیشتر ابن زیاد مسلم بن عقیل کو شہید کر کے اہل کوفہ کو مرعوب کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ بلکہ بے وفا اہل کوفہ امام عالی مقام کے مدمقابل ابن زیاد کی فوج میں شامل ہو کر آپ کی گرفتاری کے لیے کوفہ کی شاہراہوں کو گھیرے ہوئے تھے، اور یہی لوگ حضرت امام حسین رض کی شہادت کا سبب بنے۔ کوفہ کے قریب پہنچنے پر حالات کے تغیر نے امام موصوف کے عزائم میں بظاہر تھوڑی تبدیلی پیدا کر دی، ارادہ جہاد، اسباب جہاد مفقود ہونے کی بنا پر ترک کر کے واپسی کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن ابن زیاد کے شقی القلب لشکریوں نے جن کا سپہ سالار حر بن یزید بھی تھا آپ کی اس خواہش کو رد کرتے ہوئے کہنے لگا کہ

ہمیں حکم ہے کہ آپ کو زیر حراست رکھیں لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے واپس ہونے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

حر نے ابن زیاد کے خوف سے آپ کا راستہ روک لیا۔ حضرت امام حسین رض نے وہاں سے شمال کی جانب کوچ کیا۔ قادسیہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ عمرو بن سعد ایک بڑی فوج کے ساتھ مقیم ہے، آپ حر کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا قادسیہ کے قریب پہنچ کر آپ وہاں سے لوٹ کر اور دس میل چل کر مقام کربلا میں مقیم ہوئے تو وہاں آپ نے ان کے سامنے تین شرطیں پیش کیں!

۱۔ کہ جہاں سے میں آیا ہوں اسی طرف مجھے واپس جانے دیا جائے!

اگر یہ منظور نہیں تو مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو! تاکہ وہاں پہنچ کر کفار سے لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں،

اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو مجھ کو یزید کے پاس پہنچ جانے دو! میں خود اس سے گفتگو کر لوں گا۔!

وہ اس پر راضی نہ ہوئے بیعت یا جنگ پر مصر رہے۔!

بعض تاریخی روایات میں مندرجہ ذیل الفاظ پائے جاتے ہیں ؛

او یاتی امیر المومنین یزید فیضع یدہ فی یدہ فیری فیما بینہ و بینہ فیرتئی رأیہ ۔۔ فی ھذا لک رضئی ولامۃ صلاح ،

یا یہ کہ جائیں وہ (یعنی حضرت حسین) امیر المومنین یزید کے پاس تاکہ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیں اور دیکھیں وہ کیا فرماتے ہیں؟

اس میں اصلاح امت بھی ہے اور تمہاری خوشنودی بھی !

ایسے الفاظ کا امام حسین رض کی جانب انتساب بالکل غلط اور بے بنیاد ہے درایت و روایت دونوں اعتبار سے یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی روایت کسی درجہ میں بھی قابل قبول نہیں تصور کی جا سکتی، اس لئے کہ پہلی دونوں چیزیں کہ یا مجھے واپس جانے دیا جائے یا پھر کسی سرحد کی جانب نکل جانے کا مطالبہ خود اس کی تردید کے لئے کافی ہے۔ کہ جب امام عالی مقام واپس جانے کی روکاوٹ کی صورت میں کسی سرحد پر کفار سے لڑ کر شہید ہونے کو ترجیح دیتے ہیں، پھر ان سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے ایسے الفاظ کہے ہوں

مگر ان کے مشن کے خلاف ہوں،

ورنہ یہ بتلایا جائے کہ یزید کو امیر المومنین تسلیم کر لینے کے بعد اس کے نمائندہ
کے ہاتھ پر بیعت کرنا کس طرح صحیح تصور کیا جا سکتا ہے، کیونکہ آئینی لحاظ سے
نمائندے کی حیثیت ذاتی نہیں رہتی۔ شرعی لحاظ سے نمائندے کی حکم برداری
ضروری ہے جو نہ اپنی آن اور نہ اپنی جان کی پروا کی جا سکتی ہے، کیونکہ شرعی
احکام کے سامنے سب چیزیں ہیچ ہیں۔ ہاں یہ چیز کہ میں وہاں پہنچ کر اس سے
گفتگو کروں گا صحیح و درست ہے بلکہ ہاتھ میں ہاتھ کی روایت کی تردید
از کتب تاریخ میں موجود ہے!

قال ابو مخنف حدثني ابو عبد الرحمن بن
جندب عن عقبة بن سمعان قال لقد صحبت الحسين
من مكة الى حين قتل والله ما من كلمة قالها في موطن
الا قد سمعتها وانه لم يسئل يزيد ان يضع يده الى يده الخ

البدایہ والنہایہ ۱۷۵ جلد ۸

ابو مخنف روایت کرتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبد الرحمٰن بن جندب
نے عقبہ بن سمعان سے وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مقتل حسین یعنی
کربلا تک حضرت حسین کے ہمراہ رہا۔ اور ہر موقع پر میں نے گفتگو سنی
لیکن حضرت امام حسین نے یہ مطالبہ کبھی پیش نہیں کیا کہ وہ یزید کے ہاتھ
میں اپنا ہاتھ دیں! اسقدر وضاحت کے بعد امام حسینؓ کی جانب ایسے الفاظ کا انتساب
جو روایت اور درایت دونوں اعتبار سے غلط ہو کیسے صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

کوتاہ نظری

سیدنا امام حسینؓ کے کوفہ کے قریب پہنچنے کا جو نقشہ مصنف کتاب خلافت معاویہ ویزید نے پیش کیا ہے۔ وہ ہدیہ ناظرین ہے۔ کوفہ جانے کے بجائے دمشق کی راہ اختیار کرنا کے زیر عنوان فرماتے ہیں۔ کہ "کوفہ کے قریب پہنچ کر جب حالات کا صحیح علم ہو گیا، حضرت حسینؓ نے امیر المومنین یزید کے پاس چلے جانے کے لیئے وہ راستہ اختیار کیا جو ملک شام جاتا تھا۔ صہ ۱۷۹"

اس سے آگے فرماتے ہیں۔ "موزمین کے بیان سے واضح ہے۔ کہ کوفہ کے قریب پہنچ کر جب حضرت حسین کو مدعیان وفاداری کے دعاوی کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی، اور ان سینکڑوں خطوط بھیجنے والوں اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا۔ کہ کہاں ہیں۔ اور کیا ہوئے۔ تو آپ نے جان لیا۔ کہ امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام اُمت متفق ہو چکی ہے۔ اور جماعت کے فیصلے یا عمل کا استخفاف اب ممکن نہیں۔ آپ نے دمشق جانے کے لیئے جیسا ابھی تفصیلاً بیان ہوا۔ باگ ڈور موڑ دی (خلافت معاویہ ویزید صہ ۱۸۰)"

اس میں امام حسینؓ کے کوفہ جانے کی بجائے یزید کے پاس پہنچنے کی نیت سے بجانب دمشق سفر اختیار کرنے کی پوری وضاحت ہے۔ تاکہ وہاں پہنچ کر یزید کی بیعت میں داخل ہو جائیں۔ اس کے باوجود پھر شرائط پیش کرنے کے وقت اسی چیز کو پیش کرنا جس کے لیئے سفر جاری ہے۔ کہ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو آپ کو شام (دمشق) جانے دیا جائے تاکہ اپنے تئیں ابن عم یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں۔ کیسے اور کیونکر صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ وہ دوسری شرائط کا پیش کرنا

جبکہ سفر تو جاری ہو۔ بیعت یزید کے واسطے اور شرائط یہ پیش کی جارہی ہوں، کہ مدینہ منورہ واپس جانے دیا جائے۔ یا ممالک اسلامیہ کی سرحد پر مصروفِ جہاد ہونے کے واسطے راستہ دیا جائے۔ خصوصاً جبکہ نمائندگانِ حکومت کی جانب سے ان کے خلاف کوئی متشددانہ کارروائی نہ کی گئی ہو۔ کیسے باور کیا جاسکتا ہے، کہ امام عالی مقام نے ایسی شرائط پیش کی ہوں۔! غرضیکہ حضرت امام حسینؓ کا سفر کوفہ کی بجائے دمشق کی جانب شروع کرنے کی روایات کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے، تو پھر تین شرائط والی روایات کو کسی صورت بھی قابلِ قبول نہیں سمجھا جاسکتا۔ لیکن مصنف کتاب خلافتِ معاویہؓ و یزید نے دونوں روایات کو صحیح و قابلِ اعتبار سمجھتے ہوئے اپنی کوتاہ فہمی کا جو ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔[1] بریں علم و دانش بباید گریست۔ تاریخی روایات کو نقد و درایت سے جانچنے کے بعد امام عالی مقام کی عظیم ترین شخصیت کے پیشِ نظر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے یا اس غرض سے اہلِ کوفہ کی بے وفائی کی وجہ سے بجانب دمشق سفر شروع کرنے کی روایات کو ایک لمحہ کے لیے بھی صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر کے پیشِ نظر یزید کی اصلاح حال کی خاطر اس کے پاس پہنچ کر مقاصد اسلامی کی تکمیل کرنا بھی افضل ترین جہاد ہے۔ جسے پورا کرنے میں اشقیاء قوم ابن زیاد کے فوجی امام عالی مقام کے اس آخری مطالبہ میں حائل ہوگئے۔ اور جہاد لسانی کے راستہ سے روک کر ظلماً آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو میدان کربلا میں شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کوتاہ نظری یا پردہ پوشی

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے شہادت کی تمام تر ذمہ داری برادران مسلم بن عقیل اور ساتھ بیٹھ

[1] جیسا ان کا اپنا اقرار ہے۔

کوفیوں پر عائد کی ہے۔ کہ انہی کے حملہ کرنے کی وجہ سے یہ واقعہ محزون پیش
آیا۔ اور فوج یزید کا کوئی قصور نہیں ہے۔ بلکہ ابن زیاد و ابن سعد دونوں آخیر معاملہ
صلح سے نمٹانا چاہتے تھے۔ لیکن دو قوتیں درمیان میں حائل تھیں۔ ان کا اپنا بیان
ملاحظہ کیجئے۔ "ایک تو برادران مسلم بن عقیل کا تہیہ کہ وہ اپنے مقتول بھائی کا
انتقام لے کر رہیں گے۔ چاہے اس میں انہیں اپنی بھی جانیں دینی پڑیں۔ دوسرے
ان کوفی سبائیوں کا رویہ تھا۔ جو کوفہ سے نکل گئے تھے۔ اور حسینی قافلہ کے ساتھ
آرہے تھے۔ اپنے مشن کی ناکامی سے ان کی پوزیشن حد درجہ خراب ہو چکی تھی۔
وہ اپنی خیر اسی میں سمجھتے تھے۔ کہ صلح و مصالحت نہ ہونے پائے۔ کیوں کہ ان
کے لیے اب کوئی اور صورت مفر کی نہ تھی۔ کوفہ جاتے ہیں۔ تو گرفتار کر دئے جاتے
ہیں۔ دمشق کا رخ کرتے ہیں۔ تو مستوجب تعزیر۔ انہوں نے اپنے پیش رو
سبائیوں کی تقلید کرنی چاہی۔ جنہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ میں
مصالحت ہوتے دیکھ کر آتش جنگ مشتعل کرا دی تھی۔ جنگ جمل تو ان ہی سبائیوں
کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھی۔ خلافت معاویہؓ و یزید ص ۲۰۹" اس سے آگے فرماتے
ہیں۔ "اس اشتعال کو اس شدت سے بھڑکا دیا۔ کہ انتہائی ناعاقبت اندیشی
سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر جو ہتھیار رکھوانے کی غرض سے گھیر ڈالے
ہوئے تھے۔ اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا گیا۔ ص ۲۱۱"
اس سے آگے فرماتے ہیں۔ "برادران مسلم اور ساتھ منچلے کوفیوں کا
ناعاقبت اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ حملہ کر
دینے سے یہ واقعہ محزون یکایک اور غیر متوقع پیش آکر گذشتہ آدھ

گھنٹہ میں ختم ہو گیا تھا۔ خلافتِ معاویہؓ و یزید ص۲۲۳

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ اس جنگ کی تمام ذمہ داری برادرانِ مسلم بن عقیل اور سبائی کوفیوں کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ جو کہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لیئے کہ اول تو کوفیوں کا حضرت امام حسینؓ کے ہمراہ رفیق سفر ہونے کا دعویٰ ہی غلط اور خلافِ حقیقت ہے۔ کیونکہ عباسی صاحب خود تحریر کرتے ہیں۔ کہ مورخین کے بیان سے واضح ہے۔ کہ کوفہ کے قریب پہنچ کر جب حضرت حسین کو مدعیان وفاداری کے دعاوی کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی۔ اور ان سینکڑوں خطوط بھیجنے والوں اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا۔ کہ کہاں ہیں۔ اور کیا ہوئے۔ تو آپ نے جان لیا۔ کہ امیرالمومنین یزید کی بیعت پر تمام اُمت متفق ہو چکی ہے۔ اور جماعت کے فیصلے یا عمل کا استخفاف اب ممکن نہیں ہے۔ خلافتِ معاویہ و یزید ص۱۲۷ اس میں صاف اقرار ہے۔ کہ سینکڑوں خطوط لکھنے والوں اور خروج پہ آمادہ کرنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا۔ کہ کہاں ہیں۔ اور کیا ہوئے اس کے باوجود یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ساٹھ پینسٹھ کوفی آپ کے ساتھ آخری وقت تک رہے۔ اور وہی جنگ کی نازک صورت کے ذمہ دار تھے۔ اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے۔ کہ واقعی یہ کوفی آپ کے ہمراہ تھے۔ عدم صلح و اشتعالِ جنگ کے بارے میں ان کو اپنے پیشرو سبائیوں پہ قیاس کرنا ایک لمحہ کے لیے بھی صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیئے کہ وہاں صلح و مصالحت کی صورت میں حضرت عثمانؓ کے قصاص میں انکا قتل کیا جانا ضروری تھا۔ قتل سے بچنے کی خاطر آتش جنگ کو

مستقل کرنا ضروری تصور کرتے ہوئے مصالحت کو ناکام بنانے کی کوشش میں
مصروف رہے۔ گویا کہ امن کا بچاؤ ہی جنگ کی صورت میں ممکن تھا۔ اور
صلح ان کے واسطے پیغام موت تھی۔ لیکن یہاں صورت حال بالکل برعکس
ہے۔ کیونکہ صلح کی صورت میں تو حسن سلوک حضرت امام عالی مقام سے ہونا
اولین ان کی قیادت میں چلانے کی وجہ سے یہ کوئی مستفید ہوتے۔ اور
جنگ کی صورت میں قلت تعداد اور بے سروسامانی کی وجہ سے موت یقینی
تھی۔ اتنی قدر تفاوت کے باوجود ان کو پہلوں پر قیاس کرکے جنگ کی تمام
تر ذمہ داری امام حسینؓ کے ساتھیوں پر ڈال کر اشقیاء قوم ابن زیاد وغیرہ
کی برأت ثابت کرنا حقائق پر پردہ پوشی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ کیا اسی ڈیل
فریب کا نام ریسرچ ہے۔ ریسرچ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ واقعی جنگ
کی ابتداء انہی کی جانب سے ہوئی تو بھی دستہ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی وجہ سے
ہوئی۔ تو پھر آنجناب کی اس ریسرچ کے متعلق کیا نظریہ قائم کیا جائے۔
"حکومت وقت کے نمائندوں حضرت حسینؓ کے ساتھیوں سے ان سازشوں کا
حال معلوم ہوکر کہ کوفیوں کا یہ سبائی گروہ اس حالت میں بھی کہ انقلاب حکومت
کے بارے میں ان کا سارا پلان اور منصوبہ بھی خاک میں مل چکا تھا۔ مگر
تحریص و ترغیب کی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ ضروری سمجھا گیا۔ کہ ان لوگوں
کی ریشہ دوانیوں کا قطعی طور سے خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ مسئلہ کو آئینی
نوعیت دی گئی۔ (خلافت معاویہؓ و یزید صفحہ ۲۱۰) جب ان کی ریشہ دوانیوں کے
قطعی طور پر خاتمہ کا عزم بالجزم نمائندگان حکومت پہلے ہی کر چکے تھے۔ تو پھر

ان کی برأت ثابت کرتے ہوئے جنگ کی ذمہ داری امام حسینؓ کے ساتھیوں پر ڈالنا اور یہ کہنا کہ برادران مسلم اور ساٹھ پینسٹھ کوفیوں کا ناعاقبت اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ حملہ کر لینے سے یہ واقعہ محزون یکایک اور غیر متوقع پیش آکر گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا تھا۔ کیسے اور کیوں کر صحیح قرار دیا جا سکتا ہے،

آخر یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ امام عالی مقام کی جانب سے ایسی کوئی کارروائی ہرگز نہیں ہوئی۔ جو شرعی طور پر مقتضیات وقت کے خلاف ہو۔ بلکہ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ وہ ظلم صریح کا تختۂ مشق بنا کر شہید کر دیے گئے،

ابسیرچ جلالہ کی فاتحہ خوانی حضرت عالی مقام کے خروج کے بارے میں جو جوہر افشانی مصنف کتاب خلافت معاویہ ویزید نے فرمائی ہے، اولاً اس کو ملاحظہ فرمائیے، حضرت علی المرتضےٰ کی تلوار اگر حضرت ام المومنین عائشہؓ صدیقہ زوجہ مطہرہ حبیبہ رسول اللہ صلوۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہو سکتی ہے۔ اور اس کو دن کے بہر بہ سائے جا سکتے ہیں۔ جس میں تمام امت کی ماں تشریف فرما ہو، اور ماں بھی وہ جو محبت دینیہ کے تحت میدان میں آئی ہو۔ تو حضرت حسین کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جا سکتی۔ جن کی دعوت محض یہ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علی کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا جائے۔ (خلافت معاویہ ویزید ص۱۸۰)

یہاں بھی عباسی صاحب نے سیدنا امام حسینؓ کے خروج کو محض خاندانی وراثت کے حصول پر محمول کر کے جس بدترین بے راہ روی کا ثبوت دے کر احکام اسلامی کی تکذیب کی ہے۔ اس کی مثال اسلامی دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔ مندرجہ ذیل احکام اسلامی پر پھر ایمان و اذعان کی کون سی صورت باقی رہ سکتی ہے،

یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا	اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ تم سے دور کرے ہر قسم کی رجس و الائش کو اور یہ کہ تمکو بالکل پاک کرے،

اس آیت کے نزول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ایک کمبل میں لے کر بیٹھ گئے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دربار ایزدی میں دعا کی۔ کہ اے اللہ تعالیٰ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ تو انہیں ہر قسم کی ناپاکی سے پاک کر دے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس مقام پر جو لفظ اہل بیت آیت تطہیر میں آیا ہے، اس میں ازواج مطہرات داخل نہیں۔ بلکہ حقیقی اہل بیت ہی ازواج مطہرات ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت فاطمہؓ و علی المرتضیٰ و حسنؓ و حسینؓ کو کمبل میں لپٹا کر ان حضرات کے اہل بیت میں داخل ہونے کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ یہ حضرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ تاکہ کوئی کوتاہ فہم ان حضرات کے فضائل سے انکار کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کر بیٹھے،

اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اہل بیت ہی ہیں۔ نہ کہ ازواج مطہرات ۔
بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ آیت قرآنی کا انکار ہے۔ آئیت
کا سیاق وسباق دیکھنے سے بالیقین معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا مصداق
ہی ازواج مطہرات ہیں۔ جن حضرات کے اہل بیت میں عدم دخول کا شبہ
ہو سکتا تھا۔ اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔
کہ یہ حضرات بھی اس فضیلت میں شامل ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔
ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ جن حضرات کی ظاہری وباطنی تطہیر
کی جانب خود ذات ربانی متوجہ ہوئی۔ اور پھر سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کی اس انداز محبت و وجاہت کے ساتھ ان کے حق میں دعا
ہو۔ اس کے باوجود ان حضرات میں سے کسی ایک کے متعلق ایسے
شرعی اقدام کو وراثت خاندانی کے حصول پہ محمول سمجھنا ان احکام الٰہی
کی تکذیب وتضحیک نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ ہم اسے کو اگر نظر انداز بھی
کر دیں۔ کہ اس سے احکام اسلامی کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ پھر
بھی خاندان نبوت کے متعلق ایک لمحہ کے لئے اس قسم کا تصور کرنا
کہ تفسیر حق جدید کی فاتحہ خوانی پہ محمول کیا جائے سمجھا۔ اس لئے کہ عباسی
صاحب نے علوی اموی دونوں خاندانوں میں رشتہ داری وسلسلہ
مناکحت ثابت کرنے پر بڑا زور قلم صرف کیا ہے۔ کہ بعد از واقعہ
کربلا بھی بہت سی رشتہ داریاں ثابت کی ہیں۔ حالانکہ رشتہ داریوں کا ہونا

ہی ریسرچ جدید کے لیے پیغام موت ہے ۔ کیونکہ ان رشتہ داریوں کا ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے ۔ کہ خاندان نبوت کا یزید کے خلاف اقدام خروج محض مصالح ملیہ اور یزید کی نا اہلیت کے پیش نظر ایک ایسا شرعی و جائز اقدام تھا ۔ جس میں نفسانی خواہشات کا شائبہ تک نہیں تھا ۔ اس لیے کہ جو خاندان محض دنیاوی اقتدار (بقول عباسی صاحب) کے حصول کی خاطر اپنے معزز ترین و مایہ ناز افراد کو قربان کر چکا ہو ۔ اور معصوم بچوں کو اپنے حراف سے ایک قطرہ پانی سے ترستے ہوئے ذبح کرا چکا ہو ۔ ایسے غیور خاندان سے کیسے اور کیونکر توقع کی جا سکتی ہے ۔ کہ وہ اپنی لخت جگر لڑکیوں کو اس خاندان کے لڑکوں کے عقد نکاح میں دے ۔ جو ان کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کر کے ملت کے معزز ترین حضرات کو موت کے آغوش میں پہنچا چکا ہو ۔

لیکن رشتہ داریوں کا ہونا ایک ایسا امر ہے ۔ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ لہٰذا عباسی صاحب رشتہ داریوں کے ساتھ ان کے اقدام کو محض اقتدار کے حصول پر محمول کرنا خود اپنی ریسرچ کی فاتحہ خوانی کی جانب دعوت دینے کے مترادف ہے ۔ لیکن ان کے اقدام خروج کو محض مصالح ملیہ پر محمول کرنے کی صورت میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی ۔ اس لیے کہ یہاں یزید کی نا اہلیت کی بنا پر محض ملت اسلامیہ کے تحفظ کے پیش نظر ذات یزید ہی ان کے اس اقدام کا سبب ہوئی ۔ نہ کہ تمام خاندان ۔ تاکہ مذکورہ بالا قباحت لازم آئے ۔ ہاں جب ان کے اس شرعی اقدام خروج کو محض خاندانی وراثت کے حصول پر محمول کیا جائے ۔ تو پھر تمام خاندان اور سلسلہ مناکحت زیر بحث آئیگا ۔ اور

ے جیسا کہ عباسی صاحب نے فرمایا ہے ۔

رشتہ والوں کا اثبات اثنا عباسی صاحب کے بیٹے وبال جان بن جائے گا۔

نتیجۂ بحث تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا۔ کہ سیدنا امام حسین کا اقدام خروج اقتدار یزید کے خلاف اہل سنت والجماعت کے نزدیک جہاد عظیم ہے، جس کا انکار اپنی جہالت کے اقرار پر حمل کیا جائے گا۔ البتہ ان لوگوں کے اصول کے مطابق جن کے ہاں تقیہ دین کا لازمی جزو ہے۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت دین و ایمان سے بھی خارج ہو جاتی ہے"۔ معاذاللہ منہا۔ اگر کسی کو یقین نہ ہو۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ کافی کلینی کے اندر اس باب میں جو روایات ہیں۔ ان کو دیکھے اور اپنے انصاف سے اس بارے میں فیصلہ کرے۔ اصل روائت ملاحظہ کیجئے،

عن ابن عمر هشام بن سالم عن ابی عمر الاعجمی قال قال ابو عبد الله یا ابا عمر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له والتقیة فی کل شیٔ وفی المسح علی الخفین۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں ہشام بن سالم سے وہ روایت کرتے ہیں۔ ابن ابوعمر اعجمی سے۔ کہ کہا فرمایا ابوعبداللہ نے اے ابوعمر دین کا دس میں سے نو حصہ تقیہ میں ہے اس کا دین نہیں۔ جو تقیہ نہیں کرتا۔ اور تقیہ تو ہر چیز میں ہے۔ اور مسح الخفین میں بھی۔

دوسری روائت ملاحظہ کیجئے،

عن محمد بن یحیٰ عن احمد بن محمد عن عمر بن خلاد قال سالت

محمد بن یحیٰ روایت کرتے ہیں۔ احمد بن محمد بن خلاد سے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بادشاہ و حاکم کے خلاف

ابا الحسین عن القیام للولاۃ فقال ابو جعفر التقیۃ دینی و دین آبائی ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔

اٹھنے کے متعلق سوال کیا ابو جعفر نے جواباً فرمایا۔ کہ تقیہ میرا اور میرے آباؤ و اجداد کا دین ہے اس کا ایمان نہیں جو تقیہ نہیں کرتا۔

ان دونوں رواتیوں سے آفتاب کی طرح واضح ہے۔ کہ جو شخص تقیہ نہیں کرتا۔ وہ صرف نہ کہ بے دین بلکہ دین و ایمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ ان روایات کے پیش نظر سیدنا امام حسینؓ کا حسن خاتمہ ہی یقینی نہیں پھر شہادت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

سیدنا امام الشہداء کی شہادت عظمیٰ میں کون کلام کر سکتا ہے۔ تو پھر مذہب اہل سنت والجماعت ہی اس قابل ہے۔ کہ اسی کو اختیار کیا جائے۔ اور اسی کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ کا مشعل تصور کیا جائے۔ ورنہ امام عالیمقام کی شہادت تو کجا ان کا دین و ایمان بھی محفوظ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا مسلک اعتدال وہی ہے۔ جو اہل سنت والجماعت نے پیش فرمایا ہے۔ اور وہی باعث نجات ہے۔ سیدنا امام حسینؓ کا اقتدار یزید کے خلاف خروج فرما کر اپنی جان کو جان آفریں کے سپرد کرنا در حقیقت ایک معرکۃ الآرا مسئلہ کی پوزیشن کو واضح کرنا اور غلط نظریات کی تردید کرنا ہے۔ لہذا اس کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

فلسفہ شہادت کی ایک جھلک

اولاً ایک مقدمہ بدیہ ناظرین ہے وہ یہ کہ حضرت حسین کے والد ماجد

حضرت علی المرتضیٰ خلفاء ثلاثہ کے نازک ترین عہد میں ذاتی شجاعت کے علاوہ جان نثاروں کی بیداری اکثریت رکھنے کے باوجود صرف یہی نہیں کہ ان کے خلاف خروج نہیں فرمایا، بلکہ ان کے ساتھ مشیر و مشکور کی طرح رہتے ہوئے ان کے فضائل بیان فرماتے رہے ہیں۔ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد دوم ص ۵۴۸ پر لکھا ہے کہ بارہ ہزار اصحابی ایسے تھے جو محب اہل بیت اور خاص مخلص تھے، حضرت علی المرتضیٰ کی زبان مبارک سے شیخین کے مناقب ملاحظہ فرمائیے، امیر شام کے ایک خط کے جواب میں جو ایک خط جناب امیر نے لکھا ہے، نقل کیا جاتا ہے۔

وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخلیفة الصدیق وخلیفة الخلیفة الفاروق ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید یرحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا شرح میثم مطبوعہ طہران

اور تیرے افضل صحابہ کے اسلام میں جیسا کہ تیرا خیال ہے۔ اور زیادہ مخلص اللہ اور رسول کے خلیفہ صدیق اور خلیفہ کے خلیفہ فاروقؓ اور قسم ہے مجھ کو اپنی جان کی کہ مرتبہ ان دونوں کا اسلام میں البتہ بڑا ہے اور بے شک پہنچا ان کی موت سے زخم اسلام میں سخت زخم کرے۔ ان دونوں پر اللہ رحم کرے اور جزا دے ان دونوں کو ان کے نیک کاموں کی۔

اس خط کو تمام شارحین نہج البلاغت نے نقل کیا ہے۔

ناظرین کرام اس خطہ فرمائیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کس طرح اپنی جان کی قسمیں

کھا کر شیخین کی بزرگی اور ان کی عظمت فی الاسلام بیان فرماتے ہیں۔

نہج البلاغت میں ایک قول حضرت علی المرتضیٰ کا یہ بھی منقول ہے۔ جو حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی کی مدح میں ہے۔

وقال فی کلام لہ و ولیہم والی فاقام و استقام حتی ضرب الدین بجرانہ	اور فرمایا جناب امیر نے اپنے ایک کلام میں پھر حاکم ہوا ان کا ایک والی تو قائم کیا دین اور ٹھیک چلا۔ یہاں تک کہ دین کو کمال مضبوطی حاصل ہوئی۔

ملا فتح اللہ کاشانی نے اول فقرہ ترجمہ یہ لکھا ہے۔

والی الیشان شد والی کو آں عمر خطاب است۔ اور آخر فقرہ کا ترجمہ یوں لکھا

تا آنکہ بنہد دین پیش سینہ خود را بر زمین و ایں کنایت است از استقرار و تمکین اہل اسلام۔

یہاں تک کہ رکھا دین نے اگلا سینہ اپنا زمین پر اور یہ کنایہ ہے اطمینان اور مضبوطی اہل اسلام سے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل خلفاء ثلاثہ کے حضرت علی المرتضیٰ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ درحقیقت ان حضرات کے فضائل بیان فرمانا ترجمانی ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف کی سیدنا حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے طرز عمل اور ارشادات عالیہ سے فضائل اصحاب ثلاثہ کو بیان فرما کر اس مسئلہ کی حد اہمیت واضح فرمائی ہے۔ وہ نشناسان حقیقت سے پوشیدہ نہیں۔ کہ ان حضرات کے فضائل بیان کرنا درحقیقت سید الانبیا محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و فضائل کا اقرار ہے، کیونکہ ان حضرات کے جس قدر فضائل و کمالات ہیں، وہ عکس و پرتو ہیں، کمالات نبوت کے ان حضرات میں نقائص و عیوب نکالنا کمالات نبوت کے ناقص ہونے اور آقا کے اپنے مشن میں ناکامیاب ہونے پر محمول کرنا پڑے گا۔ تو اس صورت میں مذہب اسلام کی صداقت تو کجا اس کی تمام بنیادیں کھوکھلی ہو کر رہ جاتی ہیں، تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضور کے سابقون خصوصًا خلفاء ثلاثہ کی تعریف و توصیف درحقیقت مذہب اسلام کی حفاظت اور آپ کے اپنے مشن میں کامیابی کی ایک ایسی مثال ہے۔ جس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ حضرت علی المرتضیٰ کی حقیقت حال کی ترجمانی کو تقیہ کی نذر کرنا درحقیقت مذہب اسلام کو ختم کرنے کے مترادف ہے خالق کائنات نے جس طرح حفاظت اسلام کے اور نبوت سے انتظامات فرمائے ہیں۔ وہاں شمع نبوت کے پروانوں کے فضائل و کمالات بیان فرماکر آفتاب نبوت کی جو حفاظت فرمائی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے اس لیے کہ آفتاب نبوت کے آئینہ درحقیقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہی ذوات مقدسہ ہیں۔ انہی حضرات کے توسط سے کمالات نبوت کو دیکھا جاسکتا ہے، انہی حضرات کے واسطہ سے آفتاب نبوت کی منور ترین شعاعیں دنیا کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی عالم انسانی کی رہنمائی فرمارہی ہیں، ان کے اوصاف و کمالات کو بیان کرنا درحقیقت آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیوں کا اقرار کرنا ہے،

اسی واسطے حضرت علی المرتضیٰ ان حضرات کی مدح سرائی کرتے رہے۔

جو حقیقت حال کی صحیح ترجمانی ہے۔ لیکن جب بعض حاسدین نے حضرت علی المرتضیٰ کے اس صحیح و جائز فعل کو غلط رنگ میں پیش کرنا شروع کیا۔ نور نبوت کی ضیا پاشیوں کو ختم کرنے کے ارادہ سے حقائق کی ترجمانی کو تقیہ جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں جھوٹ ہے۔ پہ محمول کر کے حضرت علی المرتضیٰ کی ذات گرامی کو بھی نہ چھوڑا۔ تو غیرت خداوندی نے گوارا نہ کیا۔ کہ ایسے اہم ترین مسئلہ کو بغیر وضاحت کے چھوڑا جائے لہٰذا سیدنا امام حسین اور آپ کے معصوم بچوں کے مقدس ترین خون سے اس مسئلہ کی وضاحت ایسے انداز سے کروائی۔ کہ کسی صاحب عقل کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔ کہ اگر خلفاء ثلاثہ میں بھی یزید کی طرح کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہوتی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا بھی حضرت حسینؓ کی طرح میدان جہاد میں نکل کر فرائض اسلامی کی سرانجام دہی فرماتے۔ نہ یہ کہ ان کے بیعت ہو کر فضائل و کمالات بیان فرمادیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کا صحابہ ثلاثہ کے خلاف خروج نہ فرمانا بلکہ ان کے ساتھ شیر و شکر کی طرح رہتے ہوئے ان کے فضائل بیان فرمانا اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ یہ حضرات نور نبوت کی ضیا پاشیوں کے کامل ترین مظہر ہیں۔ سیدنا امام حسین کے خون نے اس مسئلہ کی پوری پوری وضاحت فرمادی۔ کہ اصحاب ثلاثہ میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو شمع نبوت کے پروانے، اخلاق نبوی کے کامل ترین مظہر تھے۔ ورنہ حضرت علی المرتضیٰ کی خاموشی ناممکن ہی نہیں۔ بلکہ محال تھی۔ ان کا دین اسلام سے برگشتہ ہونے کا مطلب تو یہ ہو گا۔ کہ آفتاب نبوت میں کوئی تاثیر نہیں،

جب ہمیشہ ساتھ رہنے والوں کا یہ حال ہے۔ تو مذہب اسلام کی صداقت کیسے برقرار رہ سکتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ درحقیقت شہادت امام حسینؓ ایسی تمام چیزوں کی بیخ کنی کرتی ہے۔ جن سے اسلام کے کسی اصول یا اصحاب رسول پر کسی قسم کا حرف آتا ہو۔ اسی واسطے حضرت معین الدین چشتی اجمیری فرماتے ہیں، شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین، دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید۔ حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

جو شخص حضرت امام عالیمقام کی شہادت عظمیٰ کو صحیح تسلیم کرتا ہے، اسکے لئے خلفاء ثلاثہؓ کی عظمت فی الاسلام کا اقرار ضروری و لازمی ہے، ورنہ انکی شہادت سے انکار یا حضرت علی المرتضیٰ کے فعل پر اعتراض لازم آئیگا۔ اور یہ دونوں چیزیں غلط ہیں۔ لہذا خلفاء ثلاثہ کی عظمت فی الاسلام کے اقرار کے بغیر اسلام کا کوئی حکم اور نہ ہی خاندان نبوت کا کوئی فعل صحیح ثابت کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت میں سیدنا امام حسین نے اپنے خون سے خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی المرتضیٰ جو کہ اسلام کے پہنچانے میں امت اور نبی کے درمیان واسطہ ہیں۔ کے مقدس ترین دامن کو تمام حاسدین اسلام کے حسد سے محفوظ و محفوظ فرماکر حاسدین کے مکر و فریب کو فضائے آسمانی میں اسطرح تحلیل کیا۔ کہ انکو اپنے آپکو پیٹنے کے سوا اور کوئی راستہ ہی نظر نہ آیا۔ اسکے علاوہ شہادت امام حسین میں اور بہت سی حکمتیں ہیں، جو اس مختصر رسالہ میں نہیں آسکتیں۔ اب اسکے بعد حالت یزید کو ملاحظہ فرمائیے، کہ محمود احمد صاحب عباسی نے کسطرح حقیقت حال کو چھپانے کی کوشش کی ہے،

بحث یزیدیہ اولاً یزید کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرمائیے، اس کے بعد اہل سنت والجماعت کا یزید کے متعلق نظریہ اور علماء محققین کا یزید کے بارے میں جو اعتقاد ہے، وہ پیش کیا جائیگا۔ ارشادات نبوی ملاحظہ فرمائیے۔

یزید حدیث کی کسوٹی پر یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید نے بیان کیا۔ کہ مجھ سے میرے

دادا سعید بن عمر بن سعید نے فرمایا۔ کہ

كنت جالسا مع ابي هريرة مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ومروان معنا قال ابو هريرة سمعت الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم يقول هلكة امتي على ايدي غلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم غلمة فقال ابو هريرة لو شئت ان اقول بني فلان بني فلان لفعلت فكنت اخرج مع جدي الى بني مروان حين ملكوا الشام فاذا راهم غلمانا احداثا قال لنا عسى هؤلاء ان يكونوا منهم قلنا انت اعلم

بخاری شریف (کتاب الفتن)

مَیں حضرت ابوہریرہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے ساتھ مروان مدینہ کا گورنر بھی تھا۔ ابوہریرہ نے فرمایا۔ کہ میں نے صادق مصدوق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند نوعمر لونڈوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ مروان نے کہا۔ کہ ان لونڈوں پر خدا کی لعنت۔ ابوہریرہ نے کہا۔ کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں۔ تو نام کہہ سکتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ جس زمانہ میں بنو مروان ملک شام کے حکمران ہوئے ہیں۔ میں اپنے دادا کے ساتھ شام جایا کرتا تھا۔ میرے دادا بنو مروان کے نوجوان لڑکوں کو دیکھتے۔ تو ہم سے کہتے۔ کہ ان میں سے ہی ہیں۔ جن کے ہاتھ سے حضور نے امت کی تباہی کی خبر دی ہے۔ ہم کہتے آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

اس حدیث کو حضرت امام بخاری کے علاوہ امام احمد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کے مفہوم کو علامہ خطیب قسطلانی ابن شیبہ سے نقل کرتے ہیں۔ پھر امام کرمانی اپنی شرح بخاری میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بھی اس حدیث کو دہرایا ہے۔

حضرت حذیفہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے متعلق جو حدیث فرمائی ہے۔ ہدیۂ ناظرین ہے

عن حذیفۃ قال قلت یا رسول اللہ ایکون بعد ھذا الخیر شر کما کان قبلہ شر قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف قلت وھل بعد السیف بقیۃ قال نعم یکون امارۃ علی اقذاء و ھدنۃ علی دخن قلت ماذا قال ثم ینشاء دعاۃ الضلال فان کان للہ فی الارض خلیفۃ جلد ظھرک واخذ مالک فاطعہ والا فمت وانت عاض علی جذل شجرۃ الحدیث

مشکوۃ شریف۔ کتاب الفتن صفحہ ۴۶۳

حضرت حذیفہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ جیسے اسلام سے پیشتر تاریکی پھیل گئی تھی۔ کیا اسکے بعد بھی ایسا ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ میں نے نجات کیسے حاصل ہوگی۔ آپ نے فرمایا، تلوار نجات دے گی۔ میں نے کہا تلوار کے بعد بھی کچھ تاریکی باقی رہے گی۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ناخوشی اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی۔ اور مکر و فساد سے صلح ہوگی۔ میں نے عرض کیا۔ پھر کیا ہوگا فرمایا گمراہی کی طرف لوگ بلائیں گے۔ اگر اس وقت کوئی خلیفہ موجود ہو۔ جو امور باطل پر تیرے پیٹ پر دُرے لگائے۔ اور تجھ سے مال وصول کرے۔ تو اس کی اطاعت کرنا۔ ورنہ افسوس و غم کی حالت میں مرجانا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ دعاۃ الضلال سے مراد یزید پلید لیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے،

ودعاة الضلال يزيد بالشام والمختار بالعراق ونحو ذالك

حجة الله البالغة جلد ۲ صـ۲۰۰

اور گمراہی کی جانب بلانے والے ایک یزید ملک شام میں اور مختار عراق میں۔ وغیرہ ذالک،

حدیث اول کے الفاظ غلمۃ من قریش کی شرح کرتے ہوئے علامہ عینی شارح صحیح بخاری قریش کے ان بد ترین نوجوانوں کی تصریح کرتے ہوئے جن کے منحوس ہاتھوں سے امت کے برباد ہونے کی پیشنگوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دی ہے۔ یوں فرماتے ہیں۔

واولهم يزيد عليه ما يستحق وكان غالبا ينزع الشيوخ من امارة البلدان الكبار ويوليها الاصاغر من اقاربه

عمدۃ القاری جلد ۱۱ صـ ۳۳

اور پہلا ان کا یزید ہے۔ جو اس پر جس کا وہ مستحق ہے۔ اور تھا۔ وہ غالباً الگ کرتا۔ مشائخ کو بڑے شہروں کے عہدوں سے اور حاکم بناتا۔ ان کی جگہ چھوٹوں کو اپنے رشتہ داروں سے،

علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وعند احمد والنسائي عن ابي هريرة هلاك امتي على يدي غلمة من سفهاء قريش وبزيادة سفهاء تقع المطابقة بين الحديث والترجمة وعند ابن ابي شيبة من وجه آخر عن ابي

اور نزدیک امام احمد اور نسائی کے حضرت ابوہریرہؓ سے یوں مروی ہے۔ کہ میری امت کی بربادی قریش کے چند بیوقوف نوجوانوں کے ہاتھوں سے ہو گی۔ لفظ سفہاء کی زیادتی سے حدیث اور ترجمہ میں مطابقت واقع

هريرة رفعه اعوذ بالله من امارة الصبيان .

ہوگی۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے دوسری وجہ سے یوں بیان کیا ہے،

پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بچوں کی امارت سے اور اس سے آگے فرماتے ہیں۔

وعند ابن ابي شيبة ان ابا هريرة كان يمشي في السوق يقول اللهم لا تدركني سنة ستين ولا امارة الصبيان قالوا وما امارة الصبيان وقد استجاب الله دعاء ابي هريرة فمات قبلها بسنة قال وفي الفتح وفي هذا اشارة الى ان اول الاغلمة كان في سنة ستين وهو كذلك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقي الى سنة اربع وستين فمات ثم ولي ولده معاوية ومات بعد اشهر

حاشیہ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۶

اور نزدیک ابن ابی شیبہ کے یوں ثابت ہے، کہ حضرت ابوہریرہؓ بازار میں چلتے تو سنے یوں کہا کرتے تھے اے میرے اللہ بچا مجھ کو سنہ ۶۰ھ سے اور بچوں کی امارت سے، کہا انہوں نے کہ نہیں آتی، امارت بچوں کی اور قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہؓ کی دعا کو۔ پس انتقال کیا، اس سے ایک سال پہلے کہا، اور فتح میں یوں ہے۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ پہلا ان غلاموں کا ہوگا، سنہ ۶۰ھ میں اور وہ اسی طرح ہوا، کہ یزید بن معاویہ حاکم ہوا سنہ ۶۰ھ میں اور باقی رہا سنہ ۶۴ھ تک۔ پس مرگیا۔ پھر والی ہوا۔ اس کا لڑکا معاویہ اور انتقال کیا ایک ماہ بعد۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ازالۃ الخفا میں جو احادیث اسی سلسلہ میں نقل کی ہیں۔ ان کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے خواب میں اولاد حکم کو دیکھا۔ کہ میرے منبر پر کود رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ اس خواب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی نے ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی،

اور بیہقی نے ابن مسیب سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بنی اُمیّہ کو اپنے منبر پر دیکھا۔ تو آپ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پس آپ پر وحی نازل ہوئی۔ کہ یہ صرف دنیا ہے۔ جو انہیں دی گئی ہے۔ تو آپ خوش ہو گئے،

اور ترمذی و حاکم اور بیہقی نے حسن بن علی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اُمیّہ میں سے ایک شخص کو اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ کو اس سے رنج ہوا۔ ازالۃ الخفا مقصد اول صہ ۳۵۸

علامہ ابن حجر نے چند احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں یزید کی تصریح موجود ہے۔ ان میں سے ایک حدیث ہدیہ ناظرین ہے،

واخرج الرویانی فی مسندہ حضرت ابی درداؓ سے مروی ہے کہ

عن ابی الدرداء قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول من یبدل سنتی رجل من امیۃ یقال لہ یزید صواعق محرقہ ص۱۳۲

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا۔ بنی امیہ کا ایک آدمی ہوگا۔ جس کو یزید کے نام سے پکارا جائیگا۔

مذکورہ بالا احادیث سے یزید پلید کا چہرہ اپنی اصلی صورت میں سامنے آجاتا ہے۔ کہ امت کی بربادی کا سبب اور سنت رسول اللہ کو بدلنے والا اولین شخص یزید پلید ہے۔ اس کا انکار احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ جس کی جسارت کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔ پہلی حدیث میں گرچہ تصریح نہیں۔ لیکن حضرت ابوہریرہ کی دعا اور اس کے افعال شنیعہ نے نصف النہار کی طرح ظاہر کر دیا۔ کہ ایسی احادیث کا اولین مصداق یزید کے سوا اور کوئی نہیں۔ آخری حدیث میں اس کے نام کی تصریح سے تو تمام شبہات دور ہوگئے۔ اس آخری حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوگیا۔ کہ اولین کو تبدیل کرنے والا یزید پلید ہے۔ نہ کہ حضرت معاویہ جیسا کہ بعض کوتاہ فہم غلط پروپیگنڈہ کرنے میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔

اعتراض شاید بعض کوتاہ فہم یہ اعتراض کریں۔ کہ اگر مذکورہ بالا احادیث کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو حضرت معاویہؓ کی ذات گرامی محفوظ نہیں رہ سکتی۔ کہ یزید کے متعلق مذکورہ بالا ارشادات نبویہ کے ہوتے ہوئے اس کو ولیعہد بنانا کیونکر جائز قرار دیا جاسکتا ہے

اعتراض حضرت امیر معاویہؓ پر ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ اس جواب ۱:- یہ کہ اول تو ہم کہتے ہیں، کہ حضرت امیر معاویہؓ کو یہ احادیث ہی نہیں پہنچی تھیں۔ کیونکہ اس وقت ذخیرہ احادیث موجودہ شکل میں مدون ہو کر منظر عام پر نہیں آیا تھا۔ بلکہ صدور رجال ہی میں محفوظ و مصون تھا تو ایسی صورت میں کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا احادیث کے ہوتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ نے جان بوجھ کر یزید کو ولی عہد بنایا؟

دوسرا اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ ان کو یہ احادیث پہنچی ہیں، تو پھر قبل از وقت یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا۔ کہ یہ وہی یزید ہے۔ جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے۔ کیونکہ یزید بن معاویہؓ کے زمانہ اقتدار اور اس سے افعال شنیعہ کے صدور سے پہلے محض مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے اس کی تعین مشکل تھا۔ کہ وہ کونسا یزید ہے۔ اس کا تعین ان احادیث کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دوسرے طریقہ سے کسی صحابی سے کر دیا ہو۔ تو الگ بات ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی سنہ ۶۰ھ سے قبل وفات کی دعا نقل کی جا چکی ہے۔

یزید تاریخ کی کسوٹی پر

قبل ازیں کہ تاریخی کسوٹی پر یزید کو پرکھا جائے، اولاً ہم اس تاریخی کتاب کی اہمیت جس سے ہم حوالہ جات پیش کرنا چاہتے ہیں، جناب محمود احمد صاحب عباسی

کا خود اپنا اقرار ملاحظہ فرمائیے۔

نامور سے نامور مورخین عہد بہ عہد پیدا ہوئے۔ مبسوط سے مبسوط کتب تاریخ مرتب و مدون کر کے پردہ عدم میں روپوش ہوتے رہے۔ مگر قبول دے ہوئے سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنے کی یا وضعی روایتوں اور مبالغات کو جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ نقد و درایت سے جانچنے کی کوشش سوائے علامہ ابن خلدون کے کسی اور مورخ نے نہیں کی۔

(مقدمہ خلافت معاویہ و یزید ص ٹ)

عباسی صاحب کے خود اپنے اقرار سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ علامہ ابن خلدون ہی ایک ایسا مؤرخ ہے۔ کہ جس نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ تاریخ میں روایات کو نقد و درایت کی میزان پہ پرکھنے کے بعد پیش فرمایا۔ علامہ ابن خلدون کا یزید پلید کے بارے میں جو فیصلہ ہے۔ عباسی کے اپنے اقرار کے پیش نظر اس کا قبول کرنا اور اس کے مطابق اپنا عقیدہ رکھنا اور اس کی اشاعت کرنا ضروری و لازمی سمجھا جائے گا۔ ورنہ اپنی تکذیب خود کرنی پڑے گی۔ علامہ ابن خلدون کی تحقیق ملاحظہ کیجئے یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی برأت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اب انتخاب ولیعہدی کے سلسلہ میں چند امور ایسے ہیں۔ جو قابل بیان ہیں۔ تاکہ اس میں حق و ناحق ثواب و غیر ثواب کی تمیز ہو سکے۔ اول یہ کہ وہ فسق و فجور جو یزید سے اس کی خلافت کے عہد میں صادر ہوا۔ کیا وہ بوقت تقرری

ولیعہدی معاویہؓ کے علم میں تھا۔ تو حقیقت یہ ہے۔ کہ معاویہؓ کی شخصیت باعتبار فضیلت و عدالت اس قسم کی بدگمانی سے پاک اور بالکل بری بلکہ وہ تو اپنے حین حیات میں یزید کو گانا سننے سے سختی سے روکا کرتے تھے۔ جو دیگر امور فسق میں جس کا یزید نے ارتکاب کیا۔ کم درجہ ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون صـ۲۱۲)

اس سے آگے علامہ خلدون فرماتے ہیں۔

اب حضرت حسینؓ کا واقعہ تو اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ جب یزید کا فسق و فجور تمام اہل زمانہ کے سامنے آشکارا ہو گیا۔ تو طرفدارانِ اہل بیت نے کوفہ سے حضرت امام حسینؓ کو بلایا۔ اور لکھا۔ کہ آپ تشریف لائیں۔ ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں۔ حضرت امام نے سوچا۔ کہ یزید کی بدکاریوں کی وجہ سے یزید کے خلاف اٹھنا تو ہے ہی۔ خصوصاً جب کہ اس پر قدرت بھی ہو۔ تو پھر تاخیر کیوں کی جائے؟ (مقدمہ ابن خلدون صـ۲۱۴)

آگے مشاجرات صحابہؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ ثابت ہو چکا۔ کہ حضرت علیؓ و معاویہؓ کے جھگڑے میں معاویہؓ کی طرف بھی خطاء کی نسبت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اجتہاد ان کی طرف بھی تھا۔ اور اجتہاد بالاجماع خطاء و صواب ہر دو کا احتمال رکھتا ہے، اسی طرح ابن الزبیر و عبدالملک کے تنازعہ میں بھی عبدالملک کو خطاکار نہیں ٹھہرا سکتے، رہا یزید کا معاملہ تو وہاں تو یزید کا فسق

اس کو خطا کا نشانہ بنا رہا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص۲۴۸)

خط کشیدہ عبارات کو ملاحظہ کیجئے۔ کہ علامہ ابن خلدون کس طرح یزید کو فاسق و فاجر و بد کردار الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ دیگر کتب تاریخ یزید کی بد کرداری سے لبریز ہیں۔

اعترافِ حقیقت

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے خود ایسا مواد فراہم کیا ہے۔ جس سے نصف النہار کیطرح ظاہر ہے۔ کہ یزید صرف یہی نہیں۔ کہ خود غیر شرعی افعال کا مرتکب ہوتا تھا۔ بلکہ وہ ایسے اعمال کا مربی و سرپرست تھا۔ جو شریعت میں ناجائز و حرام ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہل ہنر اور شعرا کا قدردان اور ادب و آرٹ کا مربی و سرپرست تھا۔ (خلافت معاویہ و یزید ص۳۲۵)

شریعت بیضا کی روشنی میں اس چیز کی وضاحت کی جاتی ہے۔ کہ موسیقی اور ادب و آرٹ کو اسلام میں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمایئے،

عن ابی امامۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی بعثنی رحمۃ العالمین وھدی للعالمین وامرنی ربی عزوجل بمحق المعازف والمزامیر والاوثان والصلب	روایت ہے ابی امامہ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق بھیجا۔ مجھ کو سبب رحمت واسطے تمام عالم کے اور سبب راہنمائی واسطے عالم کے اور حکم کیا۔ مجھ کو۔ میرے

دامر الجاهلیة الحدیث (مشکوۃ شریف)	رب عزت اور بزرگی والے کے

ساتھ مٹانے باجوں اور مزامیر کے اور بتوں اور سولیوں کے اور تمام رسومات و عادات جاہلیت کے جب موسیقی وادب و آرٹ کے آلات کو مٹانے کا حکم رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔ اس کے باوجود ان اشیاء کی سرپرستی کرنے والا کیسے اور کیونکر مسند و منصب خلافت کا اہل تصور کیا جاسکتا ہے۔ جن اشیاء کو اسلام نے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ ان کی سرپرستی کرکے ان کو رواج دے کر معاشرۂ اسلامی کو برباد کرنا کہاں کا تقویٰ ہے۔ ؎

التجا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

فتاوی شامی جو احناف کی ایک مایۂ ناز کتاب ہے اس میں جہاں علوم پر بحث کی ہے۔ وہاں علم موسیقی کو ان علوم میں شمار کیا ہے۔ جن کا سیکھنا ناجائز و حرام ہے۔

وحرام وھو علم الفلسفۃ والشعبذۃ والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعین والسحر والکھانۃ وعلم الموسیقی شامی ص۳۲	اور جن علوم کا سیکھنا حرام ہے وہ علم فلسفہ کا اور شعبدہ بازی کا۔ تنجیم اور رمل کا۔ علم طبائعین اور جادو کہانت کا اور علم موسیقی کا۔

لیکن یزید ایسی ناجائز و حرام اشیاء جن کا مٹانا اس کے فرض منصبی میں داخل تھا، کی سرپرستی کرتا رہا۔

کارنامہ یزید کی مثال ثانی

جناب محمود احمد صاحب عباسی یزید کے مناقب بیان کرتے ہوئے ایک اور واقعہ نقل کرتے ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہے،

کہ منصف مزاجی کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ذاتی معاملات میں بھی امیر یزید دامن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، ابن کثیر نے سلامہ نام ایک کنیز کا واقعہ بیان کیا ہے، جو مدینہ منورہ کے رہنے والی حسن و جمال میں یگانہ بہ صفت موصوف تھی۔ قرآن شریف اچھی قرأت سے سناتی۔ شاعرہ اور مغنیہ تھی۔ حضرت حسان بن ثابت کے فرزند عبدالرحمن نے جو خود بھی شاعر تھے۔ اور جن کا ذکر ایک قصہ میں اوپر گذر چکا اس کنیز کی امیر یزید سے بہت کچھ تعریف و صفت کر کے اس کی خریداری پہ اس کو راغب کیا۔

ودلہ علی سلامۃ وجمالہا وحسنہا وفصاحتہا وقال لا تصلح الا لک یا امیر المؤمنین وان تکون من سمارک	اور انہیں (امیر یزید کو) سلامہ اور اس کے حسن و جمال و فصاحت کی طرف رغبت دلائی اور کہا یا امیر المؤمنین یہ کنیز سوائے آپ کے اور کسی کے لائق نہیں۔ خواہ آپ اسے قصہ خوانی ہی کے لئے رکھ لیں۔

البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۳۴

کنیز کے آقا سے خریداری کا معاملہ طے کر لیا گیا۔ کنیز مذکورہ مدینہ سے دمشق آکر داخل حرم کی گئی اور دوسری کنیزوں پر اسے فوقیت حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یہ راز افشا ہُوا۔ کہ یہ کنیز اور مدینہ منورہ کا ایک شاعر احوص بن محمد دونوں ایک دوسرے کے دام محبت میں گرفتار ہیں، امیر یزید نے احوص کو جو دمشق میں موجود تھا، نیز سلامہ کو مواجہ میں طلب کر کے تصدیق کی ان دونوں نے فی البدیہہ اشعار میں اقرار محبت کیا، سلامہ نے کہا۔ کہ شدید محبت مثل روح کے میرے جسم کے رگ و پے میں سرائیت کئے ہوئے ہے۔ تو کیا اب روح و جسم میں مفارقت ہو سکے گی رحبًا شذ میل، جدی کالروح فی جسدی فهل یفرق بین الروح والجسد - امیر یزید نے یہ حال دیکھ کر سلامہ کو احوص کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ خذها یااحوص فهی لک وصلة صلة سنیة ؛ اے احوص اب یہ (سلامہ) تمہاری ہے تم اسے لو۔ پھر اسے اچھا انعام بھی عطا کیا۔ انصاف پسند طبیعت ہی کا تقاضہ تھا۔ کہ داخل حرم کرنے کے بعد بھی ان کے جذبات محبت کا احترام کیا۔ خلافت معاویہ ویزید ص۳۱۸، ۳۱۹

ناظرین کرام! جناب محمود احمد صاحب کے اس پیش کردہ حوالہ کو غور سے پڑھیں، کہ یزید کے گردوپیش کس قسم کے افراد رہتے، اور کس قسم کی اشیاء کا تذکرہ یزید کی نجی مجالس میں جاری رہتا تھا اس واقعہ سے نصف النہار کی مانند ظاہر ہو گیا۔ کہ یزید حسن و جمال

کا دلدادہ اور مغنیہ عورتوں پر فریفتہ ہونے والا ایک آزاد و
آوارہ شخص تھا۔ زمانہ قدیم اور اب بھی شرفاء حضرات کا طریقہ ہے
کہ اگر سلسلہ مناکحت کہیں قائم کرنا ہو۔ تو سب سے مقدم اخلاق
حسنہ کو رکھا جاتا ہے۔ محض حسن و جمال کی پرستش آزاد و عیاش
افراد کا شیوہ رہا ہے۔ لیکن مغنیہ کو داخل حرم کرنا تو اس گئے
گذرے زمانہ میں بھی خلافِ شرافت و معیوب شمار کیا جاتا ہے،
خواص کے علاوہ عوام الناس بھی مغنیہ عورت کے داخل حرم کرنے
کو معیوب شمار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں جس کو محمود احمد صاحب عباسی
امیر المومنین لکھتے ہوئے فخر محسوس کرتے ان کے ہاں اس قدر عشق
آزادی و عیش پرستی ہے۔ کہ جب ان کی داخل حرم کے ناجائز محبت کا
راز افشا ہوتا ہے۔ عاشق و معشوق کے اقرار پر صرف یہی نہیں۔ کہ
تعزیر اسلامی کا نفاذ نہیں۔ بلکہ ان کے جذبات محبت کا احترام کرتے
ہوئے اقرار جرم کے باوجود اپنی داخل حرم کو مزید انعامات کے ساتھ
عاشق کے حوالہ کر کے جس قدر بے غیرتی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ
اپنی مثال آپ ہے، یزید کا صرف یہ ایک ہی کارنامہ شرافت
انسانی کے حسین چہرہ پر اس قدر بدترین داغ ہے۔ جو کبھی دور
نہیں کیا جاسکتا۔ کیا اسی کا نام تقوی و پرہیز گاری ہے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز ہائے سربستہ نہ یہ رسوایاں یوں ہوتیں

ان دونوں حوالوں سے جو محمود احمد صاحب عباسی کے اپنے پیش کردہ ہیں، یزید اپنی اصلی صورت میں سامنے آجاتا ہے۔ پہلے حوالہ کے پیش نظر یزید پر تین سنگین جرم عائد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کا خود ناجائز و حرام فعل کا مرتکب ہونا۔ دوسرے اپنی سرپرستی میں ایسے قبیح و ناجائز افعال کی اشاعت کرکے اسلامی معاشرے کو برباد کرنا۔ تیسرے ناجائز و حرام کام کی اشاعت کے لیئے بیت المال کی بربادی دوسرے حوالے کے پیش نظر اس کی عیاشی و حسن پرستی و بداطوار افراد کی حوصلہ افزائی منظر عام پر آجاتی ہے۔ یہی وہ[1] چیزیں تھیں جس کی وجہ سے سیدنا امام حسینؓ نے مفاد ملّت کے پیش نظر یزید کو منصب خلافت کا نااہل تصور کرتے ہوئے اس کی بیعت کو قبول نہ فرمایا۔ بلکہ قوم کو ان کی شہادت یہ سبق پیش کرتی ہے۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی
آزادئ حیات کا یہ سرمدی اصول!
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

---

[1] یعنی عصیان خداوندی و اتباع خواہشات نفسانی

یزید کے افعال شنیعہ کے پیش نظر ابتداء کتاب میں جو خلافت شرعیہ کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس کو یزید پر چسپاں کیجئے کہ آیا یزید مذکورہ کیرکٹر کے ہوتے ہوئے جو خود عباسی صاحب نے پیش فرمایا ہے۔ خلافت شرعیہ کے معظم ترین مسند پر بٹھانے کے قابل تصور کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں تمام دنیا کے عقلاء یزید کو شرعی خلیفہ ہونے کا تصور بھی جرم عظیم تصور کریں گے۔ باقی رہی وہ حدیث جس سے عباسی صاحب نے یزید کو شرعی خلیفہ ہونے پر محمول کیا ہے۔ اس کی اصلیت مد یہ ناظرین ہے۔

حدیث خلافت کی وضاحت

عباسی صاحب حدیث الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک کو حدیث لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشرۃ خلیفۃ کلھم من قریش کے متعارض اور متناقض سمجھ کر موضوع ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نیز ترمذی میں یہ تصریح بھی ہے۔ کہ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی حدیثیں مروی ہیں۔ یعنی حضرت جابر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ کہ دین اسلام قوت سے رہیگا۔ یہاں تک کہ بارہ خلیفہ ہوں۔ اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔ لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشرۃ

خلیفۃ کلھم من قریش۔ ان بارہ خلیفوں میں پانچویں امیر المومنین معاویہ رضؓ اور چھٹے امیر المومنین یزید ہوتے ہیں (خلافت معاویہ و یزید ص۳۴۵)

اس سے قبل عباسی صاحب فرماتے ہیں۔ ایک حدیث وضع کی گئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول منسوب کیا گیا۔ الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک۔ اس وضعی حدیث کے راوی حشرج بن نباتہ الکوفی ہیں، وہ سعید بن جمہان سے اور وہ حضرت سفینہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی، پھر بادشاہت ہوگی۔ یہ حدیث بتغییر الفاظ ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے۔ اول تو اس کے راوی حشرج بن نباتہ الکوفی تقریباً تمام آئمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث اور لایحتج بہ ہیں منکر الحدیث ہیں۔ یہ حشرج سعید بن جمہان بصری سے روایت کرتے ہیں، جن کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی۔ اور حضرت سفینہ کا انتقال ۷۴ھ میں ہوا۔ ان دونوں کے سنین وفات میں ۶۲ برس کا فرق ہے، پھر یہ سعید تو بصرہ کے رہنے والے تھے، اور حضرت سفینہ مدنی ہیں۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے یہ حدیث ان سے کب کیونکر اور کہاں سنی۔ (خلافت معاویہ و یزید ص۳۴۴)

اوّلاً یہ وضاحت کی جاتی ہے، کہ ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ پھر حدیث کی صحت اور بارہ خلفا میں یزید کی شمولیت پر

بحث کی جائے گی۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ خلافت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خلافت راشدہ جس کو خلافت علی منہاج النبوت بھی کہا جاتا ہے۔ اس خلافت کی مدت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس برس بتلائی ہے۔ دوسری خلافت مطلق خلافت ہے۔ جو ملوکیت کے ہم معنی ہے۔ خواہ وہ عادلہ بھی ہو۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، کہ میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی۔ خلافت سے مراد راشدہ ہے۔ جو خلافت علی منہاج النبوۃ ہے۔ اس کے بعد مطلق خلافت کا آغاز ہوتا ہے۔ ان دونوں خلافتوں کے درمیان حضرت امیر معاویہؓ حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بایں معنی کہ نہ ان کو خلیفہ راشد کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ان کی خلافت کو خلافت مطلقہ پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ کہ نہ ہی وہ پہلوں جیسے اور نہ ان کے بعد آنے والے ان جیسے شمار کئے جا سکتے ہیں۔ اپنی تائید میں ہم حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول پیش کرتے ہیں۔ جس کو عباسی صاحب نے اپنی تاریخی ریسرچ میں نقل کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا تاثر ملاحظہ کیجئے۔

قلنا یا ابا العباس جاء البریل بموت معاویہ فوجم طویلاً ثم قال اللھم اوسع لمعاویہ اما واللہ ما کان مثل من قبلہ ولا

پھر ہم نے ان سے کہا۔ کہ اے ابوالعباس قاصد موت معاویہ کی خبر لایا ہے۔ (یہ سنکر) وہ دیر تک خاموش رہے۔ پھر دعا مانگی۔ کہ الہیٰ معاویہؓ پر

یانی لعیدہٗ — اپنی رحمت وسیع کیجو۔ اور کہا۔ کہ واللہ

مثلہ کتاب المناقب لاشرات — وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے۔ جو

ملیؔ ذری الجزء الرابع قسم ثانی — ان سے پہلے گذر گئے۔ لیکن ان کے

بعد بھی کوئی ان کے مثل آنے والا

نہیں۔ خلافت معاویہؓ ویزید صفحہ

حضرت عبداللہ بن عباس حلفیہ فرماتے ہیں، کہ واللہ حضرت امیر معاویہ نہ خود پہلوں جیسے اور نہ ہی ان کے بعد آنے والے ان جیسے ہو سکیں گے اب اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو گا، کہ ان کی خلافت پہلے حضرات کی خلافت سے الگ اور نہ ہی ان کے بعد والوں کی خلافت ایسی ہو گی، ورنہ عدم مماثلت اور کونسی چیز میں شمار کی جائے گی۔ اس کے بعد عباسی صاحب کا نظریہ ملاحظہ فرمایئے

عباسی صاحب اشاعت دوم کے آئینہ میں	اب حضرت عبداللہ بن عباس کے مذکورہ بالا فرمان کے برعکس

عباسی صاحب کی تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

اور اموی خلافت کے ان بہترین اور منور ترین ایام کو بد ترین اور سیاہ ترین ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ہمارے زمانے کے ایک فاطمی عالم صاحب نے جو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کا مقتدا اور دین کا پیشوا سمجھتے ہیں، یہ باور کرانا چاہا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت معاذ اللہ

ناکام رہی۔ اور آپ کی امت تیس چالیس برس بھی، آپ کا برپا کردہ نظام آپ کے بعد برقرار نہ رکھ سکی۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے اپنے ماہنامہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ جس پر سبائیوں نے ان کو ہدیہ تبریک بھی پیش کیا۔ وہ یہ ہے:

اموی فرمانرواؤں کی حکومت حقیقت میں خلافت نہ تھی۔ ان کی حکومت اپنی روح میں اسلام کی روح سے ہٹی ہوئی تھی۔ اس (؟) فرق کو ان کی حکومت کے آغاز ہی میں محسوس کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ اس حکومت کے بانی امیر معاویہؓ کا اپنا قول یہ تھا۔ کہ انا اول الملوک میں سب سے پہلا بادشاہ ہوں۔

ان صاحب کی جرأت کا یہ عالم ہے۔ کہ جمہور صحابہ کرام کے اجماع کو ہیچ قرار دے کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ کہ امیر المومنین سیدنا معاویہؓ بدعت کے اولین علمبردار ہیں۔ انہوں نے جمہوریت کی بجائے شخصی حکومت کی بنیاد ڈال کر اسلام کے سیاسی نظام کو ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیا۔ (خلافت معاویہؓ ویزید طبع دوم)

عباسی صاحب کی اس ریسرچ کی تردید تو حضرت عبداللہ بن عباس کے قول سے خود بخود ہو گئی۔ لیکن خلافت علی منہاج النبوت کے باقی نہ رہنے سے عباسی صاحب نے جو نتیجہ حضرت امیر معاویہ اور حضور علیہ السلام کے برپا کردہ نظام کے متعلق اخذ کیا ہے۔ وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اگر یہی چیز ہے پھر آنجناب نے جو تصویر خلافت

علی المرتضیٰ کو پیش کی ہے۔ پھر وہ کیسے صحیح ہے۔ جیسا کہ ان کی بحث
خلافت میں یہ چیز مفصل گذر چکی ہے۔ اگر کسی کو بادشاہ تسلیم
کرنا مذکورہ بالا قبائح کو مستلزم ہے۔ تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے فرمان السلطان العادل ظل اللہ فی الارض الخ کہ عادل بادشاہ زمین
میں خدا کا سایہ ہے۔ کا کیا مطلب لیا جائے گا۔

اور پھر یہاں تو حضور علیہ الصلوٰۃ نے خلافت نبوت کی عمر کی
خود تصریح فرمادی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء۔ ابوداؤد۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلافت نبوت کی عمر تیس برس ہے، پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک دے گا۔

خلافت نبوت کی عمر ختم ہونے سے حضرت امیر معاویہ کی
ذات گرامی پر کیا اعتراض اور ان کی اس سے تنقیص شان کیسے
ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ خلافت راشدہ
جو خلافت نبوۃ ہے۔ کی عمر تیس برس ہے۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی
کی جانب بدعت یا خود ان کی تنقیص شان کا پہلو نکالنا حدیث کی تکذیب
کے مترادف ہے۔ خلاصہ بحث کہ حسب حدیث میں تیس سالہ خلافت
کی عمر بتلائی ہے۔ اس خلافت سے خلافت راشدہ وخلافت
علی منہاج النبوت مراد ہے۔ اور جس میں پانچ خلفاء کا ذکر ہے

اس سے مراد مطلق خلافت ہے۔ جو ملوکیت کے ہم معنی ہے۔ اور
حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو خلافت راشدہ سے خارج سمجھنے
سے کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی ان کی تنقیص شان کا
کوئی پہلو نکلتا ہے

باقی رہی یہ بات کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ یہ علم حدیث
سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر اس کے راوی حشرج بن نباتہ الکوفی
ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث ہیں۔ تو اس میں کون سی خرابی
جبکہ حشرج کے علاوہ دوسرا راوی اس کو روایت کر رہا ہو جیسے
کہ ابو داؤد میں حشرج کی بجائے عبدالوارث بن سعید اس حدیث
کو روایت کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ سعید بن جمہان کی حضرت سفینہ
سے ملاقات نہیں ہوئی۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت امام بخاری رحمہ نے
ان دونوں کی ملاقات ثابت کی ہے۔ دیکھئے تاریخ صغیر ص۹۷
غرضیکہ ایک صحیح و ثابت شدہ حدیث کو موضوع کہنا بڑی
جسارت ہے۔

قولہ اثنا عشر امیرا فیہ اقوال

باراں خلفاء میں یزید کی شمولیت پر بحث | قال بعضهم ليس المراد من ذلك
حصرهم بل لقاء امته المرحومة زمانا كثيرا لا يليهم ذلك انقطاع
الخلافة بعدهم اذ لا يعتبر العدد وقيل بل المراد من الخلافة على
منهج السنة تكون في اثنا عشر اميرا فلا يلزم تتابعهم حتى يناقض

علیہ بتخلل یزید وقیل بل المراد ان الامارة علی حسب سنة الخلفاء تکون فی اثنا عشر امیرا وان کان من هذہ الامراء من هو ظالم علی نفسہ کما کان یزید الکوکب الدری منہ جلد ا

قولہ ثم هلک بعد ذالک ای لاینبغی الامراء بعد ذالک علی سیر الخلفاء وان کان التغییر لیسیرا کما فی معاویة بن ابنہ معاویة بن یزید او المعنی انقطاع الاتصال بعد انقضاء ثلثین وان کان فیمن بعد ذلک امیر هو علی سیرة الخلفاء الکوکب الدری جلد ۲ صہ۵۵

قولہ اثنا عشر فیہ اقوال الاول انہ اشارة الی من بعد الصحابة من خلفاء بنی امیة ولیس علی المدح بل علی استقامة السلطنة وهم یزید بن معاویة وابنہ معاویہ ولا یدخل ابن الزبیر لانہ من الصحابة ولا مروان بن الحکم لکونہ بویع بعد بیعة ابن الزبیر فکان غاصبا ثم عبد الملک ثم الولید ثم سلیمن ثم عمر بن عبد العزیز ثم یزید بن عبد الملک ثم الهشام ثم الولید بن یزید ثم یزید بن الولید بن عبد الملک ثم ابراهیم بن الولید ثم مروان بن محمد ثم خرجت الخلافت عنهم الی بنی عباس الثانی ان بعد موت المهدی ملک خمسة من ولد حسن وخمسة من ولد الحسین ثم رجل من ولد الحسن ثم ولدہ فیتم اثنا عشر وکل منهم امام مهدی والثالث ان المراد اثنا عشر الی یوم القیامة وان لم یتوالی ایامهم (کذا فی المجمع) حاشیہ ترمذی شریف صہ۵۱ ج ۲

ناظرین کرام محدثین حضرات کے مذکورہ بالا اقوال سے یزید کی پوزیشن اور اثنا عشر امیران اس کے داخل ہونے کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں۔ کہ مدح کی صورت میں کس طرح یزید کو خارج قرار دیتے ہیں۔

عباسی صاحب کی عبارت حضرت عبداللہ بن عباس کا علغیہ بیان جو عباسی صاحب کے حوالے سے اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

که اما واللہ ما کان مثل من قبلہ ولا یاتی بعدہ مثلہ — کہ واللہ وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے جو ان کے پہلے گذر گئے۔ لیکن ان کے بعد بھی کوئی ان کے مثل آنے والا نہیں۔

یعنی حضرت امیر معاویہؓ پہلوں سے دوسرے درجہ پر اور ان کے بعد آنے والے تیسرے نمبر پہ شمار کئے جائیں گے۔ لیکن عباسی صاحب تیسرے درجہ والوں کے مقابلہ میں خلفاء راشدین کی انتخاب خلافت کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے۔

اور جس جمہوریت کا نام لیا جاتا ہے اس کے مطابق انہیں سے کسی ایک کے لئے بھی استصواب کئے نہ ہو۔ امیر المومنین عثمان ذوالنورین کے متعلق رائے شماری انتہا کو پہنچی تھی۔ لیکن صرف اہل مدینہ کی باقی اہل اسلام سے قطعاً کچھ دریافت نہیں کیا گیا۔

اسلامی تاریخ میں اگر کوئی شخص ہے جس کا انتخاب بالکل پہلی بار امت کی عام استصواب سے ہوا تو وہ امیر المومنین یزید ہیں۔ اس کے بعد غور طلب ہے کہ حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظمؓ کو اپنی زندگی میں ولی عہد بنایا۔ اور قطعاً کسی سے مشورہ نہیں لیا۔ اس تقرری کی تمام تر

ذمہ داری آپ نے اپنے اوپر لی۔ (خلافت معاویہ و یزید طبع دوم)

خلافت راشدہ کے بارے میں انداز تحریر اور اس کے انعقاد کے طریق کو اقتدار یزید کے مقابلہ میں ایسے انداز سے پیش کرنا۔ کہ گویا یزید سے پہلے جو خلفا گذرے ہیں۔ ان کی خلافت کو جمہوریت کا نام دینا جب کہ کسی ایک کے لئے بھی استصواب رائے عامہ نہیں ہوا محض خوش فہمی پر مبنی ہے۔ دراصل عباسی صاحب کی بے لاگ ریسرچ کا نتیجہ ہے۔ جو اس کے ہوا خواہوں کے واسطے بھی درس عبرت ہے، یعنی اسلامی تاریخ میں اگر جمہوری خلیفہ دیکھنا ہو۔ جو بالکل پہلی بار امت کے عام استصواب رائے سے منتخب ہو کر سامنے آیا۔ وہ صرف یزید ہی ہیں کا لازماً یہی نتیجہ نکلے گا۔ کہ یزید سے پہلے خلفا کا طریق انتخاب ہی غلط وغیر جمہوری تھا۔ العیاذ باللہ

لیکن عباسی صاحب جس کو جمہوریت سمجھتے ہیں، وہ جمہوریت نہیں۔ اگر عام استصواب رائے ہی جمہوریت ہے۔ تو آپ ہی بتلائیں۔ کہ آئیے جو آپ نے آیت مبارکہ وامرھم شوری بینھم کے متعلق بدیں الفاظ تحریر فرمایا ہے،

پھر یہ آیت مبارکہ وامرھم شوری بینھم ان کے مسائل باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔ اس آیت کو بڑے اہتمام سے موقعہ بے موقعہ پیش کیا جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ مریض کے بارے میں انجنیئر سے آب پاشی کے نظام کے سلسلہ میں خانقاہ نشین حضرت عابد کے بارے میں، کمان دار فوج سے اور عدلیہ کے متعلق تاجر سے مشورہ کرنے والا شخص

عقل مند سمجھا جائے گا، یا احمق۔ اگر امرہم شوریٰ بینہم کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ ہر کس وناکس سے بات کی جائے۔ وہ اہل ہو یا نہ ہو۔ تو ظاہر ہے۔ امور سیاسی میں اصحاب سیاست اور ارباب حل وعقد ہی سے مشورہ کیا جائے گا۔ اور انہی کی بات سنی اور مانی جائیگی۔ خلافت معاویہ ویزید طبع دوم۔ کا کیا مطلب ہے، جب غیر اہل وہر کس وناکس سے مشورہ کرنے والا جناب محمود احمد صاحب عباسی کے اپنے اقرار سے عقل مند کی بجائے احمق وبیوقوف سمجھا جائے گا۔ تو پھر اس سے ناظرین کرام خود اندازہ لگائیں۔ کہ پھر عباسی صاحب احمق ہوئے یا عقلمند۔ اس لیئے کہ یزید کے بارے میں استصواب رائے عام ہر کس وناکس وغیر اہل سے مشورہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ؎

وائے ناکامی، متاع کارواں جاتا رہا،
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا،

اور انتخاب خلیفہ کے بارے میں خلفاء راشدین کے طریقۂ انتخاب کو چھوڑ کر استصواب رائے عامہ جو کہ ہر کس وناکس وغیر اہل سے مشورہ کرنا ہے۔ کو اختیار کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ یزید ہرگز اس منصب جلیل کا اہل نہیں تھا۔ اور یہ کہ اصحاب سیاست وارباب شوریٰ ہرگز یزید کو اس منصب عظیم کا اہل تسلیم کرنے کے واسطے تیار نہیں تھے، اسی واسطے یزید کو سابقہ طریقۂ انتخاب چھوڑ کر ایک غیر شرعی طریق کار اختیار کرنا پڑا۔ اب راقم الحروف اہل فکر کو اس بات کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ یزید کا انتخاب ہی جب غیر شرعی اور بقول عباسی صاحب غیر اصولی طریقہ سے ہوا۔ پھر یزید کو شرعی

خلیفہ کہنا ریسرچ کا نتیجہ ہے۔ یا اظہار حماقت کا ایک ترقی یافتہ طریقہ ہے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

مزید برآں عباسی صاحب آگے فرماتے ہیں،

ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلے میں چند نفوس کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگرچہ وہ کتنے ہی محترم کیوں نہ ہوں۔ خلافت معاویہ ویزید ص۳۵

اصحاب سیاست وارباب شوریٰ کے اختلاف کو چند نفوس کے اختلاف پر محمول کر کے بے وقعت اور عوام مسلمانوں کے فیصلہ کو با وقعت و قابل اعتماد ٹھہرا کر یزید کو شرعی خلیفہ ثابت کرنا خود اپنے اقرار کے مطابق حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خلاصہ بحث یہ نکلا۔ کہ عباسی صاحب کے اپنے اقرار سے یزید کا انتخاب خلافت راشدہ کے طرز انتخاب سے بالکل الگ اور ایسے جدید طریقہ سے ہوا۔ جو غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ خلاف اصول بھی تھا حالانکہ بحسب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ علیکم بسنتی وسنتہ خلفاء الراشدین ۔ کہ تمہارے اوپر لازم ہے میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ ۔ ہونا یہ چاہیئے تھا۔ کہ خلافت راشدہ کے ہی مطابق اس کا انتخاب عمل میں لایا جاتا۔ لیکن یہاں تو انتخاب یزید کے مقابلہ میں خلافت راشدہ کے طریقہ انتخاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بالکل برعکس اور غیر جمہوری ظاہر کر کے یزید کو خلفاء راشدین پہ ترجیح دی گئی ہے۔ العیاذ باللہ

؎ چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

صحابہ کرامؓ پر نکتہ چینی کرنے والا یا ان کے طرز عمل کو یزید جیسے فاسق فاجر کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنے والا اگر قابل مدح وستائش ہے۔ تو دنیا میں کوئی چیز قابلِ مذمت نہیں ہے۔

بشارت مغفرت ویزید

عباسی صاحب نے یزید کو متقی و پارسا ثابت کرنے کے واسطے کہ اسکے اتقاء پرہیزگاری کا تو ذکر ہی کیا۔ اسکو تو بارشاد نبوی علیہ الصلوۃ والسلام دنیا ہی میں مغفرت کی بشارت مل گئی تھی۔ نص حدیث سے اس کی فضیلت اور عند اللہ مقبولیت پر کافی زور لگا کر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ایسے مغفور ومقبول ترین شخص کی مخالفت کیسے نظر انداز کی جاسکتی ہے۔ گویا کہ ایسے شخص کی بیعت سے گریز کرنے والا کس طرح نوجوانانِ جنت کا سردار ہو سکتا ہے۔

اولاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ملاحظہ کیجئے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی۔ ان کیلئے مغفرت ہے۔

عباسی صاحب حدیث نقل کرنیکے بعد فرماتے ہیں۔

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی نے مدینہ قیصر کی تشریح میں یہ بتاتے ہوئے کہ اس سے مراد نصرانیت کے صدر مقام قسطنطنیہ سے ہے۔ اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

کان اول من غزا مدینۃ قیصر یزید بن معاویہ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب الانصاری

حاشیہ ص۴۱۸ صحیح بخاری

مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے اول جہاد یزید بن معاویہ نے کیا۔ اور ان کے ساتھ سادات صحابہؓ مثل ابن عمرؓ وابن عباسؓ وابن زبیر اور ابو ایوبؓ انصاری کی ایک جماعت تھی۔ خلافت معاویہ ویزید ص۲۳

آگے منقبت یزید کے اثبات میں مہلب کے قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں یہ بیان لکھتے ہوئے کہ یہ حدیث حضرت معاویہؓ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے، محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں (محدث)

قال المہلب فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اول من غزا البحر ومنقبۃ لولدہ لانہ اول من غزا مدینۃ قیصر

حاشیہ صحیح بخاری ص۴۱۸

المہلب نے فرمایا، کہ یہ حدیث منقبت میں ہے (حضرت) معاویہؓ کے۔ کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا، اور منقبت میں ہے۔ ان کے فرزند (امیر یزید) کے کہ انہوں نے سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا۔ خلافت معاویہ ویزید ص۲۳

عباسی صاحب نے یہاں یہ باور کرانا چاہا ہے، کہ علامہ ابن حجرؒ

مہلب کے قول کو منقبت یزید میں استدلالاً پیش فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی غرض مہلب کا قول نقل کرنے سے محض اس کی تردید مقصود ہے۔ جیسے کہ مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے،

وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله في ذالك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا اختلاف اهل العلم ان قوله صلى الله عليه وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد احد ممن غزاها بعد ذالك لم يدخل في ذالك العموم اتفاقاً فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم انتهى

اور تعاقب کیا اس (مہلب) کا ابن التین و ابن المنیر نے جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے خارج بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اہل علم میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔ کہ حضور کا یہ قول مغفور لہم (جہاد قسطنطنیہ کے سبب شرکا بخش دئے گئے) اس شرط سے مشروط ہے، کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے، وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ تو اس سے صاف واضح ہے، کہ مراد مغفور کی یہ ہے، کہ مجاہدین روم کی مغفرت کی گئی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ ان میں مغفرت کی شرط پائی جائے۔

یہ تھی قول مہلب کے بعد عبارت جس کو چھوڑ کر عباسی صاحب نے حمایت یزید کا حق ادا کرتے ہوئے صحافتی دیانت کو بغیر چھری کے ذبح کر دکھلایا۔

علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری نے جو استدلال مہلب کی کیفیت نقل فرمائی ہے۔ وہ ملاحظہ کیجئے۔

واستدل بہ المہلب علی ثبوت خلافۃ یزید وانہ من اھل الجنۃ لدخولہ فی عموم قولہ مغفور لھم واجیب بان ھذا جار علی طریق الحمیۃ لبنی امیۃ

اس سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے اہل جنت ہونے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ حدیث کے اس جملہ مغفور لھم کے عموم میں داخل ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ یہ محض بنی امیہ کی حمایت کے جذبہ میں بات کہی گئی ہے،

اس کے بعد اصل جواب وہی ہے، جو علامہ ابن حجرؒ نے ابن المنیر کی جانب سے نقل فرمایا ہے۔

علامہ قسطلانی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ مہلب اور دوسرے لوگ جو یزید کی فضیلت یا اس کی خلافت پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ محدثین کرام کی نگاہوں میں مخدوش و مشتبہ ہیں، جس کو انہوں نے بنی امیہ کی حمایت بے جا پر محمول کیا ہے، اور بشارت جنت مل جانے کی وجہ سے ثبوت خلافت پر استدلال کرنا اگر صحیح ہے۔ تو پھر عشرہ مبشرہ کی خلافت کا ثبوت بھی حدیث تبشیر جنت سے ضرور ہونا چاہیئے،

محدثین کے جواب کا مطلب یہ ہوا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مغفور لہم مشروط ہے۔ ساتھ اس شرط کے کہ مجاہدین قسطنطنیہ اعمال صالحہ کی وجہ سے مغفرت کے اہل رہے ہوں۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی بعد جہاد مرتد ہو گیا۔ تو کسی کے نزدیک بھی وہ اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ اب اسی طرح اگرچہ یزید بھی مجاہدین میں شریک ہونے کی وجہ سے عموم حدیث مغفور لہم میں داخل سمجھا جائے گا۔ لیکن حدیث مغفور لہم کے مشروط ساتھ شرط اہلیت مغفرت کے ہونے کی وجہ سے یزید اس بشارت کی فضیلت سے محروم رہے گا۔ اس لیئے کہ وہ اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے شرط مغفرت کا پورا کرنے والا نہ رہا۔ تو اذا فات الشرط فات المشروط کے مطابق مغفرت کا اہل بھی نہیں رہے گا۔ جیسے کہ حجۃ الاسلام راس المحققین عمدۃ المفسرین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے یہی جواب باصواب دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

غایت مافی الباب بسبب خرابہائے پنہانی کہ داشت ہمچو منافقان کہ در بیعت رضوان شریک بودند بوجہ نفاق رضوان اللہ نصیب او نشد، یزید ہم ازیں بشارت محروم ماند ،

نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جس طرح بیعت رضوان میں منافقین شریک ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے محروم ہو گئے یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے اس بشارت کی فضیلت سے محروم ہو گیا ؛

(از مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین صاحب مدنی جلد اول صفحہ ۲۵۲)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح بیعت رضوان میں منافقین شامل تھے۔ جیسے کہ آیت کریمہ کی عمومیت سے ظاہر ہے۔

ان الذین یبایعونک فانما	تحقیق جو لوگ بیعت کرتے تجھ سے وہ
یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم	بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ
پارہ ۲۶ رکوع ۹	ہے۔ اوپر ان کے ہاتھوں کے،

اس آیت کریمہ سے تمام مبایعین کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس فضیلت سے محروم ظاہر کرنے کے واسطے دوسری آیت میں قید لگا کر ان کو خارج کر دیا۔

لقد رضی اللہ عن المومنین	تحقیق اللہ خوش ہوا۔ ایمان والوں سے
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ	جب بیعت کرنے لگے۔ تجھ سے اس درخت کے نیچے،

مؤمنین کی قید سے غیر مؤمنین یعنی منافقین بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم ہو گئے۔ اگرچہ نفس بیعت میں شامل تھے۔ ایسا ہی یزید بھی حضور کے فرمان مغفور لہم میں بسبب جہاد کے داخل سمجھا جائے گا۔ جیسا منافقین نفاق کی وجہ سے بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم رہے ہے۔ یزید بھی اپنے پوشیدہ فسق و فجور کی وجہ سے مغفور لہم کی بشارت سے محروم رہے گا۔

یزید اور ایک عباسی عالم | حضرت مولانا نانوتوی کا مذکورہ بالا جواب سن کر ایک عباسی عالم جو حمایت یزید میں سب سے پیش پیش ہیں،

یوں رقمطراز ہیں۔

رہے بیعت الرضوان والے سوال میں منافق داخل ہی نہیں۔ کیونکہ آیت میں مومنوں کی قید ہے۔ لہٰذا قیاس قابل قبول نہیں اور تاویل باطل ہے۔

ان کی جرأت کا یہ عالم کہ یزید کے بارے میں تمام عالم اسلامی کے بالکل خلاف نظریہ۔ کہ یزید کی برأت فرض ہے۔ پیش فرماکر جو اپنی بے راہ روی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

لیکن علمی قابلیت کا یہ حال کہ حضرت صاحب کو یہ بھی علم نہیں۔ کہ منافق بیعت رضوان میں داخل ہیں۔ کہ نہیں۔ ہم دوسری آئیت جس میں مؤمنین کی قید نہیں کو پیش نہیں کرتے۔ بلکہ اسی آئیت کو پیش نظر رکھ کر یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر واقعی منافق داخل ہی نہیں تھے۔ تو پھر دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی قید پھر کیوں اور کس لیئے لگائی۔ ایک معمولی عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ مومنین کی قید اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے۔ جب نفس بیعت میں غیر مؤمنین بھی داخل ہوں۔

درحقیقت علماء امت کی مخالفت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ ان کو صحیح چیز بھی غلط نظر آتی ہے۔

ع وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اگر واقعی یزید حدیث مغفور لہم سے خارج نہیں ہوا۔ تو پھر دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ کیا کسی صحابی نے جو امام حسینؓ کو یزید کے خلاف خروج سے روک رہے تھے۔ یزید کی فضیلت و عند اللہ اسکی مقبولیت کے اثبات میں حدیث

مغفور لہم کو استدلالاً پیش کیا یا کہ نہیں، اگر پیش کیا۔ تو ثبوت کی ضرورت ہے اگر پیش نہیں کیا۔ اور یقیناً نہیں۔ تو کیا صحابہ کرام کا اس حدیث سے یزید کی فضیلت پر استدلال نہ کرنا اس بات کا بین ثبوت نہیں، کہ ان حضرات کے نزدیک بھی یزید اس بشارت کا مستحق نہیں تھا۔ اور نہ ہی وہ حضرات یزید کو ایسا سمجھتے تھے۔ جیسے کہ عباسی صاحب باور کرانا چاہتے ہیں۔ بلکہ یزید کا فسق و فجور تو ان حضرات کے نزدیک مسلم تھا۔ اگر بخاری شریف میں حضور کا مجاہدین قسطنطنیہ کے واسطے ارشاد مغفور لہم موجود ہے۔ تو وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہے،

قال ابو ھریرۃ سمعت الصادق المصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. ھلکۃ امتی علی ایدی غلیمۃ من قریش	فرمایا ابوہریرہ نے سنا میں نے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔

بخاری شریف کتاب الفتن ص۱۰۴۶ ج۲

اس حدیث سے اتنا واضح ہے۔ کہ امت کی تباہی کا ذریعہ چند قریشی لڑکے بنیں گے، وہ چند قریشی لڑکے کون ہیں۔ جو اس منحوس کام کو سرانجام دیں گے۔ اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ ہی سے روایات ملاحظہ کیجئے۔

قال ابن بطال جاء المراد بالھلاک مبینا فی حدیث آخر لابی ھریرۃ اخرجہ علی معبد وابن ابی شیبۃ من وجہ آخر عن ابی	ابن بطال کہتے ہیں۔ کہ حدیث ابوہریرہ میں۔ ہلاکت امت کی مراد ابوہریرہ ہی کی دوسری حدیث سے کھل جاتی ہے۔ جس کو ایک اور سند سے علی بن معبد

هریرۃ رفعہ اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان قالوا وما امارۃ الصبیان قال ان اطعتموھم ھلکتم ای فی دینکم وان عصیتموھم اھلکوکم ای فی دنیاکم بازھاق النفس اوبازھاق المال او بھما،

فتح الباری ص ۷ ج ۱۳

اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ سے امارۃ صبیان (لڑکوں کی حکومت) سے پناہ مانگتا ہوں. صحابہ نے عرض کیا، لڑکوں کی حکومت کا کیا مطلب ہے. فرمایا. کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے. تو ہلاک ہو گے. یعنی دین کے بارہ میں اور اگر ان کی نافرمانی کرو گے. تو وہ تمہیں ہلاک ڈالیں گے. یعنی تمہاری دنیا کے بارہ میں جان لیکر یا مال چھین کر یا دونوں لیکر.

اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد کی مراد پورے طور پر واضح ہو گئی. کہ امت کی ہلاکت کے معنی درحقیقت امت کی اجتماعیت یعنی امارت دینی اور خلافت اسلامیہ ہی کی تباہی کے ہیں. جس کی صورت یہ ہو گی. کہ نوخیز ناتجربہ کار دین کے کچے لڑکے بر سر اقتدار آ جائیں. جن کی اطاعت سے دینی سرمایہ ختم ہو جائے گا. اور ان کی مخالفت سے دنیا ضائع ہو جائے گی. تو اس حدیث سے یہ چیز پیدا ہوتی ہے. کہ قدرت جہاد کے ہونے پر ان کے اقتدار کو چیلنج دینا ضروری و لازمی ہے. اس کے بعد ان لڑکوں کا جو امت کی ہلاکت کا سبب ہوئے. خاندانی تعلق کہ وہ کس خاندان سے ہوں گے. اور ان کی جائے رہائش بخاری شریف کی ہی روائت سے ملاحظہ کیجئے.

یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید نے بیان کیا۔ کہ مجھ سے میرے دادا سعید بن عمرو بن سعید نے فرمایا۔

كنت جالسا مع ابي هريرة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ومروان معنا قال ابوهريرة سمعت الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم يقول هلكة امتي على يدي غلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم غلمة فقال ابوهريرة لو شئت ان اقول بني فلان بن فلان لفعلت فكنت اخرج مع جدي الى بني مروان حين ملكوا الشام فاذا راهم غلمانا حدثا قال لنا عسى هؤلاء ان يكونوا منهم قلنا انت اعلم۔

بخاری شریف کتاب الفتن

میں حضرت ابوہریرہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے ساتھ مروان (مدینہ کا گورنر) بھی تھا۔ ابوہریرہ نے فرمایا۔ کہ میں نے صادق و مصدوق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ "میری امت کی تباہی قریش کے چند نوعمر لونڈوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔ مروان نے کہا ان لونڈوں پر خدا کی لعنت۔ ابوہریرہ نے کہا۔ اگر میں کہنا چاہوں۔ کہ وہ فلاں بیٹا فلاں شخص کا۔ تو کہہ سکتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ جس زمانہ میں بنو مروان ملک شام کے حکمران ہوتے ہیں۔ میں اپنے دادا کے ساتھ شام جایا کرتا تھا۔ میرے دادا بنو مروان کے نوجوان لڑکوں کو دیکھتے۔ تو ہم سے کہتے کہ یہ انہی میں سے ہیں۔ جنکے ہاتھ سے حضور نے امت کی تباہی کی خبر دی ہے۔ ہم کہتے آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

یہ حدیث بخاری شریف کے علاوہ متعدد کتب میں موجود ہے۔

اس حدیث نے ان لڑکوں کے دادا اور ان کی جانے حکومت کی وضاحت کر دی۔ اور ملک شام پر حکمران ہونے کے وقت ان کا موجود ہونا آخر کس چیز کا ثبوت ہے۔ کہ وہ کون ہے۔ لیکن پھر بھی ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ حضرت ابوہریرہ ہی کی دعا ملاحظہ فرمائیے، مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت دیکھئے۔

وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ	اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں
ان ابا هريرة كان يمشي في الاسواق	ہے۔ کہ ابوہریرہ بازاروں میں چلتے
ويقول اللهم لا تدركني سنة	پھرتے کہتے تھے۔ کہ اے اللہ ۶۰ھ
ستين ولا امارة الصبيان	کا زمانہ مجھ پر نہ گزرے اور نہ امارۃ صبیان
فتح الباری ص ۱۳	مجھے پائے۔

یہ ۶۰ھ کے زمانہ صبیان ہونے کی خبر اس روایت میں تو ابوہریرہؓ کا قول ہے۔ لیکن اس کے قیاسی چیز نہ ہونے کی بنا پر حکماً مرفوع حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ اس حدیث سے یہ وضاحت ہو گئی۔ کہ امارۃ صبیان ۶۰ھ سے شروع ہو گی۔ اب یہ کہ ۶۰ھ میں کون لوگ برسر اقتدار آئے۔ حافظ ابن حجرؒ کی ذیل کی عبارت پڑھیے جو حضرت ابوہریرہ کی روایتوں کی مراد بتلا کر ان کا مصداق متعین فرما رہے ہیں۔

وفی هذا اشارة الی ان اول	اور اس میں اشارہ اس طرف ہے۔ کہ ان
الاغیلمة کان فی سنة ستین یزید	نوخیز لڑکوں میں پہلا نوخیز لڑکا ۶۰ھ میں
وهو کذلک فان یزید بن معاویة	یزید تھا۔ اور وہ ایسا ہی تھا۔ جیسے کہ حدیث
استخلف فیها وبقی الی سنة اربع	میں خبر دی گئی ہے۔ کیونکہ یزید بن معاویہ

وستین فمات۔	اس سن میں برسر اقتدار آیا۔ اور وہ ۶۴ء
(فتح الباری ص ۱۳)	تک باقی رہا۔ پھر فوت ہوگیا۔

اس قدر وضاحت کے بعد کہ امت کو تباہ کرنے والا حضور کے فرمان سے ثابت ہونے پر کہ وہ یزید ہے۔ پھر بھی یزید کو مغفور لھم میں داخل رہنے کا دعویٰ کرنا تؤمن ببعض و تکفر ببعض کا مصداق ہونے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر یزید پہلے جہاد کی وجہ سے مغفور لھم میں داخل تھا۔ تو کیا مذکورہ بالا احادیث سے خارج نہیں ہو... یقیناً ہوا۔

اگر کوئی شخص اس کے بعد بھی تعصب کی عینک اپنی آنکھوں سے دور نہ کرے، بلکہ انکار ہی کرتا رہے، تو اسکی تسلی کے لیئے ایک اور جواب پیش کیا جاتا ہے۔

یزید کی خصوصیت کیسے؟

اگر محدثین کا جواب مغفور لھم سے اخراج یزید کے بارے میں کافی نہیں، تو پھر ہم کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے تمام عالم انسانی کی مغفرت تسلیم کرنی ضروری ولازمی ہوگی۔ پھر یزید کی خصوصیت کیسے اسلیئے کہ بعض ایسی احادیث موجود ہیں، جنمیں تمام افراد انسانی کی مغفرت کی بشارت موجود ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ	اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ انہوں
صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ	نے بیان کیا۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اللہ
یطوفون فی الطریق یلتمسون اھل	تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں۔ جو اکناف دنیا
الذکر فاذا وجدوا قوماً یذکرون	میں اہل ذکر کی تلاش میں مصروف رہتے
اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم قال	ہیں۔ اور جب کسی گروہ کو ذکر الٰہی میں مشغول

فیحفونهم باجنحتهم الی السماء الدنیا الی ان قال فیقول فاشهدکم انی غفرت لهم قال یقول ملک من الملائکة فیهم فلان لیس منهم انما جاء لحاجة قال هم الجلساء لاتشقی جلیسهم

پاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ۔ اپنے مقصد کی طرف فرمایا۔ کہ ڈھانپ لیتے ہیں۔ فرشتے اپنے پروں سے اہل مجلس کو آسمان دنیا تک (حدیث کا آخری حصہ یوں مروی ہے) فرمایا حضور نے کہ اللہ تعالیٰ فرمائینگے۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے ان تمام اہل مجلس کی مغفرت کر دی۔

حضور نے فرمایا۔ کہ ان فرشتوں سے ایک فرشتہ دربار ایزدی میں عرض کرے گا۔ یا اللہ ان میں فلاں شخص ایسا ہے۔ جو ان سے نہیں وہ اس غرض کے لیئے نہیں آیا۔ بلکہ وہ تو کسی اور غرض کے واسطے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہ وہ ایسی مبارک مجلس والے ہیں۔ کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی مغفرت کی فضیلت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اور مسلم شریف میں بھی بتغیر الفاظ موجود ہے۔

اب ناظرین کرام الفاظ حدیث پر غور فرمادیں۔ کہ اس میں کس قدر تعمیم ہے۔ اور پھر یہ اندازہ لگائیں۔ کہ خطۂ ارضی پہ کس قدر ایسے مواضع اور مواقع پیش آتے ہیں۔ کہ عالم انسانی کا کوئی فرد ہی شاید ایسا ہوگا۔ جس کو مجالس خیر میں کبھی بھی شرکت کا موقعہ نہ ملا ہو۔ ورنہ ہر فرد [illegible] کبھی کبھار ضرور خواہ کسی ارادہ سے ہو۔ ایسی مجلس کی شرکت سے نہیں رہ سکا۔ تو اب [illegible] فاشهدکم انی غفرت لهم هم الجلساء لا یشقی جلیسهم تمام شرکائے مجلس وعظ و ذکر خواہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے

ہوں ، فلاں نہیں ۔ منھم کے پیش نظر کی مغفرت ہو چکی ہے ۔ اگر یزید مغفور لھم میں داخل ہے تو پھر یہاں فاشھد کمرانی مغفرت لھم میں عالم انسانی کا ہر فرد داخل ہے ۔ پھر مجاہدین قسطنطنیہ کی شان امتیازی کیسے برقرار رہے گی ۔ اور نہ ہی اعمال خیر کی ضرورت ثابت کی جاسکتی ہے ۔ بلکہ مجالس خیر میں شرکت ہی مغفرت کیو اسطے کافی ہے ۔ حالانکہ یہ سب کچھ غلط ہے ۔ لہذا جو معنی محدثین نے بیان فرماتے ہیں ۔ ان کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔

خلاصۂ کلام کہ یزید حدیث مغفور لھم سے خارج ہی نہیں ۔ بلکہ اس کا فسق و فجور اور اسکے ہاتھ سے امت کی تباہی ارشادات نبوت سے ہو رہی ہے ۔

یزید کے امیر صحابہ ہونے کی حقیقت

قسطنطنیہ کے جس غزوہ میں اکابر صحابہ شریک ہوئے ۔ کیا وہ یزید کی قیادت میں ہوا تھا ۔ جبکہ یزید اس کا اہل نہیں تھا ۔ کہ وہ اکابر صحابہ کرام کا امیر بنایا جائے ۔ اس سلسلہ میں عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کی تحقیق ملاحظہ کیجئے ۔

وذکران یزید بن معاویۃ	اور ذکر کیا گیا ہے ، کہ یزید ابن معاویہؓ نے
غزا بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیۃ	بلاد روم میں جہاد کیا ۔ یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ
وھو جماعۃ من سادات الصحابۃ	تک پہنچا ۔ اور اس کے ساتھ سادات صحابہ
منھم ابن عمر وابن عباس وابن الزبیر	کی ایک جماعت تھی ۔ جس میں سے ابن عمر
وابوایوب الانصاری وکانت وفات ابی ایوب	ابن الزبیر اور ابوایوب انصاری بھی تھے
ھنالک قریبا من سور القسطنطنیۃ وقبرہ	جن کی وفات قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب
ھناک تستقی بہ الروم اذا قحطوا	ہوئی ۔ اور وہیں ان کی قبر بنائی گئی جس

وقال صاحب المرآة والاصح ان
یزید ابن المعاویة غزا
القسطنطنیة فی سنة اثنین و
خمسین ۵۲ھ وقیل سیّر معاویه
جیشا مع سفیان ابن عوف الی
القسطنطنیة فادخلوا فی بلاد
الروم وکان فی ذالک الجیش
ابن عباس وابن عمر وابن الزبیر
وابو ایوب الانصاری وتوفی
ابو ایوب فی مدة المحاصرة قلت
الاظهر ان هؤلاء السادات
من الصحابة کانوا مع سفیان هذا لم یکونوا
مع یزید بن معاویة لانه لم یکن اهلاً ان یکون هؤلاء
السادات فی خدمته وقال المهلب فی هذه الحدیث
منقبة المعاویة لانه اول من غزا البحر ومنقبة
لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر انتهیٰ
قلت ای منقبة کانت لیزید وحاله مشهور فان قلت
قال صلی الله علیه وسلم فی حق
هذا الجیش

سے قحط کے وقت لوگ توسل کر کے
دعائیں مانگتے ہیں۔ اور صاحب مرآۃ کہتے
ہیں۔ کہ صحیح بات یہ ہے۔ کہ یزید بن معاویہ
نے قسطنطنیہ کا غزوہ ۵۲ھ میں کیا اور یہ
کہا گیا ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ
پر چڑھائی کے لیئے ایک لشکر بھیجا۔ جس
کے امیر سفیان بن عوف تھے۔ جنہوں نے
لشکرہ تمام روم کے علاقوں پر حملہ کیا۔
اس لشکر میں ابن عباس ابن عمر ابن الزبیر
اور ابو ایوب اسی زمانہ محاصرہ قسطنطنیہ
میں وہیں وفات پا گئے۔ میں کہتا ہوں
(صاحب المرأة) کھلی ہوئی بات یہ ہے
کہ یہ اکابر صحابہ اس سفیان بن عوف کے
ساتھ تھے۔ یزید کے ساتھ نہ
تھے۔ کیونکہ یزید اس کا اہل نہ تھا۔ کہ
بڑے بڑے اکابر اس کی خدمت میں
ماتحت کی حیثیت سے رہیں۔ مہلب نے
کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ کی منقبت
ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی سم

[illegible] لا یلزم من
دخوله فی ذالک العموم ان
لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف
اهل العلم ان قوله صلی الله
علیه وسلم مغفور لهم مشروط
بان یکونوا من اهل المغفرة حتی
لو ارتد واحد ممن غزاها
بعد ذالک لم یدخل فی ذالک
العموم فدل علی ان المراد مغفور
لمن وجد شرط المغفرة فیه
منهم

(عمدۃ القاری [illegible])

سے پہلے دریائی جنگ لڑی۔ اور ان
کے بیٹے یزید کی منقبت بھی نکلتی ہے۔
کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قیصر کے
اس شہر قسطنطنیہ پہ دھاوا کیا۔ میں کہتا
ہوں (صاحب مرآۃ) یزید کی وہ
کونسی منقبت تھی۔ جو قابل ذکر ہوتی۔
جبکہ اس کا حال فسق و فجور مشہور ہے۔
اگر تم یہ کہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس لشکر کے حق میں مغفور لهم
فرمایا ہے۔ تو میں یہ کہوں گا۔ کہ اس
عموم میں یزید کے داخل ہونے سے
یہ لازم نہیں۔ کہ وہ کسی دوسری دلیل
سے اس سے خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ
اس میں علماء کا کوئی اختلاف ہی نہیں۔
کہ حضور کے قول مغفور لهم میں
وہی داخل ہیں۔ جو مغفرت کے اہل ہیں۔
حتی کہ اگر ان غزوہ کنندوں میں سے
بعد میں کوئی شخص مرتد ہو جاتا۔ تو یقیناً
اس بشارۃ کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ تو

اس سے صاف واضح ہے، کہ مراد حضور
کی یہ ہے، کہ مجاہدین روم کی مغفرت
کی گئی۔ اس شرط کے ساتھ۔ کہ ان میں
مغفرت کی شرط پائی جائے۔

اس عبارت میں علامہ عینی نے یزید کی مدح سرائی کی حقیقت کھول دی
اور فرمایا، کہ یزید کی منقبت ہی کیا۔ اور اس کے فضائل ہی کہاں سے تھے۔ جن پر
اس کی مدح سرائی کی جائے، جب کہ اس کے فسق و فجور کا حال سب کو معلوم اور مشہور
ہے۔ اور دوسرے سادات صحابہ کرام جس غزوہ میں شریک ہوئے۔ وہ سفیان
بن عوف کی قیادت میں ہوا۔ نہ کہ یزید کی سرکردگی میں۔ اور یہ کہ حدیث نبوی میں
جو وعدہ مغفرت وارد ہے۔ اس کے عموم میں وہی داخل مانے جائیں گے۔ جو اس
بشارت کی اہلیت کے مصداق تھے۔ یزید نہ اس کا اہل ثابت ہوا۔ اور نہ عموم میں
داخل رہا۔ خلاصہ یہ کہ علامہ عینی کی کلام سے یہ واضح ہو گیا۔ کہ اس زیر بحث غزوہ
قسطنطنیہ میں یزید کی امارت وقیادت کا دعویٰ یقینی طور پر ثابت شدہ نہیں
بلکہ علامہ عینی کے نزدیک اقوال میں اصح قول یہی ہے۔ کہ یزید کی شرکت تو اس
غزوہ میں ہوئی۔ مگر قیادت نہیں ہوئی۔

ستم ظریفی کی انتہا

سیدنا امام حسینؓ کی تنقیص شان کی نیت سے ان
کے اعلیٰ ترین مقام صحابیت سے نیچے لانے کی غرض
سے ان کی عمر وفات نبوی کے وقت پانچ برس کی دکھلا کر عباسی صاحب لکھتے
ہیں۔

اتنی چھوٹی عمر سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی۔ بعض آئمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت حسنؓ کو جو ان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے۔ زمرہ صحابہ کی بجائے تابعین میں شامل کیا ہے۔ خلافت معاویہ و یزید ص۱۴۶

سیدنا امام حسینؓ کے اعلیٰ ترین کمالات و مقامات درحقیقت آثار و لوازم صحابیت تھے۔ یہاں انکو ختم کرنے کے واسطے ایک متفق علیہ شے کو مختلف فیہ ظاہر کر کے ان کے اعلیٰ ترین مقام سے نیچے لانے کی کوشش کرنا اور ادھر عمر بن سعد کو صفا در صحابہ سے ثابت کرنیکے واسطے صحیحین کی ایک صحیح و ثابت شدہ حدیث کو ایک ضعیف قول کی بنا پر مسترد کرنا ستم بالائے ستم نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ عمر بن سعد کے بارے میں عباسی صاحب فرماتے ہیں۔

جب ان کے پوتے ابوبکر بن حفص بن عمر بن سعد اپنے دادا سے حدیث کی روایت کرتے۔ جیسا شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے تصریح کی ہے۔ تو یہ بین دلیل ہے۔ اس امر کی۔ کہ حضرت عمر بن سعد نہ صرف عہد نبوی کے مولود تھے۔ بلکہ آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر اقل درجہ پانچ چھ برس کی ہوگی۔

خلافت معاویہ و یزید ص۲۱۴

اور اس سے پہلے عمر بن سعد کے عہد نبوی میں تولد ہونے پر جو بد دیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں ابن سعد کے عہد نبوی میں تولد ہونے کے متعلق ابن فتحون و ابن عساکر کے اقوال کو حافظ ابن حجر نے صحیح و ثابت شدہ حدیث کے پیش نظر رد کیا ہے۔ لیکن عباسی صاحب نے اصابہ کی عبارت کا اثباتی حصہ نقل کر دیا۔ اور جس حصہ میں حافظ ابن

حجر نے ضعیف و شاذ اقوال کی تردید فرمائی ہے۔ اس کو ہضم کرکے صحیح حدیث کی تردید کے درپے ہو گئے۔ حضرت امام حسینؓ کے مقام صحابیت کو مشکوک کرنیکے واسطے غیر ثابت شدہ حوالہ جات پیش کرنا اور ابن سعد کو صحابہ میں داخل کرنے کے واسطے ضعیف و شاذ اقوال کا سہارا لیکر صحیح ثابت شدہ حدیث کی تردید کے درپے ہونا۔ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے۔

اس کے بعد عباسی صاحب کے حوالہ جات کا مختصر خاکہ ملاحظہ فرمائیے

تاریخی حوالہ جات کی حقیقت

عباسی صاحب نے کردار یزید کو بے غبار ثابت کرنے کے واسطے تاریخی عبارات میں قطع و برید کر کے امت مسلمہ کو جو فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

فضل یزید کے تحت تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

منجملہ ان کے شیخ عبدالمغیث بن زہیر العربیؒ تھے۔ جنکے متعلق علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ "کان من صلحاء الحنابلہ وکان یزار" یعنی وہ حنبلی صالحین میں سے مرجع عوام تھے۔ انہوں نے امیر یزید کے حسن سیرت اور اوصاف پر مستقل تصنیف کی۔

ولہ مصنف فی فضل یزید بن معاویہ اور ان کی (شیخ عبدالمغیث) کی تصنیف سے فضل یزید بن معاویہ پر اتی فیہ بالغرائب والعجائب البدایہ والنہایہ ایک کتاب ہے۔ جس میں بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں۔

خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۵۵، ۵۶

اب البدایہ والنہایہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

الشيخ عبد المغيث بن زهير الحربي كان من صلحاء الحنابلة وكان يزار وله مصنف في فضل يزيد بن معاوية اتى فيه بالغرائب والعجائب وقد رد عليه ابو الفرج بن الجوزي فاجاد واصاب

البدایہ والنہایہ ص ۳۳۸ ج ۱۲

شیخ عبد المغیث بن زہیر حربی صلحاء حنابلہ میں سے تھے، لوگ ان کی زیارت کو آتے تھے۔ اور ان کی (شیخ عبد المغیث کی) یزید بن معاویہ کی خوبیوں کے بارے میں ایک تصنیف ہے جس میں انہوں نے عجیب و غریب قسم کی باتیں کی ہیں۔ اس تصنیف کا رد علامہ ابو الفرج بن الجوزی نے کیا ہے۔ پس انہوں نے اچھا اور صحیح رد کیا ہے۔

یہ تھی اصل حقیقت جو علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ذکر کی ہے۔ لیکن عباسی صاحب نے جو تصرف و تلبیس کے جوہر دکھائے ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیے اولاً اتی فیہ بالغرائب والعجائب کا ترجمہ دیکھئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں۔ جس سے لوگوں کے ذہن اس طرف منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ یزید کے حالات ایسے عمدہ تھے، کہ ان کو سنکر تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ ایسے مواقع پہ غرائب و عجائب کا استعمال اچھے معنی میں نہیں ہوتا، بلکہ غیر مستند ہونے کے معنی میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ تصنیف ایسے غیر مستند واقعات پر مشتمل ہے، کہ جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ اس جملہ کے معنی یہ ہونے۔ کہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ عبد المغیث نے جو کتاب یزید کی فضیلت میں لکھی ہے، اس میں غیر مستند باتیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لکھی ہیں۔ اب غور فرمائیے۔ کہ علامہ ابن کثیر اس کتاب کی مدح کر رہے

ہیں۔ رہا اس کا غیر معتبر ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ دوسرے فاضل مصنف نے انکی فیلہ بالغرائب والعجائب کے متصل جو عبارت انکی کتاب کے متعلق تھی۔ اس سے دانستہ چھوڑ دیا۔ تاکہ علامہ ابن کثیر کی رائے سے لوگوں کو بے خبر رکھا جا سکے۔ اور اس عبارت میں شیخ عبد المغیث کی کتاب کے بارے میں خود علامہ ابن کثیر کی رائے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ جو عبارت مکمل درج کی گئی ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ ابو الفرج ابن جوزی نے شیخ عبد المغیث کی اس کتاب کا جو انہوں نے یزید کی فضیلت میں لکھی ہے۔ نہبت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے۔ جیسا کہ خاجاددا عصاب سے ظاہر ہے۔

اب غور کیجئے۔ کہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ اس سے یزید کی منقبت ظاہر ہوتی ہے۔ یا تنقیص۔ عباسی صاحب نے علامہ ابن کثیر کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان پر کیسا بہتان باندھا ہے۔ حافظ حدیث محدث ابن الجوزی اپنی کتاب جس کا نام ہے۔ الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم یزید میں فرماتے ہیں۔

دقد اجاز العلماء الورعون لعنه اور پرہیزگار علماء نے اس پر (یزید پر) لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ جس کو علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے۔

سئالنی سائل عن یزید بن معاویة فقلت له یکفیه مابه فقال ایجوز لعنه فقلت قد اجازه العلماء الورعون منهم احمد بن

سوال کیا مجھ سے کسی نے یزید بن معاویہ کے بارے میں۔ کہا میں نے کافی ہے۔ اسکو جو اسکے ساتھ ہے۔ پس کہا اس نے کیا جائز ہے۔ لعنت کرنا اس پر (یعنی یزید پر) پس کہا۔ میں نے تحقیق پرہیزگار

جلاً فانه ذکر فی حق یزید علیه اللعنة — علماء نے اس پر (یزید پر) لعنت کو جائز
ثم روی ابن الجوزی عن القاضی — قرار دیا ہے ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں
ابی یعلی الفراء انه روی فی کتابه المعتمد — پس انہوں نے ذکر کیا یزید کے حق میں لعنت اس پر
فی الاصول باسناده الی صالح بن — پھر روایت کی ابن الجوزی نے قاضی ابو یعلی
احمد بن حنبل قال قلت لابی ان — الفراء سے کہ انہوں نے روایت کی اپنی کتاب
قوماً ینسبوننا الی تولی یزید فقال — المعتمد فی الاصول میں ساتھ اسناد کے صالح بن
یا بنی وهل یتولی یزید احد یؤمن — احمد بن حنبل تک کہا عرض کیا میں نے اپنے
بالله ولم لا یلعن من لعنه الله — والد سے (یعنی احمد حنبل) سے کہ ایک قوم
فی کتابه فقلت واین لعن الله یزید — منسوب کرتی ہے ہم کو حب یزید کی طرف
فی کتابه فقال قوله تعالی — فرمایا انہوں نے اے میرے بیٹے کیا دوستی
ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض — رکھے گا یزید سے اللہ تعالی پر ایمان رکھنے والا
وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین — اور کیوں لعنت نہیں کرے گا اس شخص پر
لعنهم الله فاصمهم واعمی — جس پر اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں لعنت کی
ابصارهم فهل یکون فساداً اعظم — ہو میں نے کہا کہاں لعنت کی ہے اللہ تعالی
من هذا القتل — نے یزید پر اپنی کتاب میں پس فرمایا احمد بن

صواعق محرقه ص ۱۳۲

حنبل رح نے اللہ تعالی نے فرمایا ہے
پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے
تو فساد برپا کرو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے
پھر کر دیا ان کو بہرہ اور اندھی کر دیں انکی آنکھیں۔

پس کیا ہوگا بڑا فساد اس قتل وغارت سے !

اس سے واقعہ حرّہ مراد ہے کہ یزیدی فوج نے کس طرح اہل مدینہ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔ اس کی تفصیل کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے !

حضرت امام احمد بن حنبل رح کا نظریہ یزید کے بارے میں مذکور ہو چکا ہے کہ وہ اس پر لعنت کے قائل ہیں اور شیخ عبد المغیث اور علامہ ابن الجوزی دونوں حنبلی ہیں۔ اب ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جب حضرت امام احمد بن حنبل رح یزید پر لعنت کے قائل ہیں ان کے مقابلہ میں شیخ عبد المغیث جو حضرت امام احمد بن حنبل ہی کے مقلد ہیں کے نظریہ کی کیا پوزیشن ہے ؟ خصوصاً اس وقت جبکہ حافظ حدیث محدث ابن الجوزی حنبلی جیسے حضرات نے اس کی تردید کی ہو۔ !

یہاں سے محمود احمد صاحب عباسی کے اس حوالہ کی تغلیط بھی ہو گئی جو انہوں نے کتاب العواصم سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں

قاضی ابی بکر بن عربی شاگرد حجۃ الاسلام امام غزالی اپنی کتاب العواصم میں بیان کرتے ہیں ! کہ امام احمد بن حنبل رح نے امیر یزید کا ذکر کتاب الزہد میں زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں کیا ہے جہاں زہد و ورع کے بارے میں زہاد امت کے اقوال نقل کئے ہیں آگے ان کی عبارت نقل کی ہے !

دوسرے امام احمد بن حنبل رح کی کتاب الزہد سے حوالہ پیش کرنا ہی صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں ردوبدل ہو چکا ہے۔ جیسا کہ خود ہی تحریر کرتے ہیں

امام احمد بن حنبل رح کی کتاب الزہد کا جو نسخہ طبع ہوا ہے وہ اصل نسخہ سے حجم میں بہت کم ہے۔ امام موصوف کی مسند بہت کبیر الحجم ہے (خلافت معاویہ ص ۳۰۳)

تو قاضی ابی بکر ابن عربی کا استدلال ہو سکتا ہے کہ اسی نسخہ سے ہو جسمیں رد و بدل ہو چکا ہے دوسرے جب ان کے نظریہ کی یزید کے بارے میں تصریح موجود ہے پھر غیر مصرح عبارت سے ہرگز استدلال نہیں کیا جا سکتا!

یزید کے ثقہ راوی ہونے کی حقیقت!

اولاً عباسی صاحب نے جو عبارت یزید کو ثقہ راوی ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہے اسے ملاحظہ فرمائیے! اس کے بعد اصل عبارت جس سے یزیدی دور یہ انتشار کا نقشہ سامنے آجاتا ہے!

تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی رح نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ حدیث میں کرتے ہوئے محدث یحیٰ بن عبدالملک بن عتبہ کوفی متوفی ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو اصد الثقات یعنی ثقہ راویان حدیث میں شمار کرتے تھے، مراسیل ابی داؤد میں ان کی مرویات ہیں!

خلافت معاویہ و یزید ص ۵۴

تہذیب التہذیب کا یہ حوالہ نقل کر کے جناب محمود احمد صاحب عباسی نے یزید کو ثقہ راوی ثابت کرنے کی جو سعی کی ہے اس میں لوگوں کو بہت زبردست دھوکا دیا ہے ذیل میں تہذیب التہذیب کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے جس میں سے یہ ٹکڑا لیا گیا ہے!

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن

امیۃ بن عبد شمس ابوخالد ولد فی خلافۃ عثمان و
عہد الیہ ابوہ بالخلافۃ فبویع منہ ستین وابی البیعۃ
عبداللہ بن الزبیر ولاذ بمکۃ والحسین بن علی و
نہض الی الکوفۃ وارسل ابن عمہ مسلم بن عقیل
بن ابی طالب لیبایع لہٗ بہا۔ فقتلہ عبیداللہ بن زیاد
وارسل الجیوش الی الحسین فقتل کما تقدم فی ترجمتہ
سنۃ احدی وستین ثم خرج اہل المدینۃ علی یزید
وخلعوہ فی سنتہ ثلاث وستین فارسل الیہم مسلم بن
عقبۃ المری وامرہ ان یبیح المدینۃ ثلاثۃ ایام وان
یبایعہم علی انہم خول وعبید لیزید۔
فاذا فرغ منہا نہض الی مکۃ لحرب ابن الزبیر ففعل
بہا مسلم الافاعیل القبیحۃ وقتل بہا خلقا من الصحابۃ
وابناءہم وخیار التابعین وافحش القضیۃ الی
الغایۃ۔ ثم توجہ الی مکۃ فاخذہ اللہ تعالی قبل
وصولہ واستخلف علی الجیش حصین بن نمیر السکونی
فحاصروا ابن الزبیر ونصبوا علی الکعبۃ المنجنیق
فادی ذالک الی وہی ارکانہا وہدم بنیانہا ثم احرقت
وفی اثناء افعالہم القبیحۃ نجاءہم الخبر بہلاک یزید
بن معاویۃ ؟؟ فرجعوا وکفی اللہ المومنین القتال

وكان هلاكته في نصف ربيع الاول سنة اربع وستين
ولم يحمل الارلجين واخبارهم مستوفات في تاريخ
دمشق لابن عساكر وليست له رواية تعتمد وقال
يحيى بن عبدالملك بن ابي غنية احد الثقات حدثنا
نوفل بن ابي عقرب ثقة قال كنت عند عمر بن
عبدالعزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال قال
اميرالمومنين يزيد فقال عمر تقول اميرالمومنين
يزيد وامر به فضرب عشرين سوطا،
ذكرته للتمييز بينه وبين النخعي ثم وجدت
له رواية في مراسيل ابي داؤد وقد نبهت عليها في
الاستدراك على الاطراف

تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجر عسقلانی صفحہ ۳۶۰ و ۳۶۱ جلد ۱۱

ترجمہ :-

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن
عبدالشمس یزید کی کنیت ابو خالد ہے، حضرت عثمان رضہ کی خلافت کے
زمانہ میں پیدا ہوئے اور حضرت معاویہ رضہ نے انہیں خلافت کا ولی عہد بنایا
سنہ ۵۶ھ میں یزید کی بیعت کی گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضہ مکے میں
پناہ گزین ہوئے اور حضرت حسین رضہ کوفہ کے لئے چل کھڑے ہوئے
اور اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل ابن ابی طالب کو پہلے ہی کوفہ

روانہ کردیا تاکہ کوفہ میں لوگوں سے حضرت حسین رضؓ کیلئے بیعت لیں
ان کو عبیداللہ بن زیاد نے قتل کردیا اور حضرت حسین رضؓ کی طرف
فوجیں روانہ کیں ۔ حضرت حسین رضؓ سنہ ۶۱ ہجری میں شہید کردئے گئے
جیسا کہ ان کے حالات میں ذکر کیا جاچکا ہے :

پھر سنہ ۶۳ ہجری اہل مدینہ نے یزید پر خروج کیا اور اس کی بیعت کو
توڑ دیا تو یزید نے مسلم بن عقبہ المری کی سرکردگی میں اہل مدینہ پر
فوج کشی کرائی ! اور حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ کو لشکری
لوگ ہر طرح مباح سمجھیں ، اور حکم دیا کہ اہل مدینہ یزید کے واسطے
خادم اور غلام بننے کے لئے بیعت لیں ! اور جب اس سے فارغ
ہو جائیں تو ابن الزبیر رضؓ سے جنگ کرنے کے لئے مکہ روانہ ہو
چنانچہ حسب الحکم مسلم بن عقبہ المری نے مدینہ میں افعالِ قبیحہ کئے
اور صحابہ اور ان کی اولاد اور اخیار تابعین کی ایک بڑی جماعت کو
تہ تیغ کرڈالا ۔ اور اسی واقعہ کو انتہائی برائی تک پہنچایا (چنانچہ
قتل و غارت گری، اور عصمت دری وغیرہ سب کچھ مدینہ منورہ
میں ہوا ۔ تین روز تک مسجد نبوی میں نماز تک نہ ہوئی !

تنہا سعید بن مسیب مسجد نبوی میں دیوانہ بن کر پڑے رہے
ان ایام میں مزار مبارک سے آذان اور تکبیر کی آواز آتی تھی
اور اسی آواز پر وہ تنہا نماز ادا کیا کرتے تھے، اور نہ مسجد نبوی
میں کوئی آذان دینے والا تھا اور نہ کوئی دوسرا نماز پڑھنے والا ۔

(مسند دارمی ۔) پھر مکہ کیطرف روانہ ہوا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ
کی گرفت میں آکر ہلاک ہو گیا اور حصین بن نمیر سکونی کو قائم مقام بنایا گیا
اس لشکر نے مکہ میں ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر پتھر برسانے
کے لیئے منجنیق (بڑے قسم کے گوپیے جن سے پتھر پھینکے جاتے ہیں) نصب
کر دی اور خوب پتھر برسائے جس کی وجہ سے بیت اللہ کے ستون اور
عمارت کمزور ہو گئی پھر خانہ کعبہ جلا دیا گیا۔ انہی کرتوتوں کے دوران
اچانک یزید بن معاویہ رض کے ہلاک ہو جانے کی اطلاع پہنچی، خبر سنتے
ہی لشکر واپس ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مومنین کو قتال سے بچا لیا۔
یزید کی ہلاکت ۶۴ھ میں ماہ ربیع الاول کے نصف میں ہوئی وہ عمر کے
چالیس سال بھی مکمل نہ کر سکا۔ ابن عساکر کی کتاب تاریخ دمشق میں اس
کے پورے واقعات مذکور ہیں! یزید کی کوئی روایت حدیث قابل اعتماد
نہیں ہے۔ یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیہ نے جو ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں
بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا جو ثقہ ہیں کہ میں
امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز رح کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص نے یزید
بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امیرالمومنین یزید نے یہ کہا۔ خلیفہ عمر بن
عبدالعزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیرالمومنین کہتا ہے اور اس شخص کیلیے
بیس ۲۰ کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے بیس کوڑے مارے
گئے (حافظ ابن حجر عسقلانی رح فرماتے ہیں کہ میں نے اس (یزید) کا ذکر
یزید بن معاویہ النخعی سے امتیاز پیدا کرنے کیلیے یہاں کیا ہے۔ ورنہ یہ صحاح ستہ

کے راویوں میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب میں ذکر کئے جانے کے قابل نہیں ہے،
مراسیل ابی داؤد میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی مجھے ملی ہے اور میں نے
اطراف پر استدراک میں اس مرسل روایت پر تنبیہ کی ہے !
اس عبارت کا مقابلہ اس عبارت سے کیجئے جو جناب محمود احمد صاحب عباسی نے
پیش فرمائی ہے - وہی کتاب ہے وہی صفحہ ہے مگر دیکھئے کس طرح قطع و برید کرکے
یزید کو ثقہ راویوں میں شمار کرنے کی سعی فرمائی ہے -- دونوں عبارتوں کا مقابلہ کرنے
کے بعد جناب عباسی صاحب کی حسب ذیل غلطیاں منظر عام پر آ جاتی ہیں !

اغلاطِ عباسی !

الف:- تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی رحہ کی تصنیف ہے جس میں
حافظ صاحب موصوف نے صرف ان رجال (راویوں) کا تذکرہ فرمایا ہے
جو صحاحِ ستہ کے راوی ہیں لیکن جہاں کہیں ناموں میں اشتباہ ہوتا ہے وہاں
اشتباہ دُور کرنے کیلئے دوسرے آدمی کا ذکر بھی کر دیتے ہیں اگرچہ وہ صحاحِ
ستہ کے راویوں میں سے نہ بھی ہو - چنانچہ تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر اس
لئے نہیں کہ یزید صحاحِ ستہ کے راویوں میں سے ہے بلکہ خود حافظ ابن حجر اس کی
وضاحت فرماتے ہیں کہ یزید کا ذکر انہوں نے تہذیب التہذیب میں کیوں کیا ؟
ذکرته للتمييز بينه وبين النخعي ۔ یعنی میں نے یزید ابن معاویہ
اموی کا ذکر اپنی کتاب میں یزید بن معاویہ نخعی سے امتیاز پیدا کرنے کیلئے کیا ہے
غور فرمائیے کہ جناب محمود احمد صاحب عباسی نے حقیقت کو کس طرح چھپایا ؟

اور تہذیب التہذیب میں یزید کا نام آجانے کی وجہ سے اسے رواتِ احادیث میں شمار کرکے لوگوں کو فریب میں مبتلا کیا ہے یہاں نسیاں نہیں ہے بلکہ دیدہ و دانستہ ایسا کیا گیا ہے ۔ ؛

ب :- جناب محمود احمد صاحب عباسی نے اسی حوالہ میں محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عتبہ کوفی کا ایک قول نقل کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی رح نے یہ قول تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے یہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے ؛

یحییٰ بن عبدالملک ابن عتبۃ الکوفی کا نام سرے سے تہذیب التہذیب میں ہے ہی نہیں ۔ البتہ یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیۃ الخزاعی ابوذکریا الکوفی کا ذکر بے شک تہذیب التہذیب میں ہے ؛ عذر کیا جاسکتا ہے کہ بے شک کتابت و طباعت کی غلطی ہو ؛

ج :- جناب عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواتِ احادیث میں کرتے ہوئے یحییٰ ابن عبدالملک ابن عتبۃ الکوفی متوفی ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے یہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدث یحییٰ ابن عبدالملک ابن ابی غنیہ دونوں پر واضح افتراء ہے کہ انہوں نے یزید کو ثقہ کہا ہے بلکہ جو صحیح ترجمہ پیش کیا گیا ہے اس میں ملاحظہ فرمایئے تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے یحییٰ بن عبدالملک ابن ابی غنیہ کی سند سے ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے خود یحییٰ بن عبدالملک کو احد الثقاۃ (ثقہ راویوں میں سے) ایک کہا ہے ؛

اور ان کے شیخ نوفل ابن ابی عقرب کو بھی ثقہ کہا ہے تاکہ سند کی صحت میں شبہ نہ رہے اور ان کی سند سے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیرالمومنین کہا تھا تو انہوں نے اس کے بیس کوڑے لگوائے حالانکہ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز رح بھی خاندان بنو امیہ ہی سے ہیں جن کا نسب نامہ یہ ہے

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس قرشی الاموی ۔ : یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں ان کا نسب اور یزید کا نسب امیہ پر جا کر ملتا ہے ۔ حافظ ابن حجر نے احد الثقات ذکی کی صفت بیان کی تھی ، مگر عباسی صاحب نے اسے یزید کے ساتھ چسپاں کر دیا جسے اہل علم خود عبارت دیکھ سمجھ سکتے ہیں :

ق :۔ جناب عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مراسیل ابوداؤد میں ان کی (یزید) مرویات ہیں ۔ مرویات جمع کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد روایتیں ہیں یہ بھی دھوکہ ہے ۔

مراسیل ابوداود میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی ہے جسے امام ابن حجر نے ذکر کیا ہے اسکو مرویات کے لفظ سے تعبیر کرنا امام ابن حجر پر افتراء ہے جو صحیح ترجمہ پیش کیا گیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیے !

اس میں صاف ذکر ہے کہ مراسیل ابی داؤد میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی مجھے ملی ہے یہ خود حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے ۔ غور فرمائیے کہ عباسی صاحب نے کس طرح دھوکہ دینے کی سعی فرمائی ہے ؟

ناظرین کی توجہ ایک اور بات کی طرف منعطف کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عباسی صاحب نے جس تہذیب التہذیب سے ابن حجر عسقلانی اور یحییٰ ابن عبدالملک بن ابی غنیہ کا قول نقل کیا ہے اسی تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر نے یزید کے پورے بیان میں ایک لفظ بھی یزید کی مدح تک نہیں کی بلکہ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے اس کی تنقیص ہی ثابت ہوتی ہے ۔ مثلاً اس کی موت کیلئے لفظ هلاك استعمال کرنا ، ساتھ ہی یہ ذکر کرنا کہ اس نے اپنے لشکر کے سردار کو مدینہ کی غارت گری کا حکم دیا ۔ حضرت حسین رضہ پر فوج کشی کرائی مدینہ منورہ کو تین دن تک ہر طرح مباح کر دیا جس کے دوران قتل و غارت گری اور عصمت دری کے بے شمار واقعات پیش آئے ، مکہ پر چڑھائی کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں خانہ کعبہ کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور پھر خانہ کعبہ جلا دیا گیا !

ان امور کے علاوہ کوئی لفظ بھی یزید کی منقبت میں ذکر نہیں کیا !

تہذیب کی عبارت کو اہل علم پھر غور سے پڑھیں ۔ نیز حافظ ذہبی نے یزید کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے قابل ملاحظہ ہے !

یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان الاموی روی عن ابیہ و عنہ ابنہ خالد و عبد الملک بن مروان مقدوح فی عدالتہ ۔ لیس باھل ان یروی عنہ و قال احمد بن حنبل لا ینبغی ان یروی عنہ

میزان الاعتدال ص ۲۴۳۱ ۳۱۸ جلد ۳

ترجمہ ۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی اس نے اپنے

والد سے روایت کی ہے اور خود اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان کی روایت کی ہے اس کا عادل ہونا مجروح ہے یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے روایت کی جائے۔ ! اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں!

۴۔ عباسی صاحب یزید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے البدایہ والنہایہ کی حسب ذیل عبارت پیش فرماتے ہیں ؛

وکان ابوایوب انصاری فی جیش یزید بن معاویہ والیہ اوصی وھو الذی صلی علیہ !

(البدایہ والنہایہ ص۵۹ جلد ۸)

ابو ایوب انصاریؓ یزید بن معاویہ رضہ کے لشکر میں شامل تھے انہوں نے اسی (یزید) کو وصیت کی اور اسی (یزید) نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی ! (خلافت معاویہ ویزید ص۲۷)

ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں نے جو امیر یزید کے لشکر میں شامل تھے بشمول حضرت حسین رضہ جنازے کی نماز میں بامامت امیر یزید شرکت کی ؛

خلافت معاویہ ویزید ص۲۷۔

البدایہ والنہایہ کی مذکورہ بالا عبارت ہی کے آخر میں حسب ذیل عبارت بھی ہے جسے عباسی صاحب نے دیدہ و دانستہ ترک کر دیا تاکہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں !

قال احمد حدثنا اسحق بن عیسی قال حدثنی محمد بن

قیس قاضی عمر بن عبدالعزیز عن ابی صرمة عن ابی ایوب الانصاری انه قال حین حضرته الوفات قد کنت کتمت عنکم شیئًا سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعته یقول ان لم تذنبون لخلق اللہ قومًا یذنبون - فیغفر لهم وعندی ان هذا الحدیث، و الذی قبله حملته معاویة علی طرف من الارجاء و رکب لسببه افعالاً کثیرةً انکرت علیه کما سنذکره فی ترجمته واللہ اعلم

البدایة والنهایة ص۵۹ ج ۸

حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند سے حضرت ابوایوب انصاری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے (حضرت ابوایوب) اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میں تم سے ایک حدیث چھپائے ہوئے تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ گناہ والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک ایسی قوم پیدا کرتا جو گنہگار ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی بخشتا؛

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس حدیث نے اور اس سے قبل والی حدیث (ومن مات لا یشرک باللہ شیئًا جعله اللہ فی الجنة - مسند امام احمد) نے ہی یزید بن معاویہ

کمزوری کردیا تھا - اور اسی وجہ سے اس نے (یزید نے) بہت سے افعالِ قبیحہ کا ارتکاب کیا جیسا کہ عنقریب ہم اس کے ترجمہ میں ذکر کریں گے!
اب بتائیے کہ علامہ ابن کثیر رح کی اس پوری عبارت سے یزید کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے ؟ یا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے افعالِ قبیحہ کا ارتکاب کیا۔
یزید نے جنازے کی جو نماز پڑھائی وہ بحیثیت امیر لشکر ہونے کے پڑھائی جو قانونِ اسلامی ہے - اس صورت میں فاضل و مفضول کا سوال پیدا نہیں ہوتا - چنانچہ اس کے نظائر تاریخ اسلامی میں موجود ہیں - آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں اپنے غلام حضرت زیدؓ کو امیرِ لشکر مقرر فرمایا تھا اور ان کی ماتحتی میں حضرت جعفر طیارؓ جیسے بڑے بڑے صحابہ رضؓ تھے -
اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کو لشکر کا سردار بنا کر روانگی کا حکم فرمایا تھا اور ان کی ماتحتی میں حضرت عمر رض جیسے صحابہ موجود تھے
۵ - عباسی صاحب موصوف نے یزید کے محاسن ثابت کرنے کیلئے البدایہ و النہایہ کی حسب ذیل عبارت بھی پیش فرمائی ہے !

وقد کان یزید فیه خصال محمودة من الکرامة والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الرای فی الملك وکان ذا جمال حسن المعاشرة

(البدایه والنهایه ص۲۳۰ ج ۸)

ترجمہ :- اور یزید کی ذات میں قابلِ ستائش صفات، حلم و کرم فصاحت و شعر گوئی، شجاعت، دبہادری کی تھیں،

نیز معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے۔ اور معاشرت
کی خوبی و عمدگی بھی ان میں تھی! (خلافت معاویہ و یزید ص۴۹)
اس عبارت کے آگے حسب ذیل عبارت بھی موجود ہے لیکن معلوم ہوتا ہے
کہ عباسی صاحب نے ریسرچ کا پورا حق ادا کرنے کیلئے اسے چھوڑ دیا ہے!

وکان فیه ایضاً اقبال علی الشهوات و ترك بعض الصلوٰة
فی بعض الاوقات و اماتتها فی غالب الاوقات

(البدایه والنهایه ص۲۳ ج۸)

اور نیز اس (یزید) میں شہواتِ نفسانیہ میں انہماک اور بعض اوقات
بعض نمازوں کا ترک کرنا پایا جاتا تھا۔ اور نمازوں کو بے وقت پڑھنا
تو اکثر اوقات رہتا تھا۔!

غور کیجئے کہ عباسی صاحب نے عبارت میں قطع و برید کر کے کس طرح دھوکا
دیا ہے۔ البدایہ والنہایہ کی اس عبارت کے موجود ہونے ہوئے ان اوصاف
سے جنہیں عباسی صاحب نے ذکر کیا ہے مثلاً حلم، کرم، فصاحت، شعرگوئی
شجاعت، بہادری وغیرہ سے یزید کے متقی، پرہیزگار اور ثقہ ہونے پر
کیسے روشنی پڑ سکتی ہے! جس کے لئے عباسی صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور
لگایا ہے اور روز روشن میں لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش
کی ہے۔ اور علاوہ یہ پتا جاتا ہے کہ حقیقت پر جو پردے پڑے
ہوئے تھے انہیں اس ریسرچ نے چاک کر دیا!

۶۔ جناب عباسی صاحب نے عمر بن سعد کے بارے میں تہذیب التہذیب کی حسب ذیل عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ عمر بن سعد کا کردار ویسا ہی بے داغ ثابت ہوتا ہے جیسا ان جیسے ثقہ و بلند پایہ تابعی کے حالات سے توقع کی جا سکتی ہے۔

(خلافت معاویہ و یزید ص ۲۱۴)

عمر بن سعد ابن ابی وقاص الزهری ابو حفص المدنی سکن الکوفة روی عن ابیه و ابی سعید الخدری وعنه ابنه ابراهیم و ابن ابنه ابو بکر بن حفص و ابو اسحٰق السبیعی و العیزار بن حریث و یزید بن مریم و قتادة والزهری و یزید بن ابی حبیب وغیرهم وقال العجلی کان یروی عن ابیه احادیث و روی عنه الناس و هو تابعی ثقة

(تهذیب التهذیب ص ۴۵۰ جلد ۷)

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ابو حفص المدنی ساکن کوفہ، انہوں نے اپنے والد سے اور ابو سعید خدری سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے ان کے فرزند ابراہیم اور ان کے پوتے ابو بکر بن حفص نے نیز ابو اسحٰق السبیعی سے اور العیزار بن حریث و یزید بن ابی مریم و قتادہ و الزہری و یزید بن حبیب وغیرہ نے روایت کی ہے اور محدث العجلی فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد نے اپنے والد سے احادیث

کی روایت کی ہے اور ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور وہ خود ثقہ تابعی تھے ": (خلافتِ معاویہ ویزید ص۲۱۴، ۲۱۵)

تہذیب التہذیب ہی میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ عبارت ہے جسے عباسی صاحب نے نہایت ہی دیدہ دلیری سے نظر انداز فرما دیا :-

وھوالذی قتل الحسین

ترجمہ - یعنی یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت حسین رضہ کو قتل کیا - :

ظاہر عبارت سے واضح ہے کہ یہ قول ھوالذی قتل الحسین محدث العجلی کا ہے جس کو عباسی صاحب نے نظر انداز کر دیا ! اس سے آگے کی عبارت ہے -

وذکر ابن ابی خیثمة بسند له ان ابن زیاد
بعث عمر بن سعد علی جیش لقتال الحسین
وبعث شمر بن ذی الجوشن وقال له اذھب
معه فان قتله والا فاقتله وانت علی الناس
وقال ابن ابی خیثمه عن ابن معین کیف
یکون من قتل الحسین ثقة قال عمر بن علی
سمعت یحیی بن سعید یقول ثنا اسمٰعیل
ثنا العیزار عن عمر بن سعد فقال له موسی
رجل من بنی ضبیعة یا ابا سعید ھذا قاتل

الحسین فسکت فقال لہ عن قاتل الحسین تحدثنا فسکت وروی ابن خراش عن عمرو بن علی نحو ذالک ۔ وقال فقال لہ رجل اما تخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی فقال لا اعود

(تہذیب التہذیب صفحہ ۴۵۱ جلد ۷)

ترجمہ :- ابن ابی خیثمہ نے اپنی سند سے بیان کیا کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک لشکر کی قیادت سپرد کر کے حضرت حسین رضہ سے قتال کے لئے بھیجا اور شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ تم بھی ان کے ساتھ جاؤ اگر یہ حضرت حسین رضہ کو قتل کریں تو فبہا ورنہ تم ان کو قتل کر دینا ۔ اور تم لوگوں پر امیر ہو گے اور ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ ابن معین نے فرمایا کہ وہ شخص کیسے ثقہ ہو سکتا ہے ؟ جس نے حضرت حسین رضہ کو قتل کیا ۔ عمرو بن علی نے کہا میں نے یحییٰ بن سعید کو کہتے سنا کہ ہم سے اسمٰعیل نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عیزار نے عمر بن سعد سے روایت کی ، اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان سے بنی ضبیعہ قبیلے کے ایک شخص موسیٰ نے کہا اے ابو سعید ! یہ تو قاتل حسین ہے پس وہ خاموش ہو گئے ۔

پھر اس نے کہا ہم سے قاتل حسین رضہ کی روایت بیان کرتے ہو پھر بھی وہ خاموش ہی رہے اور ابن خراش نے بھی عمرو ابن علی

سے اس حبیبی روایت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ اس شخص نے
کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے عمر بن سعد سے روایت بیان کرتے
ہو؟ اس پر وہ رو پڑے اور فرمایا کہ اب میں دوبارہ ان سے
عمر بن سعد سے روایت نہ کرونگا -؛

اس سے معلوم ہوا کہ یحیٰی بن معین بن سعید القطان ابن ابی خیثمہ اور
قبیلہ بنی ضبیعہ کے موسٰی وغیرہ جو آئمہ رجال حدیث ہیں عمر بن سعد کو
ثقہ نہیں سمجھتے تھے ان کے مقابلے میں تنہا العجلی کے قول کو نقل کر دینا
ریسرچ کے پردہ کو چاک کر دیتا ہے - یحیٰی بن معین جیسے امام الجرح
والتعدیل کے مقابلہ میں محدث عجلی کا قول کوئی زیادہ وزن نہیں رکھتا ؛

عیزار بن حریث وہی شخص ہیں جن کو تہذیب میں عمر بن سعد کے شاگردوں
میں ذکر کیا ہے جس کی تصریح خود عباسی صاحب نے کی ہے - ان ہی عیزار
سے تہذیب کے اسی صفحہ میں محدث موسٰی کہہ رہے ہیں کہ قاتل حسین رضہ سے
ہمارے سامنے روایت بیان کرتے ہو جس پر عیزار بن حریث نے
معذرت کی کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا ؛ اور یہی روایت بواسطہ شعبہ عن
ابی اسحٰق عن العیزار کی سند سے میزان الاعتدال ص ۲۵۹ جلد ۲ میں موجود ہے ؛

ناظرین کرام ! ابتدا بحث میں تہذیب التہذیب کی جو عبارت نقل کی ہے
اسے غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ امت کو اپنے اقتدار کی خاطر تباہ
کرنے والا اور اسلام کے مقدس و معظم ترین مقامات کی بے حرمتی کرنے والا
انسان کس طرح متقی اور پارسا ہو سکتا ہے ؟

خلافتِ معاویہ و یزید کی ایک دوسری عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے!
خلیفۂ ناصر نے امیر یزید کے بارے میں شیخ سے جو سوال کیا اور جو جواب انہوں نے دیا علامہ موصوف کے الفاظ میں سنئے!

فسئله الخليفة عن يزيد أيلعن أم لا فقال لا اسوغ لعنه لأني لو فتحت هذا الباب لأفضى الناس إلى لعن خليفتنا فقال الخليفة ولم قال لأنه يفعل أشياء منكرة كثيرة منها كذا وكذا ثم شرع يعدد على الخليفة أفعاله القبيحة مما يقع منه من المنكر

البدایہ والنہایہ ص ۳۲۸ ج ۱۲

خلیفہ نے شیخ عبدالمغیث سے سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ لعن کرنا ہرگز جائز نہیں اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر لعن کرنے لگ جائیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں؟ شیخ نے کہا کہ وہ بہت سی منکرات پر عمل پیرا ہوئے ہیں جن میں سے یہ اور یہ امور ہیں انہوں نے خلیفہ کے برے اعمال گنانے شروع کئے نیز جو منکرات سرزد ہوئے تھے

(خلافت معاویہ و یزید ص ۵۶)

مذکورہ ترجمہ تو خلافت معاویہ و یزید کے مصنف نے کیا ہے جو غلط ہے

علامہ ابن کثیر کی عربی عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیے!
خلیفہ نے شیخ (عبدالمغیث) سے سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس پر (یزید) لعن کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیوں کہ اگر میں اجازت دیدوں اور یہ لعنت کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے خلیفہ پر لعنت کرنے لگیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں شیخ نے کہا اس لئے کہ وہ خلیفہ بہت سے منکرات پر عمل کرتا ہے مثلاً یہ اور یہ امور، پھر شیخ نے خلیفہ کے سامنے ان منکرات کو گنتا شروع کیا جو خلیفہ سے سرزد ہوئے تھے!
اب ان دونوں ترجموں کا موازنہ کیجیے تو حسب ذیل باتیں ملیں گی۔
لا اسوغ لعنہ کا ترجمہ عباسی صاحب نے یہ کیا ہے کہ لعن کرنا ہرگز جائز نہیں! حالانکہ ایک ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ لا اسوغ صیغہ واحد متکلم ہے لیکن عباسی صاحب مصدر کا ترجمہ کرتے ہیں کہ لعن کرنا ہرگز جائز نہیں اور اسوغ کا ترجمہ جواز سے کرنا نامعلوم کہاں کی عربی دانی ہے؟ اگر یہ ترجمہ صحیح مانا جائے تو بعد کی تمام عبارت ہی غلط ہو گی۔ اس لئے کہ جب یزید پر لعن ناجائز ہوا تو یقیناً یہ چیز خاص ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ۔ کیونکہ کسی کام کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کرنے کا کسی کو کوئی اختیار نہیں بلکہ یہ خاصہ ربّ العزّت کا ہے۔ اب جبکہ لعنت ناجائز ہوئی پھر شیخ عبدالمغیث کو

لعن کا دروازہ کھول لینے کا اختیار کیسے ؟ اور یہ جواب وسوال پھر کس طرح صحیح تسلیم کیئے جا سکتے ہیں ! کیونکہ جس دروازہ کو کھولنے کا کسی کو اختیار نہیں اسے کھول لینے اور نہ کھول لینے کی بحث ہی غلط ہے !

پس اصل ترجمہ یہ ہے کہ میں اس پر لعن کرنے کی اجازت نہیں دونگا اور اس اجازت نہ دینے کی وجہ شیخ نے یہ بیان فرمائی کہ اگر میں یزید پر لعنت کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے خلیفہ (ناصر) پر لعنت کرنے لگیں گے اور اس سے بغاوت کا چشمہ پھوٹ پڑے گا پھر جب خلیفہ نے سوال کیا کہ وہ کیوں ؟ تو شیخ نے فرمایا اس لیئے کہ خلیفہ فلاں منکرات پر عمل کرتا ہے اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ یزید جن منکرات پر عمل کرتا تھا خلیفہ' ناصر بھی انہی منکرات پر عمل کرتا ہے اس لئے اگر ان منکرات کی وجہ سے جن پر یزید عمل کرتا تھا میں یزید پر لعنت کی اجازت دیدوں تو لوگ خلیفہ' ناصر پر بھی لعنت کرنے لگیں گے !

یہ امر غور طلب ہے کہ آیا اس سے تعریف نکلتی ہے یا اس کی تنقیص زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید پر لعنت نہ کرنی چاہیئے ! مگر اس سے یہ بات کیسے ثابت ہوئی کہ یزید منکرات پر عمل نہیں کرتا تھا ! یا مستحق لعنت نہیں تھا ! اور بہت پاکباز تھا - بلکہ اس کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ یقیناً منکرات پر عمل کرتا تھا !

یزید کے متعلق حضرت ابنِ عباسؓ کی حقیقتِ حال سے نقاب کشائی

فاضل مصنف نے یزید کی تعریف میں حضرت ابن عباسؓ کا فرمان پیش کر کے اس کی خلافتِ شرعیہ اور اتقاء و پرہیزگاری ثابت کی ہے حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابنِ عباسؓ کے فرمان سے تو یزید کی نااہلی ثابت ہوتی ہے۔ اولاً عباسی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمایئے!

رجب ۶۰ھ میں جس وقت امیرالمومنین معاویہ رضؓ کی وفات کی خبر مکہ معظمہ آئی حضرت حسین رضؓ کے چچا حضرت عبداللہ ابن عباس وہاں موجود تھے مورخ بلاذری نے المدائنی کی سند سے حضرت عامر بن مسعود الجمحی صحابی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ وفات کی خبر سن کر ہم لوگ حضرت ابن عباس رضؓ کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے،

نقلنا یا ابا العباس جاء البرید بموت معاویۃ فوجم طویلاً ثم قال اللھم اوسع لمعاویۃ

اما واللہ ما کان مثل قبلہ ولا یاتی بعدہ مثلہ
وان ابنہ یزید لمن صالحی اھلہ فالزموا مجالسکم
واعطوا طاعتکم و بیعتکم ۔

پھر ہم نے ان سے کہا کہ اے ابوالعباس قاصد موت معاویہ رضہ کی خبر لایا ہے (یہ سنکر) وہ دیر تک خاموش رہے ۔ پھر دعا مانگی کہ الٰہی معاویہ رضہ پر اپنی رحمت وسیع کیجیو! اور کہا کہ واللہ! وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے جو ان سے پہلے گذر گئے لیکن ان کے بعد بھی کوئی ان کے مثل آنے والا نہیں! اور ان کا فرزند یزید اپنے خاندان کے نیکوکاروں میں سے ہے تم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا اطاعت کرنا اور بیعت کرنا ۔!

(خلافت معاویہ ویزید ص ۱۴۱)

یزید کے بارے میں حضرت ابن عباس رضہ نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ ان ابنہ یزید لمن صالحی اھلہ کہ ان کا لڑکا یزید اپنے خاندان کے نیکوکاروں میں ہے ۔!

اب غور کیجیے کہ حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ یزید اپنے خاندان میں سے نیک ہے اس کا اپنے خاندان کے نیک کاروں میں شمار ہونے کی وجہ سے مطلق صالحیت کو مستلزم نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضہ نے لمن صالحی اھلہ فرما کر اس کے بدکردار ہونے کی طرف بلیغ اشارہ فرمایا!

جیسے حقیقت شناس ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ اگر دامن یزید تمام عیوب سے حضرت ابن عباس رض کی نظر میں بے غبار ہوتا تو پیرا سلوب بیان بجائے اس کے یوں ہونا چاہیئے تھا وان ابنہ لمن القانتین او لمن صالحی القوم لیکن یزید ان کی نظر میں صالح نہیں تھا اس لیے صالح اہلہ فرماکر اس کے بدکردار ہونے کا اشارہ کیا!

حضرت ابن عباس رض کا فرمان فالزموا مجالسکم کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ کو لازم پکڑ و! قابلِ غور امر یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کب اور کس موقع پر استعمال کئے جاتے ہیں؟ کیا ایسے موقع پر اس کا استعمال صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ ایسے شخص کے ہاتھ میں زمام اقتدار آجائے جو حسب ذیل صفات سے متصف ہو!

علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندی صوم و صلوٰۃ، حد درجہ کریم النفس حلیم الطبع، سنجیدہ، اور متین، سیاسی امور ہی میں نہیں بلکہ طرز معاشرت میں بھی حضرت فاروقِ اعظم کی مثال سامنے رکھ کر حد درجہ سادہ زندگی، سادہ لباس، حکومت کے طمطراق، اور تزک شاہی سے سخت متنفر، اور اپنی صلاحیتوں اور خدماتِ ملیہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملت کا محبوب ہو جس شخص میں مذکورہ بالا اوصاف پائے جائیں اس کے برسر اقتدار آنے پر تو لوگ دوسروں کو مبارک باد اور شکرانے کے نفل اور اس کی عمر درازی کی دعائیں کی جاتی ہیں نہ یہ کہ لوگوں کو اپنی جگہ کو لازم پکڑنے کی ترغیب دی جائے ہر شخص جانتا ہے کہ ایسے موقع پر ان الفاظ کا استعمال کسی صورت میں

صحیح نہیں ہو سکتا۔! اگر یزید اِن اوصاف سے متصف تھا جیسا کہ عباسی صاحب نے تحریر کیا ہے تو پھر حضرت ابن عباس رض کا فرمان

فالزموا مجالسکم واعطوا طاعتکم و بیعتکم کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یزید کی حالت اس کے برعکس تھی، حضرت ابن عباس کے اس فرمان سے اس وقت کے حالات کی پوری عکاسی ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رض کے انتقال کے بعد یزید کے بارے میں صحابہ و غیر صحابہ رض کے جذبات و احساسات اس کے ہاتھ میں زمام اقتدار آنے کے بالکل خلاف تھے، اور قوم میں بیزاری کے عام رجحانات پائے جاتے تھے اور قوم کے جذبات اقتدار یزید کے خلاف خروج کی صورت ابھرنے کا شدید خطرہ تھا۔ جس سے مفادِ ملّیہ کو نقصانِ عظیم پہنچنے کا اندیشہ تھا، تو حضرت ابنِ عباس رض نے مفادِ ملّیہ کے پیشِ نظر اھون البلیتین کو اختیار کرتے ہوئے قوم کو خروج سے روکنے کی خاطر فالزموا مجالسکم واعطوا طاعتکم و بیعتکم کی ضرورت پر زور دیا۔

اب یہ اندازہ لگائیے کہ حضرت ابنِ عباس رض کے اس فرمان سے یزید کی منقبت ثابت ہوتی ہے یا منقصت؟

یزید و علماءِ النّاس!

عباسی صاحب نے یزید کی منقبت میں حضرت ابن عباسؓ کا دوسرا جو قول نقل کیا ہے اسے بھی قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مناقب یزید کی حقیقت منکشف ہو جائے!

قال ابن عباس اذا ذھب بنو حرب ذھب علماءِ الناس!

ابن عباس رضؓ نے فرمایا بنو حرب (یزید کے پردادا کا نام حرب تھا) اگر دنیا سے اُٹھ گئے تو علماء الناس (لوگوں کے عالم) اُٹھ جائیں گے! (خلافتِ معاویہ ویزید ص۹۴)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ حضرت ابن عباس رضؓ کے فرمان کی اصل غرض کیا ہے؟ اگر منقبت مقصود تھی تو پھر ذھب العلماء فرمانا کافی تھا! لیکن علماء کو الناس کی طرف مضاف کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہاں علماء سے مراد وہ عالم ہیں جن کا علم محض لوگوں کی خواہشات تک محدود ہو۔ جن کو علماء سوء یا علماء دنیا کہا جاتا ہے! علماء الناس یا علماء سوء دونوں میں سے کسی ایک سے موسوم کرنا ایک ہی بات ہے دوسرے علماء الناس سے مراد یہاں عالم دین نہیں بلکہ عالم دنیا

مراد ہیں جیسا کہ عباسی صاحب خود یزید کے لڑکوں کے متعلق تحریر کرتے ہیں

اپنی کا گھرانا مسلمانوں کا پہلا گھرانہ ہے جہاں مختلف علوم کا جو
اس زمانہ میں مدوّن ہو چکے تھے کتب خانہ قائم ہوا، امیر
یزید کے فرزندوں میں سے کیسے کیسے فاضل اور صالح عالم تھے
خاص کر علامہ خالد ابن یزید جو مسلمانوں میں علم کیمسٹری
کے موجد ہیں! (خلافتِ معاویہ و یزید ص۵۹)

چنانچہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابن عباس رضہ نے علماء الناس فرما کر یزید کے محض دنیادار ہونے کی طرف بلیغ اشارہ کیا ہے! اس سے علماءِ دین مراد لینا ہرگز صحیح نہیں! کیونکہ علماء اہلِ حق کی ایک جماعت کا قیامت تک موجود رہنا حدیث سے ثابت ہے ان کے ختم ہونے کا حضرت ابن عباس رضہ کیوں کر حکم لگا سکتے ہیں!

دنیاوی علوم (کہ جن سے محض خواہشات نفسانی کی تکمیل پیشِ نظر ہوتی ہے) کے موجد اگر مراد ہوں تو بعید نہیں -!

اس سے اندازہ لگائیے کہ یزید کی منقبت ثابت ہوئی یا منقصت؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!

★

حضرت محمد بن الحنفیہ

خلافتِ معاویہ و یزید کے مصنف نے یزید کے تقویٰ و پرہیزگاری کے اثبات میں حضرت محمد بن الحنفیہ کا ارشاد البدایہ والنہایہ سے جو پیش کیا ہے وہ یہ ہے !

اسی طرح حضرت علی رض کے صاحب زادے حضرت محمد بن الحنفیہ نے جو اپنے علم و فضل میں شانِ امتیاز رکھتے تھے امیر یزید کے پاس مقیم رہے تھے ان کے حالات سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے ۔ انہوں نے بھی امیر یزید کی نیکوکاری صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور سنتِ نبوی کی پیروی کرنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا ۔ !

وقد حضرته (یزید) واقمت عنده فرأیتُه مواظبا علی الصلوٰۃ متحریا للخیر لیسئل عن الفقه ملازما للسنة

(البدایہ والنہایہ صـ۲۳۳ ج ۸)

میں ان کے (یزید کے) پاس گیا ہوں ان کے پاس مقیم رہا ہوں ان کو نماز کی پابندی کرنے والا ، نیک کاموں میں سرگرم ،

مسائل فقہ پر گفتگو کرنے والا، اور سنت نبوی کی پیروی
کرنے والا پایا۔! (خلافت معاویہ و یزید ص۴۳)

حضرت محمد بن الحنفیہ رح فرماتے ہیں کہ میں نے یزید کو ایسا کرتے
ہوئے دیکھا ہے۔ ان کے کلام میں یہ کہیں نہیں کہ یزید فاسق فاجر نہیں؛
یا وہ متقی و پرہیزگار ہے بلکہ وہ اپنے قیام کے دوران جو کچھ انہوں نے
یزید کو کرتے ہوئے دیکھا اس کا بیان فرما کر محض امت مسلمہ کو خروج
سے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ کہ یزید حقیقت میں کیسا ہے اس کا بیان
کوئی ذکر نہیں !

اور جو مکالمہ حضرت محمد بن الحنفیہ کا اہل مدینہ کے وفد سے یزید پر
خروج کے بارے میں عباسی صاحب نے نقل کیا ہے اس میں بھی ارکانِ
وفد سے جو سوالات یزید کے بارے کئے ہیں وہ بھی قریباً ایسے ہی ہیں
کہ کیا تم نے اس کو برا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے ؟

غرضیکہ اس کی برائی دیکھنے کی نفی یا اس کی نماز وغیرہ دیکھنے کا
اثبات فرما کر محض امتِ مسلمہ کو خروج سے روکنا مقصود ہے نہ یہ
کہ یزید متقی و پارسا ہے !

اور صرف صوم و صلوٰۃ کی پابندی کسی کے متقی اور پرہیزگار ہونے
کے لئے کافی نہیں جب تک کہ وہ ظاہراً و باطناً تمام احکام الٰہی کا مطیع
و فرماں بردار نہ ہو بلکہ بعض نمازیوں کی نماز ہی ان پر لعنت کا سبب
بن جاتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے !

رب تال القرآن والقرآنُ یلعنہ، رب مصل والصلوٰۃ تلعنہ رب صائمٍ والصیام یلعنہ ،
اور بہت سے قرآن پڑھنے والے قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے اور بہت سے نماز پڑھنے والے نماز کو پڑھتے ہیں دراں حالیکہ نماز ان پر لعنت کرتی ہے اور بہت سے روزہ رکھنے والے روزہ رکھتے ہیں درآں حالیکہ روزے ان پر لعنت کرتے ہیں !

یعنی جو لوگ محض صوم و صلوٰۃ کی ظاہری پابندی سے عوام الناس کو اپنے جعلی اتقاء و پارسائی سے مرعوب کر کے اپنے جرائم کو تقدس کے لباس میں چھپانا چاہتے ہیں نیکی کے کام بھی ان پر لعنت کرتے ہیں ! تو پھر یزید کا متقی و پرہیزگار ہونا کیسے اور کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے ؟ اگر حضرت محمد بن الحنفیہ کے سامنے یزید صوم و صلوٰۃ کی پابندی کا اظہار فرما کر متقی و پارسا ہو سکتا ہے ؟ جیسا کہ عباسی صاحب ثابت فرما رہے ہیں تو پھر ہر نمازی اور ہر روزہ دار کو متقی و پرہیزگار تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہو گا ، جو کہ عقل و نقل دونوں اعتبار سے غلط ہے !

اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہر نمازی اور ہر روزہ دار غیر متقی یعنی فاسق و فاجر ہی ہوتا ہے یا یہ کہ پابندیٔ صوم و صلوٰۃ کو اتقاء و پارسائی کے شرائط میں سے شمار نہیں کیا جاتا

بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتقاء و پارسائی کے اثبات کے لئے محض

پابندیٔ صوم و صلوٰۃ کافی نہیں - ہاں متقی و پرہیزگار ہونے کے شرائط میں سے یہ بھی چند شرطیں ہیں اور جیسے متقی و پرہیزگار ہونے کے واسطے پابندیٔ صوم و صلوٰۃ ضروری ہے اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں ظاہراً و باطناً تمام احکام الٰہی کی بجا آوری بھی ضروری ہے۔

اگر پابندیٔ صوم و صلوٰۃ ہے لیکن دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں تعمیل احکام الٰہی موجود نہیں تو ایسی نماز روزہ انسان پر لعنت کا سبب بن جاتے ہیں اور یہاں حضرت محمد بن الحنفیہ بھی یزید کے بارے میں یہی فرما رہے ہیں کہ میں نے اس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا جس سے ان کی غرضِ محض امّت کو خروج سے روکنا ہے!

رشتہ داریوں سے استدلال کی حقیقت!

عباسی صاحب نے فاطمی و اموی خاندان کے درمیان سلسلۂ مناکحت ثابت کرنے کی بہت کوشش فرمائی ہے اور اس سلسلہ میں کافی اوراق سیاہ کرکے یہ نتیجہ نکالنے کی سعی کی ہے کہ اگر واقعۂ کربلا کے مظالم اور یزید یا اس جیسے دیگر اموی خلفاء کے فسق و فجور کی کچھ بھی حقیقت ہوتی تو یہ رشتہ داریاں ہرگز نہ ہو سکتی تھیں گویا رشتہ داریوں کا ہونا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یزید کا دامنِ عصمت تمام آلودگیوں سے مصفیٰ و منقیٰ ہے اور کربلا کے مظالم کی تمام داستانیں غلط اور بے بنیاد ہیں! نہ ہی پانی بند ہوا اور نہ کوئی مستقل لڑائی ہوئی اور نہ ہی کسی کی

بے حرمتی ہوتی :

عباسی صاحب کا یہ استدلال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ جو عباسی صاحب کی کم فہمی کو عیاں کرتا ہے۔ اس لئے کہ خاندان نبوت کو عصبیت کی پست ترین ذہنیت کی سطح پر لاکر کوئی نتیجہ اخذ کرنا غیرت ملیہ کو چیلنج دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک کسی کی اچھائی یا برائی پرکھنے کا معیار صرف اس کے اپنے اعمال ہی کو قرار دیا جاتا تھا۔

خاندانی عصبیت کی پست ذہنیت کے معیار پر پرکھنے کو ان کے ہاں نہایت ہی قبیح شمار کیا جاتا تھا۔ ان کے ان بلند ترین عزائم کے پیش نظر جب ابتداء ہی سے ان کے ازدواجی تعلقات بلا امتیاز قائم تھے تو اب یزید کے جور و ظلم، فسق و فجور کی وجہ سے ان رشتہ داریوں پر کیسے اثر پڑ سکتا تھا۔ اور نہ ہی ان تعلقات کے قائم رہنے سے یزید کی پارسائی ثابت کیجا سکتی ہے۔

کیونکہ خطا کار ہی قابلِ ملامت ہوتا ہے نہ کہ اس کا خاندان اور رشتہ دار۔ کرے یزید اور سزا بھگتے تمام خاندان ؟ یہ کونسی ریسرچ ہے ؟ عیش و عشرت کے وسیع میدانوں میں کھیلتا رہے یزید لیکن ازدواجی تعلقات دوسروں کے منقطع ہوں، یہ کیسا انصاف ہے ؟

جب یزید کا بدکردار ہونا پورے خاندان کے بدکردار ہونے کو مستلزم نہیں ہے تو پھر ازدواجی تعلقات کے انقطاع کا کیا جواز ؟ اور ازدواجی تعلقات کے برقرار رہنے سے مظالم کربلا کی نفی اور یزید

کی پارسائی کا اثبات کیسے صحیح قرار دیا جاسکتا ہے ؟

اگر ہم خاندانی نظریہ جو عباسی صاحب نے پیش کیا ہے تسلیم بھی کرلیں پھر عباسی صاحب کی ریسیرچ کہ آپ کا اقدام خروج خاندانی وراثت پر قبضہ جانے کی خاطر تھا خود بخود ہباءً منثورا ہو جائے گی !
اس لئے کہ جب امام حسین رضؓ اور آپ کے ساتھی محض خاندانی وراثت کے حصول کی خاطر بنی امیہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی بجائے فرات کے ساحل پر اپنے آپ کو بنی امیہ کے ظالم ہاتھوں سے ذبح کرا چکے ہوں پھر ایسے غیور خاندان سے یہ کیسے توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ حسنی و حسینی لڑکیاں بنی امیہ سے بیاہ کر سلسلۂ مناکحت قائم رکھیں ۔ کیونکہ جب خاندانی وراثت کا سوال اٹھایا جائے گا تو پھر اس سے پورے خاندان کا متاثر ہونا ضروری ہو گا ۔ !

رشتہ داریوں کی تغلیط تو ناممکن ہے البتہ یہی کہنا پڑے گا کہ آپ کا اقدام خروج جو دینی نقطۂ نظر سے جہادِ عظیم ہے کو وراثتِ خاندانی پر محمول کرنا محض عباسی صاحب کی اختراع ہے ! جو رقابتِ خاندانی کی پوری پوری عکاسی کرتی ہے !

لیکن آپ کے اقدام خروج کو الحب للہ ، والبغض للہ کے پیشِ نظر جہاد پہ محمول کرنے کی صورت میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی ! اس لئے کہ اس صورت میں خاندانی سوال پیدا کرنا ہی غلط ہوگا اس سے تو وہی شخص متاثر ہوگا جو خود بدکردار ہو ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رشتہ داریوں کا ہونا اس

امر کا ثبوت ہے کہ سیدنا امام حسین رضؓ کا اقدام خروج محض شرعی نقطۂ نظر سے یزید کی بدکرداری اور نااہلیت کی بناء پر جہادِ عظیم تھا!

یزید کی بدکرداریوں اور ظلم وستم کو رشتہ داریوں کے نیچے چھپانے کی کوشش نامحمود کو کسی صورت میں صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا!

اگر امام حسین رضؓ کا خاندانی اختلاف ہوتا تو اس صورت میں رشتہ داریوں سے استدلال کسی حد تک صحیح تسلیم کیا جاسکتا تھا! لیکن محض شرعی و دینی اختلافؔ کو خاندانی اختلاف پر محمول کر کے رشتہ داریوں کا سوال اٹھانا محض قوم کو دھوکہ اور فریب دینا ہے رشتہ داریوں کا ہونا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ان کے ہاں خاندانی تعصب کا شائبہ تک بھی نہیں تھا!

اور دوسرے حضرت حسن رضؓ کی حضرت امیر معاویہ رضؓ سے صلح اور حضرت حسین رضؓ کا اس سے راضی ہونا بھی خاندانی سوال کی تنقید کے لئے کافی ہے!

---

[1] یہاں دینی اختلاف سے قطعی اعتقادی اختلاف مراد نہیں بلکہ اختلافِ عملی مراد ہے کہ یزید بدعمل و بدکردار تھا!

واقعۂ کربلا اور یزید!

سیدنا امام حسین رض کی شہادت کے بارے میں کہ اس میں یزید قصور وار تھا یا نہیں ؟

اس معاملہ میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ امام پاکستان مولانا سید احمد شاہ بخاری کی ریسرچ پیش کرتے ہیں جو ایک سوال کے جواب میں پیش کی گئی ہے!

سوال :- واقعۂ کربلا میں کس حد تک یزید کا ہاتھ ہے ؟ اور وہ اس وقت کربلا سے کتنا دور تھا ؟ کیا وہ قابلِ دشنام ہے ؟ کیا یہ سچ ہے کہ وہ فاسق وفاجر تھا

جواب :-

واقعۂ کربلا کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عاید ہوتی ہے وہ اگرچہ اس واقعہ کے وقت ظاہر میں کربلا سے بہت دور تھا مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا کیونکہ کوئی کام اس کی رائے کے بغیر نہیں ہو رہا تھا۔!

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم شخصیت پر ہاتھ ڈالنا

کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا!
ہم اس موقع پر اہل سنت کی مشہور و معروف درسی کتاب شرح عقاید نسفیہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو سوال مذکور کے ہر ایک جزو کا شافی جواب ہوگی؛ دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ دیوبند ص۱۱۳،

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین و استبشاره بذالك واهانة اهل البیت النبی علیه السلام مما تواتر معناه وان کان تفاصیله احادا فنحن لانتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه و علی انصاره واعوانه!

شرح عقائد

اور حق بات یہ ہے کہ امام حسین رض کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور پھر اس پر خوشی کا ظاہر کرنا اور نبی ص کے گھرانے کو رسوا کرنا اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے اخبار احاد ہیں۔ مگر معنی کی رو سے متواتر ہیں۔
پس ہمیں اس کے بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ خدا کی لعنت ہو یزید پر اور اس کی امداد کرنے والوں پر چاہے امداد مشورہ سے کریں اور چاہے اسلحہ سے!

نوٹ :- شرح عقاید کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کرو! اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذات کی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور علم عقاید کی کتابوں میں سے صرف اسی شرح عقاید کو نصاب تعلیم کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور آج تک کسی عالم نے اس کتاب کو نصاب تعلیم سے خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا!

(رسالہ دفع الوسواس بشرح حدیث القرطاس ص۲۲)

اس کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح بانی دارالعلوم دیوبند کی تحقیق انیق در بارہ نامزدگی یزید بد حضرت امیر معاویہ کا فتوٰی نظر اور حضرت عبداللہ بن عمر رض و دیگر صحابہ کرام جو یزید کے خلاف خروج کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور حضرت امام حسین رض کے نظریات کی اختلافی وجوہات پر محققانہ بحث۔ و حضرت امام حسین رض کے خروج کا شرعی جواز اور خلافت یزید کی شرعی پوزیشن

حجۃ الاسلام حضرت مولینا نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند کی

تحقیق انیق

تا وقتیکہ امیر معاویہ رضہ یزید پلید را ولی عہد خود کردند فاسق معلن نہ بود ۔ اگر چیزے کردہ باشد در پردہ کردہ باشد ، کہ حضرت امیر معاویہ رضہ را ازاں خبر نہ بود ،

علاوہ بریں حسن تدبیر در جہاد آنچہ کہ ازو مشہور است در بیت ام ملحان رضی اللہ عنہا کہ حضرت رسول رب العلمین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین یک بار دو بار خفتند و بیدار شدند ، ہر بار خندیدند و در وجہ خندہ فرمودند کہ جماعتے از امتیان خود را دیدہ ام کہ در دریا جہاد می کنند و

در شانِ او شان فرمودہ اند ملوک علی الاسرۃ او مثل الملوک علی الاسرۃ مصداق خواب ثانی ہمیں یزید دہمراہیانش بر آمدند۔ چنانچہ بر تاریخ داناں وحدیث خواناں پوشیدہ نیست غایتہ ما فی الباب بسبب خرابیہا پنہانی کہ داشت ہمچو منافقاں کہ در بیعت الرضوان شریک بودند بوجہ نفاق رضوان اللہ نصیب او شان نشد یزید ہم از فضائل ایں بشارت محروم ماند و ایں طرف مذہب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ در بارہ خلافت آں بود کہ ہر کرا سلیقہ انتظام مملکت زاید از دیگراں باشد گو افضل از باشد افضل است از دیگراں نظر بریں اورا افضل از دیگراں دانستند واگر افضل ندانستند پس بیش ازیں نیست کہ ترکِ افضل کردند۔

چنانچہ در مقدماتِ سابقہ واضح شدہ کہ استخلافِ افضل است نہ واجب۔ لیکن ایں قدر گناہ نتواں گفت کہ بسبب دشنام امیر معاویہ رض پیش آیم وایں طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ را از اجلہ صحابہ رضی نمی شماریم کہ بہ نسبت ترک افضل و اولیٰ

ہم دریں چنیں امور معذرت تمام - ہاں پس از انتقالِ
او شاں یزید پائے خود از شکم بر آوردہ دل بکام و
دست بجام سپرد اعلان نمود ترک صلوٰۃ داد بحکم بعض
مقدماتِ سابقہ قابل عزل گردید و ایں قسم تحول
احوال گفتہ آمدہ ام کہ ممکن است محال نیست
مگر دریں وقت رائے اہل الرائے و تدبیر مختلف
افتاد کسے را کہ اندیشۂ فتنہ و فساد غالب افتاد
ناچار دست بہ بیعتش بکشاد و احتراز عن المعصیۃ
شرط اتباع معروف در میاں نہاد و آں را کہ بوعدہ
یک جماعت کثیرہ مثلاً امید غلبہ، و رجاء شوکت
بنظر آمدہ حسبۃً للہ برخاست و تہیہ کار ساخت
پس ہر چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و امثالِ
او شاں کردند بجا کردند و آنچہ حضرت سید الشہداء
نمودند عین حق و صواب نمودند بنا بر ایں اختلاف
را اختلاف امید است نہ بر اختلاف در جواز اصل
فعل و عدم جواز آں مگر انجام کار بوجہ نقض عہد کوفیاں
تدبیر حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ برنشانہ
ننشست و روز عاشورا قیامت قبل از قیامت
در میدان کربلا برخاست انا للہ و انا الیہ راجعون

بر ہمیں کار نہ فقط حضرت سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ را
پیش آمد در جہاں ایں چنیں اکثر پیش می آید واقعۂ احد
و حنین شنیدہ باشی پس چناں کہ شہیدانِ احد و
حنین بدرجۂ شہادت رسیدہ اند ازاں جہت ہیچ کار
خللے در فضائل او شاں را نیافت ہمچنیں شہیدانِ
کربلا را باید شناخت !

و ایں دقیقہ است کہ بمجرد استخلاف امیر معاویہؓ
یا ببیعت مردم یا لتسلط او خلافتش را تمام و شامل
شمارند - و اگر بایں قدر کہ بوقوع آمد فقط بانعقاد
مطلق خلافت او قائل شویم و عموم و شمول خلافتش
را تسلیم نکنیم و گوئیم کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
و اتباع او شاں از ربقۂ طاعت او ہنوز خارج
بودند حالت علیٰ ہیچ نیست ، و او شاں را در خروج
بر محذورے نے و ایں فرق انعقاد مطلق عموم
انعقاد ہر چند امروز کم فہماں نہ فہمند مگر بہ تتبع
معاملات سابقیں واضح است کہ بیعت ہر کس را
از اہل حل و عقد فقط موجب اطاعت در حق او
در حق خدم او می شمردند ورنہ حاجت بیعت حضرۃ
علی کرم اللہ وجہہٗ و اہتمام بداں بر دست حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ چہ بود ہمچنیں یزید بعد بیعت
اہل شام و دیگر اہل حل و عقد و خواست گار بیعت
از حضرت حسین و عبدالرحمٰن ابن ابی بکر و دیگر رضوان اللہ
علیہم نشدے ۔

چوں ایں قدر دانستہ شد دیگر معلوم باد کہ
مدار کار بر نیّت است بشہادت انما الاعمال بالنیات
وحسن نیت حضرت حسین رضی اللہ عنہ قابلِ آں نیست
کہ درآں تردد کردہ آید اندریں صورت در
شہادت حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ چہ تردد
نہ یزید در حق او شاں خلیفہ بود نہ خروج برو ممنوع
و اگر خلیفہ بود تاہم خروج ممنوع نہ بود و اگر خروج
ممنوع بود عزل ممنوع نہ بود و بالجملہ وجود ممانعت
مفقود و موجبات جہاد موجود در حسن نیّت کلام
نیست باز اگر او شاں شہید نہ شوند دیگر کدام
خواہد بود و ازیں ہم در گذشتیم اگر موجبات جہاد
نہ بودند او شاں نیز از قصدِ جہاد باز آمدہ می خواستند
کہ براہ خود روند لشکر یاں یزید پلید نگذاشتند و
و محاصرہ کردہ ظلماً شہید ساختند من قتل دون عرضہ
و مالہ فہو شہید ۔

باقی ماند او شاں مخالفت اجماع کردند جوابش ایں است
کہ اوّل اجماع مسلم نیست اگر باشد عدم مخالفت باشد
باایںہمہ اجماع بر عدم جواز خروج بر فساق است
ومعنی آں ہرچہ ہست عرض کردہ شد از اجماع
بر عدم جواز خروج بر نفس فسق لازم نمی آید کہ خصوصیات
زائدہ مراتب ایں کلی مشکک نیز موجب خروج نتواں
شد باایں ہمہ اجماع غیر مسلم وقتیکہ حضرات حسنین
رضوان اللہ علیہما وعبداللہ ابن الزبیر واہل مدینہ
کارے کردہ باشد مخالف آں را مجمع علیہ چگونہ
تواں گفت واگر بالفرض اجماع را تسلیم کنیم آں
اجماع اگر منعقد گردیدہ بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
منعقد گردید مخالفت ایں اجماع حضرت امام رضی اللہ عنہ
راچہ مضر غایتہ مافی الباب امام ہمام رضی اللہ عنہ
وزمان خود در یک مسئلہ مختلف فیہ خطا کردند و
لامحذور فیہ چنانچہ عرض کردہ باشد اکنوں وقت
آں است کہ عبارت نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ دریں بارہ
نقل کردہ شود تا تفصیل اجمال وتصدیق ایں مقال
بدست آید

اجمع اہل السنۃ انہ لا ینعزل السلطان

بالفسق واما الوجه المذکور فی کتب الفقه
لبعض اصحابنا انه ینعزل وحکی المعتزلة
ایضا فغلط من قائله فخالف الاجماع قال العلماء
وسبب عدم انعزاله وتحریم الخروج علیه ما
یترتب علی ذالک من الفتن واراقة الدماء
وفساد ذات البین فتکون المفسدة فی
عزله اکثر منها فی بقائه قال القاضی عیاض
رحمه الله اجمع العلماء علی ان الامامة لاتنعقد
لکافر وعلی انه لو طرأ علیه الکفر انعزل قال
وکذا لو ترک اقامة الصلوة والدعا الیها قال کذالک عند
جمهورهم البدعة قال لبعض البصریین تنعقد
له وتستدام له لانه متاول قال القاضی فلو
طرأ علیه کفر وتغییر للشرع او بدعة خرج عن
حکم الولایة وسقطت طاعته ووجب علی
المسلمین القیام علیه وخلعه ونصب امام عادل
ان امکنهم ذالک فان لم یقع ذالک الا لطائفته
ووجبت علیهم القیام بخلع الکافر ولا یجب
فی المبتدع الا اذا ظنوا القدرة علیه فان تحققوا
العجز لم یجب القیام ولیهاجر المسلم من ارضه الی

غیرہا و یفرید بنیه قال ولا ینعقد لفاسق ابتدءًا فلو طرأ علی الخلیفة فسق قال لبعضهم یجب خلعه الّا ان یترتب علیه فتنة وحرب قال جماهیر اهل السّنة من الفقہاء والمحدثین والمتکلمین لا ینعزل بالفسق والظلم وتعطیل الحقوق ولا یخلع ولا یجوز الخروج علیه بذالک بل یجب وعظه وتخویفه للاحادیث الواردة فی ذالک قال القاضی وقد ادعیٰ ابوبکر بن مجاهد فی هذا الاجماع وقد رد علیه لبعضهم هذا لقیام الحسین وابن الزبیر واهل المدینة علی بنی امیة و بقیام جماعته عظیمة من التابعین والصّدر الاوّل علی الحجاج مع ابن الاشعث وتاول هذا القائل ان لا تنازع الامر اهله فی ائمة العدل وحجة الجمهور ان قیامهم علی الحجاج لیس بمجرد الفسق بل غیر مور ..... الشرع وظاهر من الکفر قال القاضی وقیل ان هذا الخلاف کان اوّلا ثم حصل الاجماع علی منع الخروج علیهم واللّٰه اعلم انتهی بلفظه

پس از مطالعه این عبارت تصدیق اکثر مقدمات

حاصل می شود بالجملہ بر اصول اہل سنّت حال یزید بہ
نسبت سابق متبدل شود، نزد بعض کافر شد و نزد
بعض کفر او متحقق نہ گشت اسلام سابق مخلوط
بفسق لاحق شد اگر حضرت امام کافرش پنداشتند
در خروج بر وے چہ خطا کردند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ را ہمیں
خاطر پسند خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن است کہ کفر کسے
نزد یکے متحقق شود و نزد دیگراں نشود ہمچنیں خروج بر
در حق ایں و آں مختلف خواہد بود اتفاق در تکفیر و
تفسیق و تعدیل و تجریح کسے از ضروریات دینی یا
از بدیہیات

عقلی نیست کہ بحاجت معذرت افتند و در صورت
فسق آنچہ پیش کردہ ام یاد خواہد بود تاہم ہیچ
صعوبتے بر اصول اہل سنت نیست چہ یزید اندریں
صورت یا فاسق معلن بود تارک الصّلوٰۃ وغیرہ
یا مبتدع بود چہ اندر دسائے نواصب است
باینہمہ خلافتش غیر مسلم نظر بریں وجوہ بیادہ ملفوظات
سالفہ در خروج بر وے ہیچ قباحتے نے باایں ہمہ
خروج بر ایں چنیں کساں تا حال نزد ہمہ جائز داگر نزد

ہمہ جائز نیست نزد بعض جائز چنانچہ از مشاہدہ عبارت
نووی رحمۃ اللہ علیہ واضح است و در مسائل مختلفہ
خلاف یکے مرد دیگراں موجب تفسیق او نشاں آمزاد
بطلانِ اعمال او عند اللہ نمی تواں شد چنانچہ دالستہ شد
(بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل ص ۲۵۲ تا ۲۶۰)

ترجمہ :-

جس وقت حضرت امیر معاویہ رضؓ نے یزید
کو ولی عہد کیا تھا اس کا فسق ظاہر نہ تھا اگر کچھ کیا ہوگا
تو در پردہ جس کی خبر امیر معاویہ رضؓ کو نہ تھی اس کے
علاوہ جہاد میں ان سے حسن تدبیر کا مشاہدہ ہونا
چنانچہ ام ملحان رضؓ کے گھر میں آنحضرت صلعم کا دو
مرتبہ سونا اور جاگنا اور ہر بار ہنسنا مشہور بات ہے
آپ نے ہنسنے کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے اپنی امّت
کی ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ وہ دریا میں جہاد کر رہی ہے
جن کے متعلق کہا گیا ہے ملوک علی الاسرہ و مثل ملوک علی
الاسرہ ۔ اس دوسرے خواب کا مصداق یزید اور اس
کے ساتھی ہی نکلے ۔ جیسا کہ تاریخ جاننے والوں اور
احادیث کے پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے

نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بیعۃ الرضوان میں منافقین

شریک ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی
سے محروم ہو گئے، یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ
سے اس بشارت کی فضیلت سے محروم ہو گیا:

اور ادھر امیر معاویہؓ کا مذہب خلافت کے بارے میں
یہ تھا کہ جو شخص بادشاہت کرنے کا سلیقہ دوسروں
سے زیادہ رکھتا ہو اگرچہ اس سے بہتر لوگ موجود ہیں
مگر ترجیح اسی کو ہوگی۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے
یزید کو دوسروں سے بہتر جانا یا اگر بہتر نہیں سمجھا تو
اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ افضل کو ترک کر دیا۔ جیسا کہ
مقدمات سابقہ سے واضح ہے کہ استخلاف افضل صرف
افضل ہے نہ کہ واجب۔ جس کو گناہ بھی نہیں کہہ سکتے
کہ سب و شتم کے ساتھ امیر معاویہ رض سے پیش آیا جائے
ہاں امیر معاویہؓ کو ہم اجلہ صحابہ میں شمار نہ کریں گے!
بلکہ اولیٰ اور افضل کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اس طرح کے
امور میں ان کو معذور سمجھیں گے۔! البتہ امیر معاویہ رض کے
انتقال کے بعد یزید نے ہاتھ پیر پھیلائے اور دل و
جان سے برائی میں لگ گیا۔ برائی کا اعلان شروع کر دیا
نماز چھوڑ دی پس بعض مقدمات گذشتہ کی بناء پر عزل
کر دینے کے لائق ہو گیا!

حالات میں اس طرح کا الٹ پھیر جیسا کہ میں نے
کہا ہے ممکن ہے محال نہیں ہے!
شاید اس وقت ارباب حل وعقد کی رائیں اور تدبیریں
مختلف ہوگئیں کسی پر فتنہ و فساد کا غلبہ ہو گیا مجبوراً
بیعت قبول کر لی اور گناہ سے بچنے کے لئے اتباع
معروف کو بطور شرط مدنظر رکھا۔ اور جس کو ایک
جماعت کثیرہ کے وعدوں پر کامیابی اور دبدبہ کی امید
دکھائی دی خدا کے بھروسہ پر تیار ہو گیا اور لڑنے
کا فیصلہ کر لیا۔ لہذا جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور
آپ کی طرح دوسروں نے کیا ٹھیک کیا۔
اور اسی طرح سیّد الشہداءؓ نے جو کچھ کیا بالکل
ٹھیک اور درست کیا۔ اس اختلاف کی بنیاد امیدوں
کے اختلاف پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز و ناجائز کی بناء
پر اختلاف ہوا ہے؛
مگر اہل کوفہ کی غداری کی وجہ سے حضرت امام
حسین رضہ کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور عاشورہ کے دن میدان
کربلا کے اندر قیامت سے پہلے ایک قیامت قائم
ہوگئی! اناللہ الخ
اس طرح کے کاموں میں ایسی باتیں فقط سیّد

الشہدا رضہ ہی کو پیش نہیں آئی ہیں بلکہ جہادوں میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے ہیں!

مثلاً واقعۂ احد و حنین کو سنا ہی گیا ہے پس جس طرح شہداءِ اُحد اور حنین شہادت کے مرتبہ پر پہنچے اور ان ہر دو واقعات میں کچھ کمزوری ہو جانے کی وجہ سے ان کے فضائل میں خلل نہیں پڑتا اسی طرح شہداءِ کربلا کو بھی جاننا چاہیئے اور یہ اس وقت ہے کہ صرف استخلاف امیر معاویہ رضہ یا لوگوں کا بیعت کر لینا یا ان کا تسلّط ہو جانا وغیرہ کی وجہ سے ان کی خلافت عام اور سب کو شامل شمار کریں!

اور اگر اسی کو مان لیں کہ جو ہوا تو صرف ان کی خلافت کی مطلقاً منعقد ہونے کے ہم قائل ہوں گے۔ اور ہم صاف کہدیں گے کہ حضرت امام حسین رضہ اور آپ کے اتباع و انصار امیر معاویہ رضہ کی اطاعت کی ذمہ داری سے ہنوز خارج تھے، معزولی کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛

اور ایسی حالت میں ان لوگوں کے خروج میں ان پر کوئی گرفت بھی نہیں ہے۔ اگرچہ نا سمجھ لوگ انعقاد مطلق اور عموم انعقاد کے فرق کو نہیں سمجھتے۔

پس گذشتہ واقعات کے تتبع اور حضرت امام

حسین رضہ کا حسن نیت اس کا مقتضی نہیں کہ اس میں
تردد و تذبذب کو راہ دی جائے ۔ موجودہ صورت
میں حضرت امام حسین رضہ کی شہادت میں کیا شبہ ہے
یزید نہ تو آپ کا خلیفہ تھا اور نہ یزید پر خروج کرنا
ناجائز تھا ۔

اور اگر خلیفہ تھا بھی تو بھی اس پر خروج ممنوع نہ
تھا ۔ اور اگر مان ہی لیا جائے کہ خروج کرنا امام رضی اللہ عنہ
کا جائز نہ تھا تو عزل ممنوع نہ تھا ۔ خلاصہ یہ کہ ممانعت
کے اسباب مفقود اور اسباب جہاد موجود ۔ تو پھر
حسن نیت میں کیا کلام کیا جا سکتا ہے !

پھر اگر یہ حضرات شہید نہ ہونگے تو دوسرا کون
شہید ہوگا ؟ اور ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ اگر اسباب جہاد نہ بھی تھے تو آپ نے جہاد
کے ارادہ سے باز آ کر چلے جانے کا راستہ مانگا مگر
یزیدیوں کے لشکریوں نے جانے نہ دیا ۔ اور گھیر کر
مظلوم شہید کر دیا ۔

حدیث میں ہے جو شخص اپنے مال اور آبرو
کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ بھی شہید ہے ؛
باقی رہ گئی یہ بات کہ امام حسین رضہ نے اجماع کی

مخالفت کی سو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو
اجماع ہی تسلیم نہیں ہے۔ اگر ہو بھی تو اس بات
پر کہ مخالفت نہیں ہوتی بایں ہمہ فاسق پر نہ خروج
کرنے کے عدم جواز پر اجماع ہوا اور اس کا مطلب
جو کچھ کہ ہے پہلے عرض کیا گیا۔

عدم جواز پر اجماع کی وجہ سے نفس فسق پر خروج
کرنا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اس کا مشکک کے مراتب
کے خصوصیات زائد بھی موجب خروج نہیں ہو سکتیں۔

پس اجماع غیر مسلم جس وقت کہ حضرات حسنین رضہ
و عبداللہ بن زبیر رضہ اور اہل مدینہ نے فیصلہ کر لیا تھا
مخالف اس کو متفق علیہ کیونکر کہہ سکتا ہے ؟

اور اگر بالفرض اجماع کو مان ہی لیا جائے تو وہ
اجماع حضرت امام حسین رضہ کے بعد منعقد ہوا ہے
لہذا اس اجماع کی مخالفت حضرت امام حسین رضہ کو
کچھ مضر نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے
کہ امام موصوف نے اپنے زمانہ میں ایک اختلافی
مسئلہ میں غلطی کر لی جس میں کوئی شرعی باز پرس نہیں
جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا

اب ہم امام نووی کی عبارت درج کر دینا ضروری

سمجھتے ہیں تا کہ اس اجمال کی تفصیل اور گذشتہ باتوں کی تصدیق ہو جائے ۔

اہل سنت کا اجماع ہو چکا ہے کہ بوجہ فسق خلیفہ معزول نہیں ہوگا لیکن ہمارے بعض اصحاب شافع کی فقہی کتابوں میں ہے کہ معزول ہوگا اور معتزلہ سے بھی اس کی حکایت کی گئی ہے سو یہ غلط ہے اور مخالف ہے اجماع کے علماء نے فرمایا ہے کہ سلطان کے معزول نہ کرنے اور اس پر خروج نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے خونریزی اور فتنہ و فساد بھی بڑھ جائے گا اور معزولی کا مفسدہ اس کے باقی رہنے سے زیادہ ہو جائے گا

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی ہے اور اگر امام پر کفر طاری ہو جائے تو معزول کر دیا جائے گا اور کہا ایسا ہی اگر نماز قائم کرنا اور اس کی طرف بلانا چھوڑ دے تو بھی معزول ہوگا فرمایا اسی طرح جمہور کے نزدیک بدعت کا پایا جانا ہے ۔

بعد فرماتے ہیں کہ بعض بصریین قائل ہیں کہ یہ عتی کی

کی امامت منعقد ہو گی اور باقی رہے گی کیونکہ وہ عدل
کرتا ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کفر اس پر
طاری ہوا اور شریعت کے اندر تغیر یا بدعت شروع
کر دیا تو خلافت و ولایت کے حکم سے نکل گیا۔ اور
اس کی اطاعت جاتی رہی۔ لہذا مسلمانوں پر اس
کے خلاف اٹھنا اس کو علیحدہ کرنا اور دوسرے
عادل امام کو مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ
اس کی قدرت ہو۔

پس اگر ایسا کچھ ہی لوگ کر سکیں تو کافر کو علیحدہ کرنے
کے لئے تو اٹھنا واجب ہو جاتا ہے اور بدعتی پر واجب
نہیں ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ بدعتی کے علیحدہ کرنے
پر لوگوں کو امکانی طاقت ہو اور مجبوری متحقق ہو جائے
تو ایسے وقت میں اٹھنا نہیں چاہیئے بلکہ مسلمانوں کو
چاہیئے کہ اپنے ملک کو چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت
کر جائیں اور اپنے دین کی خاطر بھاگیں۔

فرمایا اور فاسق کی امامت شروع شروع ہی
منعقد نہ ہو گی ہاں اگر خلیفہ فاسق ہو گیا تو بعض اس
کے عزل کو واجب کہتے ہیں بشرطیکہ فتنہ و فساد اور
جنگ وجدال نہ ہو۔

جمہور اہل سنت میں سے فقہا، محدثین اور متکلمین نے کہا ہے کہ خلیفہ کی معزولی بوجہ فسق ظلم اور لوگوں کے حقوق کو چھوڑ دینے کی بنا پر نہ ہوگی اور نہ اس کو علاحدہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس پر اٹھنا جائز ہوگا۔ بلکہ اس کو سمجھانا اور ڈرانا ضروری ہوگا۔ ان حدیثوں کی بنا پر جو اس بارے میں موجود ہیں قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر ابوبکر ابن مجاہد نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں نے امام حسین رضہ ابن زبیر رضہ اور اہل مدینہ کا بنی امیہ پر خروج کرنا اور تابعین کی ایک بڑی جماعت اور صدر اوّل کا حجاج پر مع ابن الاشعث کے اٹھنے کو پیش کر کے ان کا رد کیا ہے۔

اور قائلین نے ان کے قول الا ننازع الامر اہلہ کی تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد امام عادل نہ کہ اور حجّاج پر خروج کی دلیل جمہور کی یہ ہے کہ محض اس کے فاسق ہونے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس نے شریعت میں تغیّر اور اظہار کفر کیا۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف پہلے تھا بعد کو ایسے لوگوں پر اٹھنا منع ہو گیا! واللہ اعلم!

علامہ نووی رح کی اس عبارت کے مطالعہ کے بعد مقدمات
گذشتہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ پس اہل سنت کے اصول
پر یزید کی سابق حالت بدل گئی بعض کے نزدیک کافر ہو گیا
اور بعض لوگوں کے نزدیک اس کا کفر ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ
سابق اسلام فسق کے ساتھ ساتھ مخلوط ہو گیا۔ اگر امام موصوف
نے یزید کو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں کیا غلطی
فرمائی۔ امام احمد رح کو یہی بات پسند آئی جیسا کہ یہ بات
ممکن ہے کہ کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت ہوا
اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہوا۔ ایسا ہی اس پر
خروج کرنے میں اختلاف ہو جائے گا اور تحکیم، تفسیق
تبدیل، تجریح وغیرہ وغیرہ پر کسی کا اتفاق کرنا ضروریات دینی
یا بدیہیات عقلی میں سے نہیں ہے!
عذر، معذرت کی ضرورت پیش آئے اور فسق کی صورت
میں جو کچھ میں نے پیش کیا ہے وہ تو یاد ہی ہو گا پھر بھی
اہل سنت کے اصول پر کوئی دشواری نہیں ہے کیونکہ
اس صورت میں یزید یا تو کھلم کھلا فاسق تھا۔ یعنی تارک نماز
وغیرہ یا پھر بدعتی تھا یعنی بہت بڑا ناجی تھا۔
ان تمام باتوں کے باوجود اس کی خلافت عام طور پر
غیر مسلم تھی۔ ان وجوہ مذکورہ کی بناء پر اس کے خلاف

خروج کرنے میں کوئی قباحت نہیں رہ جاتی ہے۔ پس ایسے لوگوں کے خلاف اُٹھنا اس وقت تمام لوگوں کے لئے جائز ہے اور اگر تمام کے نزدیک جائز نہیں ہے تو بعض کے نزدیک جائز جیسا کہ علامہ نووی رح کی عبارت سے سمجھا جاتا ہے اور مسائل مختلف فیہ میں ایک کا خلاف دوسروں کے حق میں فسق و فجور کا سبب یا ان کے اعمال کا خدا کے نزدیک رائگاں ہو جانا نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ سمجھا جاتا ہے!

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل ص ۲۵۲ تا ۲۵۹)

تعارضاتِ عباسی

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے ریسرچ جدید کی آڑ میں جس تلبیس سے کام لیا ہے اس کے تعارضات ملاحظہ کیجیے!

مثالِ اوّل:-

حضرت حسین رض کے بارے میں امیر معاویہ رض کے ساتھ صلح و بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

مگر حضرت حسین رض نے فتنہ پردازوں کی کوئی بات نہ مانی اور صاف کہا کہ ہم نے بیعت کرلی ہے معاہدہ کرلیا ہے اب کوئی سبیل ہمارے بیعت کو توڑ ڈالنے کی نہیں۔ اس سے چند سطر آگے فرماتے ہیں!

غالی راویوں کا بیان ہے کہ حضرت حسین رضؓ صلح و مصالحت
سے متفق نہ تھے۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۶)

اس میں صاف اقرار ہے کہ حضرت حسین رضؓ کی جانب صلح و
مصالحت سے عدم اتفاق کی نسبت کرنا یہ غالی راویوں کا بیان ہے،
لیکن خود ہی دوسری جگہ مصنف بدیں الفاظ اس واقعہ کو پیش کرتا ہے
البتہ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت حسین رضؓ نہیں چاہتے تھے
کہ ان کے بھائی خلافت کے بارے میں حضرت معاویہ رضؓ
سے صلح و مصالحت کرلیں لیکن جب بڑے بھائی نے سختی
سے کہا اور زجرو توبیخ کی تو ان کے اتباع میں خود بھی
بیعت کی اور اس پر مستقیم رہے
(خلافت معاویہ و یزید ص ۹۴)

دنیا ایسی ریسرچ پر ہنسے گی نہیں تو اور کیا کرے گی ؟ کہ ایک
چیز ایک جگہ محض غلو پر مبنی ہونیکی وجہ سے اگر ناقابل التفات ہے
وہی چیز دوسری جگہ کیسے اور کیوں کر اصل حقیقت اور امر واقع ظاہر
کرکے پیش کی جاسکتی ہے ؟

مثالِ ثانی :-

عباسی صاحب یزید کے فضائل ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں
اولاد میں علم و فضل کے حصول کی اس درجہ خواہش اور
تڑپ اپنے باپ ہی کی علمی مجالس اور گھر کے ماحول

سے پیدا ہوئی جہاں اکثر قال اللہ وقال الرسول
کی آوازیں آتیں - نہ بقول کذابین کے غنا وموسیقی کی
(خلافت معاویہ ویزید ص۵۱)

دوسری جگہ جو یزید کا نقشہ پیش کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے!
وہ خود شاعر تھا، موسیقی کا ذوق رکھتا تھا، اہلِ ہنر اور
شعراء کا قدر دان اور ادب و آرٹ کا مربّی اور سرپرست
تھا - ! (خلافت معاویہ ویزید ص۳۲۵)

ناظرین کرام عباسی صاحب کی ریسرچ کی داد دیں کہ اگر
ایک جگہ غنا وموسیقی گھرانہ یزید کی طرف منسوب کرنا کذابین کا قول ہے
تو کیا پھر موسیقی کا ذوق رکھنا، ادب و آرٹ کی سرپرستی کا انتساب
یزید کی جانب کرنا کس کا قول شمار کیا جائے گا؟
اگر غنا وموسیقی کی آواز گھرانہ یزید سے نکلنے کا قول محض کذب و
افتراء ہے تو پھر اس کو فضائل یزید میں شمار کرنا مضحکہ خیز نہیں
تو اور کیا ہے؟

مثال ثالث

حضرت علی المرتضیٰ رضہ کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے
فرماتے ہیں!
اکابر صحابہ رضہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس لئے بیعتِ

خلافت مکمل نہ ہوسکی۔

(خلافتِ معاویہ و یزید ص۲)

اس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہوگا کہ خواص و اہلِ مشورہ نے گریز کیا اس واسطے بیعتِ خلافت مکمل نہ ہوسکی یہ اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب کہ عوام الناس کی بیعت کو قابلِ حجت نہ سمجھا جائے خواہ تعداد کے لحاظ سے کس قدر اکثریت کا یہ فعل ہو۔ جس سے اہلِ مشورہ و خواص امت حضرات گریز کریں کوئی وقعت نہیں رکھتا !

لیکن عباسی صاحب خود ہی بیعتِ یزید مکمل ہونے کے سلسلہ میں دلائل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں !

ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلے میں چند نفوس کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگرچہ وہ کتنے ہی محترم کیوں نہ ہوں۔

(خلافتِ معاویہ و یزید ص۳۵)

اندازہ لگائیے کہ بیعتِ خلافتِ یزید کو ثابت کرنے کے واسطے اسی اکثریت کو جو اہلِ خواص و اہلِ مشورہ کی عدم تائید کیوجہ سے ناکارہ کی گئی تھی اسی اکثریت کو اقتدارِ یزید بچانے کی خاطر سہارہ بنا کر استدلالاً پیش کیا جارہا ہے بلکہ ہر شے کے حسن قبح کی بنیاد ہی اکثریت کے فیصلے پر رکھی گئی ہے خواہ پیغمبر بھی اکثریت کی مخالفت کیوں نہ کرے ہر صورت میں ترجیح اکثریت ہی کے فیصلے کو ہوگی ! جیسا کہ عباسی صاحب

نے آگے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال پیش کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے!

ہم جناب محمود احمد صاحب عباسی کے اس استدلال کو کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلہ میں چند نفوس کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا اگرچہ وہ کتنے ہی محترم کیوں نہ ہوں۔ آں جناب کی ریسرچ جدید کے خلاف پیش کرتے ہیں کہ اب بھی لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلہ میں کہ یزید بدبخت فاسقوں کے زمرہ میں شامل تھا آنجناب کا اختلاف بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو کیا اب آپ کروڑوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلہ میں اپنے فیصلے کو بے وقعت کہنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ اگر تیار ہیں تو ہمارا مقصد حاصل اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یزید کی خلافت غلط ہو گی۔

مثال رابع

اپنے موقف کی غلطی کا احساس کے ذیل فرماتے ہیں!

مؤرخین کے بیان سے واضح ہے کہ کوفہ کے قریب پہنچ کر جب حضرت حسین رضؓ کو مدعیان وفاداری کے دعاوی کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی اور ان سینکڑوں خطوط بھیجنے والوں اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا کہ

کہ کہاں ہیں ؟ اور کیا ہوئے تو آپ نے جان لیا کہ
امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام امت متفق ہوچکی ہے
اور جماعت کے فیصلے با استخفاف اب ممکن نہیں۔

آپ نے دمشق جانے کے لئے جیسا کہ ابھی تفصیلاً
بیان ہوا ہے باگ موڑ دی اسی کے ساتھ مورخین نے یہ بھی
بیان کیا ہے کہ آپ نے تین شرطیں گورنر عراق کے افسروں
کے سامنے پیش کیں

پہلی یہ کہ مدینہ طیبہ واپس جانے دیا جائے!
یہ منظور نہ ہو تو ممالک اسلامیہ کی سرحدوں پر مصروف
جہاد ہوں ۔ یہ بھی منظور نہ ہو تو آپ کو شام (دمشق)
بھیج دیا جائے تاکہ اپنے ابن عم (یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ
دیدیں ۔ (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸)

ناظرین کرام اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور ریسرچ
جدیدہ کی صداقت کا خود فیصلہ کریں کہ جب سیدنا امام حسین رضہ
(۱) اہل کوفہ کی بے وفائی سے یہ معلوم کر چکے کہ بیعت یزید پر تمام
امت متفق ہوچکی ہے اب اس کی بیعت کے سوا کوئی سبیل
نجات نہ ہونے کی وجہ سے بعزم بیعت دمشق کی جانب باگ
موڑ دیتے ہیں اس کے باوجود تین شرائط کا ذکر کرنا کیسے اور کیونکر
صحیح قرار دیا جا سکتا ہے ؟

پھر شرائط بھی وہ جو آپ کے علم و یقین کے خلاف اور برعکس ہوں اس لئے کہ اتفاقِ امت کی وجہ سے جب بیعت یزید کے سوا کوئی صورت حال نظر ہی نہیں آتی تھی پھر شرطِ اوّل پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ مدینہ طیّبہ واپس جانے دیا جائے اگر یہ منظور نہ ہو تو ممالکِ اسلامیہ کی سرحد پر مصروف جہاد ہوں۔

جب جماعت کے فیصلے یا عمل کا استخفاف غیر ممکن ہو چکا تھا پھر غیر ممکن شرائط کا ذکر کہاں کی عقل مندی ہے؛ کیا نقل کیلئے دانشمندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟

۲۔ جب ان سینکڑوں خطوط بھیجنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں ہیں اور کیا ہو گئے؟ تو پھر دوسری جگہ ساٹھ کوفیوں کا ذکر کرنا جو کوفہ سے مکّہ گئے تھے اور حسینی قافلہ کے ساتھ آ رہے تھے ان کوفیوں نے جن میں چار نووارد کوفی بھی شامل تھے حضرت موصوف کو یہ ترغیب دینی شروع کی کہ کوہستان آجاؤ سلمیٰ پر چل کر ڈیرے ڈالیں بنی طے کے بیس ہزار سوار اور پیادے بہت جلد مدد اور نصرت کو آ موجود ہوں گے

(خلافتِ معاویہ و یزید ص۲۱۰)

یہ تحریر کیسے صحیح قرار دی جا سکتی ہے؟ ایک جگہ تو خروج پر آمادہ کرنے والوں کا عدم پتہ ہونا ظاہر کرتے ہیں اور دوسری جگہ ساٹھ کوفیوں کے حضرت حسین رضہ کے ہمراہ ہونے کا اقرار اور بیس ہزار

سوار و پیادے کی امداد اور لغزرت کا و علاوہ منحارضی چیزیں تحریر کرنا نہ معلوم کن لوگوں کے نزدیک ریسرچ کہلاتا ہے !

مثالِ خامس

یزید کی ولی عہدی اور بیعتِ خلافت

کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں !

الغرض امیر یزید کا ولی عہد اور اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونا پوری امت کی رضامندی سے ہوا تھا - یہ رضامندی مصلحت کے تقاضہ کی بنا پر تھی نہ کسی خوف کے تحت اور لالچ کی وجہ سے ان کا انتخاب کسی اندرونی اختلال کا ثمرہ اور وقتی حادثہ نہ تھا

اس سے آگے فرماتے ہیں

عالمِ اسلام کے ہر ہر علاقہ میں لوگوں نے بلا کسی اختلاف کے بیعت کی تھی اور ہر جگہ کے وفود توکید بیعت کے لئے امیر یزید کے پاس حاضر ہوئے تھے - اس سے آگے امیر یزید کی ولی عہدی کی اس بیعت سے پہلے کبھی اس اہتمام سے بیعت نہیں لی گئی تھی کہ مملکتِ اسلامی کے گوشہ گوشہ سے بیعت کے لئے وفود آئے ہوں اور ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیبِ خاطر اس طرح ایسے قریشی نوجوانوں کی

سوبیت کی ہو جو اپنی صلاحیتوں اور خدماتِ ملّیہ کے
کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملّت کا محبوب تھا!
(خلافتِ معاویہ و یزید ص۲۴۵)

یہاں بلا کسی استثناء کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یزید کی
ولی عہدی اور اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونا پوری امت کی رضامندی و
بلا کسی اختلاف کے ہوا تھا اور ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیبِ خاطر
مملکتِ اسلامی کے گوشہ گوشہ سے بیعت ہو کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ
یزید اپنی صلاحیتوں اور خدماتِ ملّیہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے
ملّت کا محبوب ہے گویا کہ بیعتِ یزید پر پوری امت کا اتفاق بلا کسی
اختلاف کے ہو چکا تھا۔ جبکہ دوسری جگہ ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:

یاحسینُ الا تتقی اللہ تخرج من الجماعۃِ
اے حسین! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے تم جماعت سے
خارج ہو رہے ہو

و تفرق بین الامۃ بعد اجتماع الکلمۃ
اور امت میں تفرقہ ڈال رہے ہو، حالانکہ وہ سب
ایک بات پر مجتمع ہو چکے ہیں!

البدایہ والنہایہ ص۱۶۶ ج

اس حوالہ میں بھی یہی ثابت کیا گیا ہے کہ تمام امت بلا کسی استثناء

کے بیعت یزید پر مجتمع ہو چکی تھی۔ لیکن آگے اس کے برعکس کوفی سپاہیوں کی ریشہ دوانیاں کے ذیل خود ہی جو تحریر پیش کرتے ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہے !

مؤرخین نے ابو مخنف قدیم راوی کی سند سے تفصیلاً ہی ہے معاویہ رض کی وفات کے بعد جب امیر یزید کی بیعت سے کرکے فرار من بیعة یزید

(صـ ۱۵۱ البدایہ)

حضرت حسین رض تشریف لے آئے اور کوفی سپاہیوں کو یہ حال معلوم ہوا تو ان کی تحریرات اور وفود آنے لگے البدایہ والنہایہ سے حوالہ نقل کیا ہے جس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے

ان کے (حسین کے) پاس عراق کے علاقہ سے کثرت سے خطوط گئے جن میں ان کو اپنے پاس چلے آنے کی دعوت دی گئی تھی اور ان تحریرات میں ان کو تحریص بلانے کی کی گئی تھی۔ کہ یزید بن معاویہ رض کی بجائے وہ ان سے بیعت کرلیں گے ! ان خطوط میں معاویہ رض کی موت پر خوشی کا اظہار کیا گیا تھا۔

اس کے بعد عباسی صاحب فرماتے ہیں !

مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان خطوط کا شمار سینکڑوں سے متجاوز تھا۔

اس سے کچھ آگے فرماتے ہیں

اِسی مورخ کے بیان کے مطابق ڈیڑھ سو اشخاص جو کوفہ کے ممتاز افراد تھے سفر کر کے حضرت حسین رضہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر شخص کے پاس دو دو تین تین مکاتیب و خطوط کوفیوں کے تھے جن میں موصوف کو کوفہ آنے اور بیعتِ خلافت لینے کی دعوت دی گئی تھی!

خلافتِ معاویہ و یزید صـ ۹۶ و ۹۷

اس سے آگے کوفہ کی حالت بیان کرتے ہوئے عباسی صاحب فرماتے ہیں:

بایں ہمہ لوگوں کی باغیانہ سرگرمیاں بڑھتی گئیں حضرت نعمان صورتِ حال پر پوری طرح قابو نہ پا سکے خلیفہ وقت نے مجبور ہو کر امیر البصرہ عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی حالت درست کرنے کے لئے مامور و متعین کیا اور بصرہ کی حکومت کے ساتھ کوفہ کی تولیت بھی عارضی طور پر سپرد کی گئی۔ چنانچہ عبیداللہ بن زیاد نے بعجلت تمام سرداران قبائل کی معیت میں کوفہ پہنچ کر مسلم کے میزبان کو گرفتار کر لیا۔ مسلم نے اپنے میزبان ہانی بن عروہ کو قید سے چھڑانے اور عبیداللہ کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے مبایعین

کہ جن کی تعداد چالیس ہزار بیان کی گئی ہے یا منصور
امت شعار قرار دے کر فوجی قاعدے سے مرتب کیا
(خلافت معاویہ ویزید ص۱۰۹)

ان تحریرات سے ظاہر ہے کہ اہل کوفہ حضرت امیر معاویہ رضؓ
کی وفات کے بعد سیدنا امام حسین رضؓ سے اپنی رائے کا اظہار
بذریعہ خطوط و وفود کر چکے تھے۔ کہ آپ کوفہ چلے آئیں ہم آپ کی بیعت
کریں گے جس کی تصدیق کے لئے آپ نے مسلم بن عقیل کو اپنا نمائندہ
بنا کر بھیجا تو چالیس ہزار اشخاص حضرت امام عالی مقام کی بیعت میں داخل
ہو گئے اسی وجہ سے نعمان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر
بھیجا تاکہ کوفہ کی حالت کو درست کیا جا سکے۔

یہ بھی جناب محمود احمد صاحب عباسی کا اپنا بیان ہے۔ اب
ناظرین کرام غور فرمائیں کہ جب کوفہ کی یہ حالت تھی جو بیان کی گئی ہے
پھر مذکورہ بیان کہ یزید کی ولی عہدی اور اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونا
پوری امت کی رضامندی سے ہوا تھا اور افتراق امّت سے
رد کنے کے حوالہ جات جیسا کہ البدایہ والنہایہ سے حوالہ پیش کیا جا
چکا ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ

اے حسین! اجتماع امت کے بعد اس میں تفرقہ نہ
ڈالو! .... کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟
اہل کوفہ کی حالت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اقتدار یزید

عباسی صاحب کے کذب و افترا، کا کہاں تک تجزیہ کیا جائے
اگر سیدنا امام حسین رضہ کے متعلق ان کے جہاد کو وراثتِ خاندانی کے حصول
پر محمول کیا جائے تو پھر حضرت امیر معاویہ رضہ کے ساتھ صلح و مصالحت
کو کیوں کر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے ؟

حالانکہ وہ رضائے امام حسین رضہ کے متعلق خود ہی تحریر کرتے ہیں

> مگر حضرت حسین رضہ نے فتنہ پردازوں کی کوئی بات نہ
> مانی اور صاف کہا کہ ہم نے بیعت کر لی ہے اور معاہدہ کر لیا ہے
> اب کوئی سبیل ہمارے بیعت کے توڑ ڈالنے کی نہیں ہے!
>
> (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۱۶)

جب یزید کے والد حضرت معاویہ رضہ سے بغیر کسی ادعا کے بیعت
کر لی جاتی ہے اور فتنہ پردازوں کی کوئی بات مانی نہیں جاتی پھر اقتدار
یزید کے بارے میں ان کی دعوت کو محض نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت علی رضہ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلافت کا دعویدار ٹھہرا کر
اپنی دروغ گوئی کا ثبوت دینا کہاں کی ریسرچ ہے ؟

کیا حضرت امیر معاویہ رضہ کے وقت امام حسین رضہ نواسۂ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و فرزند علی المرتضیٰ نہیں تھے۔ وہاں صلح و مصالحت سے
بیعت کرنا کسی کی بھی پروا نہ کرنا لیکن یہاں نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور فرزند علی المرتضیٰ رضہ ہونے کی حیثیت سے دعوئی خلافت
کرنے کو عقل تسلیم کر سکتی ہے ؟

کے خلاف تھے اس کے باوجود اتفاقِ امّت اور پوری امت کی رضامندی اور مملکتِ اسلامی کیسے گوشہ گوشہ سے بیعت یزید کے لئے وفود کی آمد اور اتفاق امت کا پروپیگنڈہ جناب محمود احمد صاحب عباسی کے اپنے ہی اقرار سے هَبَاءً منثورا ہو جاتا ہے!

جب چالیس ہزار اشخاص کا امام حسین رضہ کے لئے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا اقرار عباسی صاحب خود کرتے ہیں اس کے باوجود اقتدار یزید کی مخالفت کو چند نفوس کے اختلاف پر محمول کرکے یہ کہنا کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلہ میں چند نفوس کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیسے صحیح قرار دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ اہل مکہ و خواص امّت یزید کے خلاف تھے جن کو طاقت کے بل بوتے پر مطیع کرنے کی کوشش کی گئی جس کے حوالہ جات عباسی صاحب نے پیش فرمائے ہیں۔

ان تمام واقعات سے واضح ہوا کہ اقتدار یزید پر اتفاقِ امّت کا پروپیگنڈہ ایک خاص ذہنیت کی اختراع ہے!

خلیفۂ وقت اور باغی

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے خلیفۂ وقت کی اطاعت اور امتناعِ خروج پر بہت سے دلائل پیش کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ

کہ جو شخص اتفاق امت کے بعد خلیفۂ وقت کے خلاف خروج کر کے امت میں افتراق ڈالنا چاہے اس کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ امت میں کس قدر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو!

دربار نبوت ﷺ سے اس کے متعلق فیصلہ یہی ہے کہ اس کو بغاوت کی پاداش میں قتل کر دیا جائے آگے یزید کو اتفاق امت سے خلیفۂ وقت ظاہر کر کے سیدنا امام حسین رضہ کو اتحاد امت کا شیرازہ بکھیرنے والا ظاہر کیا گیا ہے بلکہ آگے خروج کو محض خاندانی وراثت کے حصول پر محمول کر کے جس دیدہ دری سے کام لیا ہے وہ قابلِ ملاحظہ ہے!

امام حسین رضہ کے خلاف تلوار اٹھانے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"تو حضرت امام حسین رضہ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھ سکتی جن کی دعوت محض یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علی رضہ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا جائے باوجود اس کے ان کے خلاف شروع سے متشددانہ کارروائی نہیں کی گئی۔ حالانکہ اصولاً یہ مطالبہ ایسا تھا کہ کتاب اللہ سے اس کی کوئی سند پیش کی جا سکتی ہے نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تعامل خلفائے راشدین رضہ سے نہ عزائم آل بیت سے یہی وجہ ہے کہ امت اس نظریہ پر مجتمع نہیں ہوئی"

(خلافتِ معاویہ و یزید صفحہ ۱۸۰)

متعارض و متناقض چیزیں تحریر کرنا پھر اسے ریسرچ جدید کا نام دینا پتہ نہیں کس کے ہاں معقولیت کا درجہ رکھتا ہے،

جب سیدنا امام حسین رض کا خروج واقعی محض نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اور یزید کے مقابلہ میں اس کی خلافت پر اتفاق امت کے بعد اپنی خلافت قائم کرنے کے واسطے تھا باوجود اس کے یزید میں ایسی کوئی خامی نہ تھی جس کی وجہ سے اس کے خلاف خروج کا جواز نکالا جا سکتا اور صحابہ رض نے بھی آپ کو اس غلط اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن آپ نے کسی کی بات نہ مانی اور ناجائز خروج کر کے احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی کی جیسا کہ عباسی صاحب نے جا بجا اس کی تشریح کی ہے

عباسی صاحب کی اس بحث کے پیش نظر امام حسین کو باغی قرار دے کر قتل کرنا ضروری و لازمی تھا جیسا کہ مذکورہ حدیث

فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنًا من کان ۔ سے ظاہر ہے تو اب اس صورت میں حضرت امام حسین رض کو قتل کرنا یا قتل کرنے کا حکم دینا یا اس پر راضی ہونا کسی صورت میں بھی قابلِ ملامت نہیں ٹھہرایا جا سکتا،

کیونکہ احکامِ اسلام کی بجا آوری مبارک باد کے لائق ہے نہ کہ ملامت کے،

اَب ہم جس چیز کی وضاحت کرنی چاہتے ہیں کہ یزید کے شرعی خلیفہ ہونے کی صورت میں نائب پیغمبر ہونے کی حیثیت سے جیسا کہ عباسی صاحب کا دعویٰ ہے۔ امام حسینؓ کے قتل کا حکم یا اس پر اظہار رضامندی جائز ہی نہیں بلکہ اُس کے فرائض منصبی میں داخل تھی لہٰذا عباسی صاحب کے واسطے ضروری تھا کہ یہ ثابت فرماتے کہ یزید نے امام حسینؓ کے قتل کا حکم دیا تھا تاکہ اس سے یزید کی شرعی پوزیشن واضح ہو جاتی اِس لئے کہ ان کے قتل کرنے کے جواز یا عدم جواز سے یزید کی شرعی پوزیشن بے نقاب ہو جاتی ہے۔ جواز کی صورت میں یزید کی پوزیشن مضبوط اور امام حسین کو باغی تسلیم کرنا پڑے گا۔ عدم جواز کی صورت میں یزید کی پوزیشن محض ایک صاحبِ اقتدار کی رہ جاتی ہے جو شرعی لحاظ سے ہرگز اِس منصب عظیم کا اہل تصور نہیں کیا جا سکتا۔ نااہل ہونے کی وجہ سے ہی اُس کی شرعی پوزیشن تسلیم نہیں کی گئی۔ لیکن عباسی صاحب نے جہاں قتل حسینؓ سے یزید کی برآت فرما کر یزید کی پوزیشن کو ختم کیا ہے وہاں اپنے ریسرچ کی دھجیاں بھی فضائے آسمانی میں تحلیل کر کے جو مضحکہ خیز متعارض و متناقض بوالعجبیاں پیش فرما کر دیانت النسانی کے حسین چہرہ کو داغدار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اِس لئے کہ یزید الفاق اُمت سے شرعی خلیفہ تسلیم کر لینے کی صورت میں امام حسینؓ کا اقدام خروج لا وقت یہ بھی محمول کیا جائے گا کہ اجتہادی غلطی پہ کیونکہ احکام شرعی کی موجودگی میں اجتہاد کا کون سا مقام خصوصاً اس وقت جبکہ امام حسینؓ کا خروج ہی نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

فرزند علیؓ ہونے کی حیثیت سے وراثت خاندانی کے حصول پر محمول کر کے ان کے خلاف تلوار اٹھانے کا جواز پیش کیا جائے۔

عباسی صاحب کی ریسرچ ملاحظہ کیجئے۔

ریسرچ جدید یا افترائے مبین جناب محمود احمد صاحب عباسی نے یزید اور اس کے فوجی افسروں کی سیدنا امام حسینؓ کے قتل یا اس پر اظہار رضا مندی سے برأت فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ یزید کے متعلق اس کے متفق علیہ خلیفہ ہونے اور امام حسینؓ کے شرعی اقدام کو غلط و ناجائز قرار دینے کے بارے میں جو بحث کی ہے وہ تمام تر غلط اور افترا خالص ہے ورنہ بتلایا جائے کہ متفق علیہ خلیفہ بھی موجود ہو اور احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی کر کے محض وراثت خاندانی کے حصول کی خاطر اتحاد امت کو پارہ پارہ کرنے والے کے قتل سے متفق علیہ و شرعی خلیفہ اور اس کے فوجی افسروں کی برأت ثابت کرانے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ افترائے مبین کا رہین منت ہے۔

برأت یزید ملاحظہ فرمائیے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ جناب عباسی صاحب تاریخ شہادت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لیکن اصل صورت واقعہ کیا تھی اس بارے میں ہمارے زمانہ سے آٹھ سو برس پیشتر حجۃ الاسلام امام غزالیؒ جیسے علامہ زمان فرماتے ہیں کہ :-

"جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتل حسینؓ کا حکم دیا تھا یا اس

پر رضامندی کا اظہار کیا تھا تو جاننا چاہیئے کہ وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔" خلافت معاویہ ویزید ص۱۹۷

دوسری جگہ امام غزالیؒ کا فیصلہ جو پیش فرمایا ہے۔

و یزید اصح اسلامہ وما صح قتل الحسین ولا امرہ بہ ولا رضاہ و مہما لا یصح ذالک منہ لا یجوز ان یظن ذالک فان اساءۃ الظن بالمسلم ایضاً حرام۔ وفیات الاعیان لابن خلکان۔ ج ا ص۴۶۵

ترجمہ:۔ "اور یزید صحیح الاسلام تھا اور یہ صحیح نہیں کہ اس نے حسینؓ کو قتل کرایا یا اس کا حکم یا اس پر راضی ہوا۔ پس جب یہ قتل اس سے (یزید) پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا تو پھر اس کے ساتھ ایسی بد گمانی رکھنا کس طرح جائز ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی رکھنا حرام ہے۔" خلافت معاویہ ویزید ص۵۳

اس سے حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا امور کی نسبت یزید کی طرف کرنا عدم ثبوت کی بنا پر صحیح نہیں۔

مطلب یہ کہ اگر ان امور کا صدور پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ واقعی یزید نے ایسا کروایا ہے تو وہ یقیناً مجرم ہے ورنہ برأت کے کیا معنے۔ بدگمانی اسی فعل کی نسبت ہو سکتی ہے جو اس کے لئے ناجائز ہو کیونکہ جائز فعل سے بدگمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت امام غزالیؒ کے اس بیان سے یزید کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے۔ کہ یزید کے محض صاحب اقتدار ہونے کی حیثیت سے اس کو امور بالا کا جواز تو کجا بلکہ یہ تو اس کے لئے ناجائز و حرام

تھے۔ اب امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین کے واسطے جب باغی کو قتل کرنے کا حکم دینا ہی جائز نہیں پھر وہ خلیفہ کیسے سمجھا جائے گا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ کے بیان کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت حسینؓ کے قتل جیسے شنیع و حرام فعل کی نسبت بلا ثبوت یزید کی جانب کرنا انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔ لیکن عباسی صاحب کی ریسرچ کی بنیاد ہی امام حسینؓ کے باغی ہونے پر رکھی گئی ہے۔ جس کا لازماً نتیجہ نکلے گا کہ امام عالیمقام کا بغاوت کے صلہ میں قتل کرنا ضروری و لازمی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حضرت امام غزالیؒ کا ریمارک تو ریسرچ جدید کے لئے پیغام موت ہے۔ نقل کے لئے عقل کی ضرورت ہے۔

عمر بن سعد قتل حسینؓ سے عمر بن سعد کی برائت کرتے ہوئے عباسی صاحب فرماتے ہیں۔

عمر بن سعد کو قاتل حسینؓ کہتے ہیں لیکن ان ہی راویوں خاص کر ابو مخنف نے اپنی روایت میں گویا حق برزبان جاری یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت حسینؓ کے مقتول ہو جانے پر ابن سعد پر رنج اور صدمہ سے ایسی رقت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہو کر زار و قطار رونے لگے۔ اُن کے رخسار اور داڑھی آنسوؤں سے تربتر ہو گئی۔ ابو مخنف کی اس روایت میں یہ فقرہ ہے۔

قال فکانی انظر دموع عمر (بن سعد) وھی تسیل علی خدیہ ولحیتہ۔ طبری ص ۲۵۹ ج ۶

ترجمہ: (راوی) نے کہا گویا میں نے عمر (بن سعد) کے آنسوؤں کو دیکھا کہ (یہ

سبب گریہ) اُن کے رخساروں اور داڑھی پر بہنے لگے تھے "
خلافت معاویہ و یزید صـ ۲۱۲

اِس سے کچھ آگے امام حسینؓ کے ساتھ قتال کے بارے میں عمر بن سعد کا نظریہ ملاحظہ فرمائیے۔

چوں عمار بن سعد از مقاتلت حسین کراہیتے بکمال داشت۔
ناسخ التواریخ صـ ۲۳۴ ج ۶ از کتاب دوم

چونکہ عمر بن سعد کو حسینؓ سے قتال کرنے میں کمال درجہ کراہیت تھی۔
خلافت معاویہ و یزید صـ ۲۱۹

اِس سے آگے :-

اما عمار بن سعد چونکہ مکروہ میداشت کہ با حسینؓ مقاتلت آغاز و خود را مطرود و ملعون دارین سازد۔ (صـ ۲۳۴ ایضاً)

لیکن عمر بن سعد چونکہ حسین سے قتال و جدال کا آغاز کرنے اور اِس طرح دین و دنیا میں اپنے آپ کو مطرود و ملعون بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔
خلافت معاویہ و یزید صـ ۲۱۹

عباسی صاحب کے اپنے پیش کردہ حوالہ جات سے نصف النہار کے مانند اصلی حقائق سامنے آجاتے ہیں کہ عمر بن سعد کے نزدیک امام حسینؓ کی جلالت شان و شرعی اقدام یزید کی بدکرداری و غیر شرعی پوزیشن کے پیش نظر امام عالیمقام سے قتال و جدال دنیا و آخرت میں اپنی گردن میں طوق لعنت ڈالنے کے مترادف ہے۔ اِسی واسطے عمر بن سعد کو حضرت حسینؓ کے مقتول ہونے پر

اِس قدر شدید صدمہ ہوا کہ آنسوؤں سے داڑھی بھی تر ہو گئی - اب ناظرین کرام غور فرماویں کہ ریسرچ جدید کے کذب و افترا کی اگر کچھ بھی حقیقت ہوتی جو امام عالیمقام کو باغی اور یزید پلید کو شرعی خلیفہ و امیرالمومنین ثابت کرنے پر کی ہے تو پھر باغی سے جدال و قتال کرنا لعنت کا سبب کیسے اور کیونکر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔

عمر بن سعد کا نظریہ تو یہ ہے کہ امام عالیمقام سے جدال و قتال، دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے لیکن عباسی صاحب کی ریسرچ کے مطابق امام حسینؓ سے جدال و قتال احکام اسلامی کی سرانجام دہی کے پیش نظر جائز ہی نہیں بلکہ قاتلین خراج عقیدت پیش کرنے کے مستحق ہیں لہذا حضرت امام حسینؓ سے قتال رحمت خداوندی کا سبب ہونا چاہیئے جو کہ عباسی صاحب کی ریسرچ کا نتیجہ ہے نہ کہ ملعون و مطرود ہونے کا سبب جیسا کہ عمر بن سعد کا نظریہ ہے۔

اَب عباسی صاحب و دیگر اِس کذب و افترا کے مداحین ہی تبلائیں کہ یزید کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور حضرت حسینؓ کی جلالت شان کو پہچاننے والے عمر بن سعد کا نظریہ صحیح قرار دیا جائے گا کہ امام حسینؓ سے جدال و قتال ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے یا آپ کے امام العباسی کا کذب و افتراء جو کہ بدیں الفاظ پیش کیا گیا ہے "تو حضرت حسینؓ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جاسکتی جن کی دعوت محض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علی کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا جائے"

خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۱۸۰

حضرت حسینؓ کے خلاف تلوار نہ اٹھانے کی وجہ سے عمر بن سعد سے پوچھیئے۔ جو یزید کے کارناموں سے اچھی طرح واقف تھے۔ کیا یہ کذب و افترا، جو ریسرچ جدید کے شکل میں پیش کیا گیا ہے نذرِ آتش کے قابل نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ محض کذب و افترا کا پلندہ اس قابل تھا کہ اس کو شائع کر کے قوم کے ملی جذبات کو مجروح کیا جائے۔ اُمّت کے اتفاقی نظریہ کی مخالفت کرنے کا یہی اثر ہونا ہے کہ قوت عاقلہ گرد و پیش پر نظر کر کے اصلی حقیقت تک پہنچنے کی بجائے حقائق سے انکار شروع کر دیتی ہے۔

جب تحقیق عباسی صاحب عہد نبوی کے یہ مولود (یعنی عمر بن سعد) نبی کریم کے ماموں کے فرزند جن میں جن کی آنکھیں جمال نبوی سے منور ہوئیں جنہوں نے عشرہ مبشرہ کے ایک جنتی صحابی کی گود میں پرورش پائی۔ جن کے گھرانے کے چند در چند تعلقات قرابت خاندان نبوت سے قائم تھے۔ (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۲) ان کے نزدیک جب حضرت حسینؓ کی جلالت شان و اتباع نبوی کے پیش نظر ان سے جدال و قتال کرنا ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے تو پھر عباسی صاحب کی بے لاگ ریسرچ جس میں امام عالیمقام کے اقدام خروج کو طلب حکومت و خلافت پر حمل کرتے ہوئے اُن کے خلاف تلوار اٹھانے کا جواز ثابت کیا گیا ہے بلکہ ایسی ریسرچ پیش کی ہے جس کا لازماً نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ امام حسینؓ کو بغاوت کے صلہ میں قتل کیا جانا ضروری و لازمی ہے۔ کیوں ملعون و مطرود ہونے کا سبب نہیں۔ اگر یزید ویسا ہی تھا جیسا کہ عباسی صاحب نے ثابت کرنے کی بے سود کوشش فرمائی ہے تو پھر اُس کے حریف کے ساتھ

جدال و قتال ملعون و مطرود ہونے کا سبب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی فقط ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ یزیدی فوج کا کمانڈر چیف عمر بن سعد حالت یزید سے بخوبی واقف تھا کہ یزید بدکرداری کی وجہ سے ہرگز خلافت کا عظمیٰ کا اہل نہیں ہے اور حضرت امام حسینؓ کا خروج مفادِ ملیہ کے پیش نظر بالکل صحیح و بروقت ہے۔

عمر بن سعد نے سمجھا کہ ہم دنیاوی مفاد کو ترجیح دے کر کہیں امام علیہ السلام جن کا اقدامِ خروج محض مفادِ ملیہ کے پیش نظر ہے کے ساتھ جدال و قتال فرما کر دربارِ ایزدی میں ملعون و مطرود نہ ہو جائیں۔ اب دیکھئے کہ بے لاگ ریسرچ کا مصنف اور اس کے مداحین عہد نبوی کے مولود عمر بن سعد کے نظریہ کو تسلیم کر کے اس کذب و افتراء کو جو کہ ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے نذرِ آتش کر کے اس نظریہ سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتے ہیں یا ضد پر قائم رہتے ہوئے مذکورہ سبب کے اہل بنتے ہیں۔

زود شو در باب استغفار کن
گریہ ہائے ہم چو ابر زار کن

خلاصۂ بحث کہ جب بے لاگ ریسرچ کے پیش نظر امتناع خروج و اطاعت امیر کے متعلق احکام اسلامی کی موجودگی و صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روکنے کے باوجود محض خلافت و حکومت کو خاندانی وراثت سمجھ کر متفق علیہ شرعی خلیفہ کے خلاف خروج کیا گیا تھا تو اس کا لازمًا یہی نتیجہ نکلے گا کہ ایسے شخص کا بغاوت کے صلہ میں قتل کیا جانا ضروری تھا ہے۔

اس کے باوجود متفق علیہ خلیفہ اور اس کے فوجی افسروں کی ایسے شخص کے قتل سے جس کا بغاوت کے صلہ میں قتل کیا جانا ضروری ہے بری الذمہ قرار دینے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ امام حسینؓ کے اقدام خروج کے ناجائز قرار دینے اور یزید کے متفق علیہ خلیفہ ہونے کے متعلق جس قدر دلائل ہیں وہ تمام کے تمام یا تو غلط ہیں یا معنے غلط پہنائے گئے ہیں جیسا کہ صحابہؓ کے روکنے کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ وہ امام حسینؓ کے اس خروج کو طلب حکومت و خلافت کا ایسا اقدام سمجھتے تھے جو کسی طرح بھی جائز و مناسب نہ تھا حالانکہ یہ چیز بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس کی اصل حقیقت کیا تھی وہ ملاحظہ کیجیے۔

موقفِ صحابہ رسولؐ

اس کے بارے میں علامہ ابن خلدون کی تحقیق ملاحظہ کیجیے۔

اب جب یزید سے بد اعمالیاں آزادانہ صادر ہونے لگیں تو اس کے بارے میں مختلف الرائے تھے۔ بعض نے اس کے خلاف اٹھنے اور بیعت کو فسخ کرنے کا ارادہ کیا جس طرح حضرت امام حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ نے یا انہوں نے جو ہر دو اصحاب کے متبعین تھے اور بعض نے اس کے خلاف قدم اٹھانے کو خلاف مصلحت جانا اس خوف سے کہ کہیں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک اٹھے اور کشت و خون کا بازار نہ گرم ہو جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر یزید کے خلاف قدم بھی اٹھایا تو اس کو نبھا نہ سکیں گے کیونکہ یزید کی پشت پر اس وقت بنی امیہ کی عصبیت تھی اور قریش کے عام ارباب حل و عقد بھی اس کی معاونت میں تھے عصبیت مضر بھی اسی

کی مدد پر تلی ہوئی تھی جس کے مقابلہ کی تاب کسی کو نہ تھی اس لئے وہ یزید سے
دست کش ہی رہتے اور اس کی ہدایت کے لئے دعائیں کرتے ۔

(مقدمہ ابن خلدون صـ ۲۴۲)

اس سے آگے حضرت حسین رضہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

حضرت حسینؓ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے یا یزید کے پاس شام وعراق
میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر خروج کو نامناسب جانتے تھے اگرچہ
وہ فاسق ہی تھا کیونکہ اس میں فتنہ وفساد وخونریزی کا خطرہ تھا ۔ اسی لئے وہ
اس سے بچے رہے اور حضرت حسینؓ کا ساتھ نہ دیا مگر یہ بھی نہیں کہ اُن کو بُرا
بتاتے یا ان کو گنہگار ٹھہراتے کیونکہ آخر آپ بھی تو مجتہد تھے اور مجتہدین کی یہی
صفت ہے کہ اُن کے اختلاف کو باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا ۔

مقدمہ ابن خلدون صـ ۳۴۷

علامہ ابن خلدون کی مذکورہ بالا تحقیق سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہوگیا کہ
سیدنا امام حسینؓ کو روکنے یا اُن کا ساتھ نہ دینے کی وجہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کے نزدیک محض خونریزی کے خطرہ کے پیش نظر تھی نہ اِس وجہ سے جو عباسی
صاحب باور کرانا چاہتے ہیں ورنہ پھر بتلایا جائے اِس قدر احکام اسلامی کی خلاف
ورزی کرنے کے باوجود ان کی برأت کیسے صحیح قرار دی جاسکتی ہے ۔

حضرت محمد بن علیؓ اور برأت حسینؓ

اولاً محمد بن علی (ابن الحنفیہ) کے بارے میں عباسی صاحب کا نظریہ
ملاحظہ کیجئے ۔

حضرت محمد بن علیؓ (ابن الحنفیہ) نے بلا تامل اور بطیب خاطر ابتداءً امیر یزید کی ولیعہدی کی اور پھر خلافت کی بیعت کی تھی اور اِس بیعت پر اِس درجہ مستقیم رہے تھے کہ مدینہ منورہ میں جب امیر المومنین کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکائی گئی۔ انہوں نے سختی سے اس کی مخالفت کی "خلافت معاویہ و یزید ص" اِس کے علاوہ کتاب میں متعدد جگہ اُن کے طرزِ عمل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ یزید کے خلاف خروج کو محض طلب حکومت و خلافت کا ایک ایسا اقدام سمجھتے تھے جو کسی طرح جائز نہ تھا:

اور خود ہی عباسی صاحب نے حضرت محمد بن علیؓ کی یزید کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران گفتگو حضرت حسینؓ کی برائت کرتے ہوئے یزید کو یہ باور کرانے کا حوالہ کہ حسینؓ اِس بات کے مستحق نہیں کہ تم اُن کو برا بھلا کہو پیش فرما کر یہ اقرار کر لیا کہ واقعی میری تاریخی ریسرچ امام حسینؓ کی تنقیص شان اور یزید کی عظمت شان کے بارے میں بالکل اختراع اور خلاف حقیقت ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجیے۔

"حسینؓ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم اُن کو بُرا بھلا کہو اور برملا ان کی مذمت کرو۔ امیر المومنین میں درخواست کرتا ہوں کہ حسینؓ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہیے جو مجھے ناگوار ہو"

یزید نے جواب دیا۔

"میرے چچیرے بھائی میں حسین کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے تمہارا دل دکھے" خلافت معاویہ و یزید ص۱۸۲

ناظرین کرام غور فرمادیں کہ حضرت محمد بن الحنفیۃؓ نے حضرت امام حسینؓ کی شان

کے خلاف عباسی صاحب کے متفق علیہ خلیفہ کی زبان سے ایک لفظ سننا بھی گوارہ
نہ کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں یہ واضح کر دیا کہ گو میرا نظریہ خروج کے بارے
میں محض خونریزی کے خطرہ سے حضرت حسینؓ کے نظریہ سے مختلف تھا لیکن اس کا
مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حضرت حسینؓ نے دینی زاویہ نگاہ سے کوئی ایسا اقدام کیا
جس سے اُن کی شان عظمت میں کوئی فرق آگیا تھا بلکہ یزید اور طرفداران یزید کو
امام عالیمقام کی شان عظمت سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت محمد بن علیؓ نے اس بات
کی تنبیہہ کی ہے کہ امام حسینؓ کے خلاف کوئی ایسا پروپیگنڈہ جس سے اُن کی تنقیص
شان کا ادنیٰ شائبہ تک پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہ بھی ناقابل برداشت ہے کیونکہ
حضرت حسینؓ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم اُن کو بُرا بھلا کہو۔ جب حضرت محمد بن الحنفیہؒ
کے روکنے سے عباسی صاحب کے متفق علیہ خلیفہ کو بھی حضرت حسینؓ کے خلاف شان
کوئی لفظ استعمال کرنے کا جواز نہیں تو پھر آنجناب کی تاریخی ریسرچ جو حضرت حسینؓ
کی نہ صرف تنقیص شان پر مبنی بلکہ آپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو
ایک ادنیٰ مسلمان کے لئے بھی استعمال نہیں کئے جا سکتے کیسے اس قابل ہے کہ
اس کو منظر عام پر لاکر حضرت ابن الحنفیہؓ کی مخالفت کر کے اُن کی روح کو اذیت
پہنچائی جائے۔ ریسرچ کی عرق ریزی ملاحظہ کیجئے۔ آزاد اور بے لاگ مؤرخین
نے حضرت حسینؓ کے اقدام خروج کے سلسلہ میں اسی بات کو بیان کیا ہے۔ مشہور
مؤرخ ڈوزی کا ایک فقرہ اس بارے میں قابل لحاظ ہے وہ لکھتا ہے۔

اخلاف (یعنی آنے والی نسلوں) کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام
مدعیوں کی ناکامی پر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات

انصاف قومی امن اور ایسی خانہ جنگی کے ہولناک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ابتداء میں نہ روک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت اخلاف کی (حضرت) حسینؓ کے متعلق ہے جو اُن کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں خد و خال بھرے اور (حضرت) حسینؓ کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک انوکھی لغزش دخطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معقول حبّ جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہوں ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔ ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا قصور دار خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے (حضرت) معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی (دلیتھہاری) کی بیعت کی تھی اور اپنے حق یادعویٰ خلافت کو ثابت نہ کر سکے۔ خلافت معاویہ و یزید صـ۲۷

اِس عبارت کو غور سے پڑھیئے اور اندازہ لگائیے کہ عباسی صاحب نے یہ حوالہ پیش فرما کر کس طرح رقابت خاندانی کا زہر اُگلا ہے۔ امام عالیمقام کو ناکام مدعی معمولی قسمت آزما جو اپنی مطلب براری کے واسطے جائز و ناجائز کی بھی کوئی پرواہ نہ کرتا ہو بناوٹی ولی اللہ بے دانش محب جاہ، باغی عہد شکن (غدار) بلا دلیل دعویدار کے ناجائز القاب دیئے گئے ہیں۔

اندازہ لگائیے کہ حضرت محمد بن الحنفیہؓ جب یزید سے امام حسینؓ کی شان کے خلاف ایک لفظ سننے کے لئے تیار نہیں بلکہ فوراً یزید کو منع کر دیتے ہیں

اگر آج حضرت محمد بن الحنفیہؒ زندہ ہوتے کیا ایسی دل آزار تاریخی ریسرچ سے خوش ہوتے یا صد بار اس سے بیزاری کا اعلان فرما کر عباسی صاحب کی نامحمود و نامسعود کوشش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے۔ اگر عباسی صاحب کو حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی ذات گرامی کا کوئی لحاظ نہیں تھا تو کم از کم اپنے شرعی خلیفہ یزید ہی کی اتباع میں امام حسینؓ کی شان کے خلاف ایسا کوئی لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے جس سے آپ کی تنقیص شان کا کوئی پہلو نکلتا ہو جیسا کہ یزید حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے منع فرمانے سے رک گیا۔

عباسی صاحب نے دوزی کے بکواس کو تو قابل لحاظ و قابل اتباع سمجھ کر بڑے فخر سے اس کو نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے ارشادات کو جو برأت حسینؓ سے متعلق ہیں کی پرواہ تک نہیں کی کہ آپ کیا فرما رہے ہیں اس ریسرچ کی بنیاد ہی امام حسینؓ کی تنقیص شان پر رکھی گئی ہے لیکن خود حضرت امام حسینؓ کے بری الذمہ ہونے پر دلیل پیش کر رہے ہیں۔ یہ امام حسینؓ کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔

تمام صحابہ کرام جو خروج کو خونریزی کی وجہ سے نامناسب سمجھتے تھے۔ اگرچہ یزید فاسق ہی تھا۔ ان میں عباسی صاحب کے نزدیک جو سب سے پیش پیش رہے ہیں وہ حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی ذات گرامی ہے۔

ان کے مذکورہ بالا فرمان سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کے طرز عمل سے انقاد یزید اور اس کے شرعی خلیفہ ہونے پر استدلال کرنا خود ان کے برأت حضرت حسینؓ سے متعلق ارشادات کی تغلیط کرتے ہوئے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنے

کے مترادف ہے تو یہاں سے تمام صحابہ کرام کے طرزِ عمل کی وضاحت بھی ہو گئی۔

موقف صحابہؓ و تائید امام حسینؓ

عباسی صاحب کا صحابہ کرام کی خاموشی کو اتفاع یزید اور اُس کے جائز خلیفہ ہونے پر محمول کرنا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے ورنہ لازماً خروج کے نتیجہ میں احکام اسلامی کی خلاف ورزی کے پیش نظر امام عالیمقام کو باغی اور سخت گنہگار کہنا اور اُن کے اِس ناجائز اقدام کی مذمت کرنا صحابہ کرام کی جانب سے لازمی و ضروری تھا۔ لیکن کتب تاریخ و سیر اس سے خالی پڑی ہیں۔ بلکہ اِس کے برعکس حضرت امام حسینؓ کی خلاف شان لفظ سننے گوارا نہ کرنا جیسا کہ حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے آخر کیوں؟ اور صحابہ کرام کی جانب سے بھی بجائے اُن کی مذمت کے خاموش رہنا یزید کے نااہل ہونے کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے اگر واقعی یزید صحابہ کرام کے نزدیک بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ عباسی صاحب کا دعویٰ ہے تو پھر کیا امام حسینؓ کو روکنے میں صرف افہام و تفہیم تک بات محدود رہتی۔ ہرگز نہیں بلکہ جس طرح حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح و مصالحت کر لینے پر حضرت امام حسینؓ کی مخالفت کو محض افہام و تفہیم سے ختم نہیں کیا بلکہ بقول عباسی صاحب کہ بڑے بھائی کی سختی اور اُن کی تہدید و توبیخ نے امام حسینؓ کو مخالفت سے روک دیا جیسا کہ یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے اپنے بھائی سے یہ الفاظ کہے۔

فقال لاخوہ واللہ لقد ھممت ان اسجنک فی بیت واطبق علیک بابہ حتی افرغ من ھذا الشان ثم اخرجک فلما رای الحسین ذلک وسکت وسلم

البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۰ ج نمبر ۸

ترجمہ:- تو اُن کے بھائی نے کہا خدا کی قسم میں تم کو گھر میں قید کر دوں گا اور اس کا دروازہ تم پر بند کر دوں گا یہاں تک کہ میں اس کام سے (یعنی صلح و مصالحت سے) فراغت پا جاؤں اس کے بعد تمہیں نکلنے دوں گا۔ جب حسینؓ نے یہ حالت دیکھی خاموش رہے اور اتباع کی۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۹۵)

اسی طرح صحابہ کرام پر بھی ضروری و لازمی تھا۔ خاص کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر کہ امام حسینؓ کو سختی سے روک کر کسی مکان میں قید کر دیتے۔ جب بقول عباسی صاحب تمام صحابہ کرام یزید کو شرعی خلیفہ سمجھتے تھے تو پھر بتلایا جائے کہ انہوں نے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ کے اوپر کیوں عمل نہ کیا کیا وہ نعوذ باللہ دین سے برگشتہ ہو گئے تھے یا حضرت امام حسینؓ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے اور اسی طرح حضرت محمد بن علیؓ (ابن الحنفیۃ) پر بھی ضروری و لازمی تھا کہ حضرت حسینؓ کو سختی سے روک کر حضرت حسنؓ کی مثال قائم کر کے امت کو اس فتنۂ عظیم سے محفوظ و محفوظ فرماتے بلکہ اس کے برعکس صحابہ کرام کا طرز عمل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یزید کی نا اہلیت پر تو تمام صحابہ کرام کو اتفاق تھا لیکن یزید پر خروج کو محض فتنہ فساد و خونریزی کی وجہ سے نامناسب خیال فرماتے تھے۔

لیکن جب یزید اپنی بدکرداریوں میں حد سے گزر گیا اور ساکنانِ مدینہ منورہ نے اس کے باوجود خاموش رہنا عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف سمجھتے ہوئے یزید کی بیعت کو فسخ کر کے میدانِ جہاد میں کود نا ہی باعث نجات سمجھ کر علم جہاد بلند کیا جو واقعہ حرہ سے مشہور ہے۔

یزید علماءِ اُمّت کی نظر میں

تاریخی لحاظ سے کردار یزید کی وضاحت کے بعد اب اس کی شرعی پوزیشن کو علماءِ اُمّت کے نظریات سے واضح کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جو اسی سلسلہ میں ہے پیش کی جاتی ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

من اخاف اهل المدينة ظلماً اخافه الله وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين۔ (مسلم شریف)

ترجمہ: "جو شخص خوفزدہ کرے گا مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ اس کو خوف زدہ کرے گا اور اس پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی"

اہل علم حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں کہ اہلِ مدینہ نے جب یزید کی بدکرداریوں کی وجہ سے اُس کی بیعت کو فسخ کیا تو یزید کی اجازت پر کس طرح اس کے بدبخت لشکریوں نے اہل مدینہ کے مقدس ترین خون سے اپنے منحوس ہاتھوں کو رنگین کر کے اپنی عاقبت کو برباد کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس حدیث کا مصداق یزید پلید اور اُس کے لشکری نہیں تو اور کون ہے اگر اہل مدینہ کو ظلماً قتل کر کے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کے بعد بھی حدیث مذکورہ بالا کا مصداق یزید اور اس کے لشکری جنہوں نے وہاں ہر ظلم کو روا رکھا نہیں ہیں تو پھر اور کوئی شخص اس

کا مصداق نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اُن کے اس بدترین فعل کو قبیح شمار کیا جا سکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

آگے اہل مدینہ کی فسخ بیعت کی وجہ ملاحظہ کیجئے۔

امیر الانصار حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ

حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ جو انصار ی کے امیر کہلاتے تھے وہ بیعت یزید کے فسخ کرنے کی وجہ ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔

فقد اخرج الواقدی من طرق ان عبداللہ بن حنظلۃ بن الغسیل قال واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء انہ رجل ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوۃ (صواعق محرقہ صـ۱۳۲)

"واقدی نے متعدد طرق سے یہ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہؓ نے فرمایا کہ واللہ ہم نے یزید کی بیعت کو اس وقت فسخ کیا جب ہم کو اپنے اوپر آسمان سے پتھر برسائے جانے کا خطرہ پیدا ہوا کہ وہ (یعنی یزید) ایسا آدمی ہے کہ وہ نکاح کرتا ہے امہات اولاد اور بنات اور اخوات سے اور پیتا ہے شراب اور تارک نماز ہے۔"

امیر الانصار حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے بیان سے اہل مدینہ کے خروج کی وجہ اور یزید کی پوزیشن واضح ہو گئی۔

مجدد اوّل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیز خامس الخلفاء الراشدین اور سادات تابعین

اور اموی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اُن کا زمانہ یزید کے زمانے کے بہت ہی قریب تھا۔ وہ یزید کے حالات سے کماحقہ واقف تھے۔

اُن کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اس شخص کو ڈانٹا اور اس کے بیس ۲۰ درّے لگوائے۔ یہ واقعہ صواعق محرقہ اور تہذیب التہذیب اور تاریخ الخلفاء مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس کے راویوں کی تہذیب التہذیب میں توثیق فرماتے ہیں جس سے اس واقعہ کی صحت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یزید کو امیر المومنین کہنے پر نکیر کرنا اور کہنے والے پر حد جاری کرنا یزید کی شرعی پوزیشن کو واضح کر رہا ہے اور آئندہ اس کو امیر المومنین کہنے والے کے واسطے شرعی سزا بھی بتلا رہا ہے۔

ائمۂ اربعۃ

علامہ دمیری حیاۃ الحیوان میں یزید کے بارہ میں کیا الہراسی کا قول نقل کر رہے ہیں۔ جس سے یزید کے بارہ میں ائمہ مجتہدین کا مسلک واضح ہوتا ہے۔

سئل الکیا الہراسی الفقیہ الشافعی عن یزید بن معاویۃ ھل ھو من الصحابۃ ام لا وھل یجوز لعنہ ام لا فاجاب انہ لم یکن من الصحابۃ لانہ ولد فی ایام عثمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ واما قول السلف ففیہ لکل واحد من ابی حنیفہ ومالک واحمد قولان تصریح وتلویح ولنا قول واحد التصریح دون التلویح وکیف لایکون کذلک وھو المتصید بالفھد واللاعب بالنرد ومدمن الخمر

حیوۃ الحیوان ص ۱۹۵ ج ۲

ترجمہ: "الکیا الہراسی فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہے یا نہیں۔ آیا اس پر لعنت جائز ہے یا نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کی ولادت حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں ہوئی ہے رہا سلف صالحین کا قول اس کی (لعنت) کے بارے میں تو، اس میں امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں۔ ایک تصریح کے ساتھ، ایک تلویح کے ساتھ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح (یعنی صراحت کے ساتھ لعنت کا جواز) اور کیوں نہ ہو جب کہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چیتوں کے تو شکار میں رہتا اور نرد سے کھیلتا اور شراب خواری کرتا۔"

اس عبارت سے ائمہ مجتہدین کا مسلک یزید کے بارے میں واضح ہو جاتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک یزید کا فسق و فجور کس قدر واضح و ناقابل انکار ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے اوپر لعنت کا مسئلہ زیر غور آیا۔ حضرت امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ صراحت کے ساتھ یزید پر لعنت کے قائل ہیں جیسا کہ صواعق محرقہ میں امام احمد بن حنبل کا قول یزید کے بارے میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے

فقال یا بنی وھل یتولی یزید احدٌ یومن باللّٰہ ولم لا العن من لعنہ فی کتابہ۔ صواعق محرقہ صـ ۱۳۲

ترجمہ: "تو امام احمدؒ بن حنبل نے فرمایا کہ بیٹا کیا کوئی اللہ پر ایمان لانے والا، ایسا بھی ہوگا جو یزید سے دوستی کا دم بھرے اور میں اس پر لعنت

کیوں نہ کروں جس پر اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے"۔
حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایمان باللہ اور حب یزید کا اجتماع ناممکنات سے ہے جیسا کہ اُن کے مذکورہ بالا فرمان سے واضح ہے۔

محققین علماء اُمت و محدثین کرام

مثل علامہ قسطلانیؒ، علامہ بدرالدین عینیؒ، علامہ ھیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعدالدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر، علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ کتاب میں ان کے حوالہ جات سے واضح ہے۔

علامہ ابن حجر ھیثمیؒ

علامہ ابن حجرؒ صواعق محرقہ میں اہل سنت والجماعت کے یزید کے بارہ میں دو گروہ کا ذکر کرتے ہیں۔
ایک گروہ یزید پر لعنت کے جواز کا قائل ہے۔ دوسرا گروہ اس پر عدم لعنت کا قائل ہے۔ ان دونوں گروہوں کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں۔

وبعد اتفاقہم علی فسقہ اختلفوا فی جواز لعنہ بخصوص اسمہ فاجازہ قوم منہم ابن الجوزی ونقلہ عن احمد وغیرہ (صواعق محرقہ صـ۱۳۲)

ترجمہ: "اور یزید کے فسق پر ان کے (یعنی اہل سنت والجماعت کے) متفق ہونے کے بعد اختلاف ہوا اُس پر نام لے کر لعنت کرنے میں بعض نے اسے جائز رکھا۔ ان میں ابن جوزی ہیں۔ انہوں نے یہ جواز امام احمد سے نقل کیا ہے۔"

علامہ ابن حجر کی اس عبارت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جو شخص یزید کو فاسق و فاجر کی بجائے متقی و پارسا سمجھتا ہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا یزید کے بارہ میں مکتوب گرامی

یزید بدبخت فاسقوں کے زمرہ سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت۔
نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔
"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔" (مکتوب نمبر ۲۵۱ دفتر اول صفحہ ۴۴۳)

حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھنوی مولانا یزید پر لعنت و عدم لعنت پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں

سب سے اچھا مسلک یہ ہے کہ اس شقی کو ترحم اور مغفرت سے یاد نہ کرے اور لعنت جو کافروں کے لئے مخصوص ہے اس سے بھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے

کیونکہ باوجود کفر کے شیطان پر بھی لعنت نہ کرنا برا نہیں۔
(مجموعۃ الفتاوی مطبوعہ مجیدی کانپور ص۱۰۵)

امام اہل سنت والجماعت حضرت علامہ ابن تیمیہؒ الحق انہ کان ملکا من ملوک المسلمین لہ حسنات ولہ سیات والقول فیہ کالقول فی امثالہ من الملوک لانحبہ ولا نسبہ (مجموعہ فتاوی مصریہ ص۲۱۰)

ترجمہ "اور حق بات یہ ہے کہ وہ (یعنی یزید) ایک بادشاہ ہے۔ مسلمان بادشاہوں سے کہ اس کی نیکیاں بھی ہیں اور نافرمانیاں بھی اور اس کی مثال اس جیسے بادشاہوں کی ہے نہ ہم اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کو گالی دیتے ہیں"

امام ابن تیمیہ کے نزدیک یزید عام شاہان اسلام کہ جن میں اچھائی اور برائی دونوں پائی جاتی ہیں کی مانند ہے جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں کہ یزید اہل سنت والجماعت کے نزدیک اچھائی اور برائی کا جامع ہونے کی وجہ سے فاسق وفاجر سمجھا جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں کہ ہندوستان کو علوم اسلامیہ سے سب سے پہلے روشناس کروانے والی صرف آپ کی ذات بابرکات ہے۔ آج اگر ہندوستان کی علوم اسلامیہ کی تابانی کے سامنے تمام ممالک اسلامیہ کی آنکھیں خیرہ ہیں تو وہ آپ ہی کے خاندان کی قربانی کا ثمرہ ہے۔ اُن کا یزید کے بارے میں نظریہ ملاحظہ کیجیے۔

حضرت حذیفہؓ کی روایت شدہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
تمریشناءدعاۃ الضلال کا مصداق یزید ومختار کو ٹھہراتے ہیں ودعاۃ
الضلال یزید بالشام ومختار بالعراق حجۃ اللہ البالغۃ جلد ثانی ص۲۰۸۔ اور
گمراہی کی طرف بلانے والا یزید ملک شام میں اور مختار عراق میں ؟
اِس کا فیصلہ ناظرین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ جب یزید محض یہی نہیں کہ وہ خود
گمراہ ہے بلکہ گمراہی کا داعی ہے کیا گمراہی کی جانب دعوت دینے والا متقی وپارسا
وشرعی خلیفہ ہونے کے قابل تصور کیا جا سکتا ہے

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح ہندوستان
کی عظیم ترین شخصیت ہے وہ لعنت یزید میں توقف کی وجہ اِن الفاظ سے بیان
فرماتے ہیں۔

درلعن یزید توقف از انجہت است کہ روایات متعارضہ ومتخالفہ
اذاں پلید در مقدمہ شہادت امام علیہ اسلام وارد شدہ۔
فتاوی عزیزی ص۱۰۱

ترجمہ: یزید پر لعنت میں توقف اِس وجہ سے ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت
کے واقعہ میں اس پلید کی جانب سے ایک دوسری کے مخالف و
متعارض روایات وارد ہیں ۔"

اس عبارت سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا نظریہ یزید کے بارے میں

صاف ظاہر ہے۔ اُن کی عبارات میں جہاں یزید کا تذکرہ ہے وہ اس کو پلید کے لفظ سے ہی تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ امام حسین رض کے خروج کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

وہنوز اہل مدینہ واہل مکہ واہل کوفہ بہ بتسلط یزید پلید راضی نہ شدہ بودند۔ (فتاوی عزیزی ص۲۱)

ترجمہ: "اور ابھی اہل مدینہ اور اہل مکہ واہل کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی نہیں ہوتے تھے۔"

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح یزید کے بارے میں طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں۔

حاصل یہ کہ ہمارے نزدیک یزید پلید سب آدمیوں سے زیادہ بدتر و مبغوض ہے اور اس بے سعادت نے وہ کام کئے ہیں کہ اس اُمت میں کسی نے نہیں کئے بعد قتل امام حسین رض کے اور اہل بیت کی اہانت کی۔ اُس نے مدینہ منورہ کے خراب کرنے کو اور وہاں کے رہنے والوں کے قتل کرنے کو لشکر بھیجا اور بقیہ اصحاب و تابعین رض کے قتل کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کی تخریب کے بعد مکہ معظمہ اور اس کی حرم شریف پر قبضہ کرنے کا اور عبداللہ بن زبیر رض کے قتل کا حکم دیا۔ انہیں دنوں اسی حالت میں وہ مر گیا۔

(نورالایمان ترجمہ نورالایقان مصنفہ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی ص۹۴)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

حضرت مولانا گنگوہی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار سے اور قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی و خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔

فتاوی رشیدیہ صـ ۳۹

اس عبارت سے حضرت مولانا گنگوہیؒ کا نظریہ یزید کے بارے میں ظاہر ہے کہ اہل سنت والجماعت کے لعنت یزید کے بارے میں دو گروہ ہیں ایک گروہ اس پر جواز لعنت کا قائل ہے اور دوسرا گروہ عدم جواز کا قائل ہے اور حضرت مولانا گنگوہی بھی عدم جواز لعنت کے قائل ہیں بہرصورت فسق یزید پر تمام کا اتفاق ہے۔ لیکن حضرت مولانا دونوں گروہوں کی تصویب فرما کر ترجیح عدم جواز لعنت کو دیتے ہیں جیسا کہ آگے انہوں نے خود اس کی تصریح کی ہے

حضرت مولانا تھانوی رح
حضرت امام حسین رض کے خروج

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح

کے بارے میں ایک طویل سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے، دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا، حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں پس ہم اسی بنا پر ان کو شہید مانیں گے۔

باقی یزید گو اس قتال میں اس لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا۔ خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن رض کے قتل کی بنا یہی تھی اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بنا تے۔ (فتاوی امدادیہ ج ۵ ص ۵۴)

حضرت مولانا تھانوی رح نے اتنی عبارت میں بہت سے اشکالات کا حل فرما دیا۔ منیب کے لئے تو بس یہی کافی ہے۔ ضدی کے واسطے تمام قرآن بھی ناکافی ہے۔

ان حضرات کے علاوہ استاذی المکرم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فسق یزید کے قائل ہیں اور حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی

کفر یزید کے قائل ہیں جیساکہ تفسیر مظہری صفحہ ۲۱۹ ج ۵ میں انہوں نے کفر یزید پر دلائل پیش کئے ہیں۔

علماء محققین کے پیش کردہ نظریات کے پیش نظر جب کہ بعض ان میں سے لعن یزید کے قائل ہوں۔ یزید کے لئے کون سی خوبی ہے جس کو ثابت کرنے کے واسطے عباسی صاحب نے ناممود کوشش فرمائی ہے۔ جب نصوص احادیث و تاریخ اسلامی و علماء ربانی کے نزدیک یزید کی بدکرداریوں کی وجہ سے اس کا مذکورہ بالا مقام متعین ہو چکا ہے۔ پھر اس کو وہاں سے اٹھا کر بلند مقام پر لے جانا عباسی صاحب کے بس کی بات نہیں ہے۔

حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ

شاہ است حسین بادشاہ ہست حسین
دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین

یہاں حضرت امام حسینؓ کے اقدام خروج کی صحت ہی نہیں بلکہ لا الٰہ کی بنیاد ہی امام عالیمقام کے اس اقدام شرعی پہ رکھتے ہوئے یزید کی نا اہلیت کو حضرت معین الدین چشتیؒ واضح فرما رہے ہیں۔

فسقِ یزید

فسقِ یزید کے بارے میں قبل ازیں ارشاداتِ نبوت گزر چکے ہیں جن کا مصداق محدثین کرام نے یزید ہی کو قرار دیا ہے، اس لئے کہ اُس کے ذاتی فسق و فجور کے علاوہ خاندان نبوت کی شہادت اور اسلام کے مقدس ترین مراکز کی بے حرمتی اور وہاں کے باشندگانِ شمعِ نبوت کے پروانوں کا قتل عام یہ تین کارنامے اُس کے دورِ اقتدار کے ایسے قبیح و بدترین افعال ہیں کہ جن کی وجہ سے ارشاد نبوت هلكة امتى على ايدى غلمة من قريش کہ میری اُمت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں سے ہو گی کا مصداق یزید اور اُس کے ہمنوا ساتھیوں کے سوا اور کسی کو قرار ہی نہیں دیا جا سکتا بلکہ بعض روایات میں یزید کے نام کی تصریح موجود ہے جیسا کہ البدایہ و النہایہ میں مذکور ہے۔

لا يزال امر هذه الامة قائماً بالقسط حتى يكون اول من يثلمه رجل من بنى امية يقال له يزيد البداية والنهاية ج ۸ ص ۲۳۱۔

"ترجمہ:۔ میری اُمت کا امر و حکم عدالت کی بنیادوں پر قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا وہ شخص جو اُسے تباہ کرے گا بنی امیۃ سے ایک آدمی ہو گا جسے یزید کہا جائے گا۔"

اور یہ روایت صواعق محرقہ میں بھی موجود ہے۔

اس کی سند میں اگرچہ کلام کیا گیا ہے لیکن دوسری احادیث اور یزید کے افعالِ شنیعہ اور محدثین نے فہم ثاقب کے پیشِ نظر اس کی سند

میں کلامِ ضرر رساں قرار نہیں دیا جا سکتا۔
اِسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ملاحظہ کیجئے۔

من اخاف اھل المدینۃ ظلماً اخافہ اللّٰہ وعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین (مسلم شریف)

ترجمہ :۔"جس نے خوف زدہ کیا اھل مدینۃ کو ظلماً خوف زدہ کرے گا اللہ اس کو اس پر خدا کی لعنت اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی۔"

یزید کی فوج نے اس کے حکم سے جس قدر بد ترین سلوک ساکنانِ مدینۃ الرسول سے کیا ہے اس کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے عاجز ہے۔ کون سا وہ ظلم تھا جو ان بد بخت لشکریوں نے صحابہ کرام و تابعین عظام کے برگزیدہ گروہ سے نہیں کیا۔ اِس قدر وضاحت کے بعد یزید اور اُس کے بد بخت لشکریوں کو حدیث مذکورہ کا مصداق قرار نہ دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ یزید کے بارے میں تفصیلی بیان پہلے مذکور ہو چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

لیکن اس کے برخلاف راقم الحروف نے ایک ماہانہ رسالہ میں استاذی المکرم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند مدظلہ العالی کی کتاب شہید کربلا اور یزید پر تبصرہ دیکھا جس میں ایک صاحب کی طرف سے حضرت موصوف کی فسق یزید کے منصوص ثابت کرنے میں سختی سے

مخالفت کی ہے جس کے پڑھنے کے بعد راقم الحروف کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس قدر وضاحت کے بعد ایک صحیح و ثابت شدہ چیز کی مخالفت محض اس بنا پر کرنا کہ اُن کا سابقہ مضمون کہیں غلط نہ ہو جائے باعث استعجاب نہیں تو اور کیا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے فسق یزید کے منصوص ہونے کے خلاف جو دلائل پیش فرمائے ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔

کہ یزید کے فسق کو ہم ایک عقیدہ کی طرح واجب التسلیم نہیں سمجھتے ہماری ناقص رائے میں یزید کے فسق کا مسئلہ ایک خالص تاریخی مسئلہ ہے۔

تاریخ سے اگر کسی کے نزدیک یزید کے متعلق ان اعمال و افعال کی نسبت صحیح ثابت ہوتی ہے جو موجب فسق ہیں تو بے شک اس پر فسق کا شرعی حکم لگے گا لیکن شریعت یہ کسی پر لازم نہیں کرے گی کہ یزید کو فاسق مانا جائے اور اس کے لئے فسق کے ثبوت پر عقیدہ رکھا جائے اس لئے کہ یہ ثبوت کسی شرعی نص سے نہیں بلکہ تاریخ سے ہو رہا ہے اور تاریخ خواہ فنی اعتبار سے کسی کے فسق کا کتنا ہی پکا ثبوت پیش کرتی ہو شرعی اعتقاد کی موجب نہیں ہو سکتی۔ آگے فرماتے ہیں۔

الغرض کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہونا صرف کتاب و سنت کی خبر کی بنا پر ہو سکتا ہے اور کسی بنیاد پر کسی معین شخص کی اچھائی برائی بطور عقیدہ واجب التسلیم نہیں۔

پس کسی بھی شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو نصوص کتاب و سنت کی

بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو عقائد کے باب میں داخل نہیں ہو سکتا۔
آگے فرماتے ہیں۔
کہ آخر ان روایتوں میں سے کونسی روایت میں اس امر کی واجب الاعتقاد تعیین ہوتی ہے کہ غلمۃ من قریش میں یزید بھی ضرور داخل ہے حضرت ابوہریرہؓ اگر سنہ ۶۰ھ سے پناہ مانگتے تھے یا کون کہہ سکتا ہے کہ حضور کے الفاظ امارۃ صبیان میں یزید کی امارت بھی ضرور شامل ہے۔
خصوصاً اس وقت جب کہ امارت صبیان کی جو علامت حضورؐ نے بیان فرمائی اسے یزید پر منطبق کرنا نہایت مشکل ہے اس لئے کہ وہ ذاتی طور پر ہزار فسق میں ڈوبا ہوا سہی مگر اس سے کوئی ایسا حکم ثابت نہیں جس پر عمل کر کے امت کا دین برباد ہوتا ہو اور جب ایسا کوئی حکم ثابت نہیں تو اس کا تو سوال ہی نہیں کہ اپنے کسی ایسے حکم کی نافرمانی کئے جانے پر اس نے لوگوں کو مارا کاٹا ہو۔
پس آنحضرت نے صرف اتنا فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد آپ کی امت میں بعض ایسے خلف پیدا ہوں گے۔ یہ ساٹھ سال کب پورے ہوئے اس کا کوئی ذریعہ علم آج کسی کے پاس نہیں اس کا صحیح علم اگر ہو سکتا تھا تو صرف ابوسعید خدریؓ (راوی حدیث) کو یا حضورؐ کا یہ ارشاد سننے والے کسی دوسرے صحابی کو۔ مگر ہمیں صرف ابوسعید خدریؓ ہی کا نام معلوم ہے کہ انہوں نے یہ ارشاد حضورؐ سے سنا۔
اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد اب اسی واقعہ کی طرف توجہ کیجئے کہ ابوسعید

خدریؓ ان صحابہ میں ہیں جنہوں نے حضرت حسینؓ کو یزید کی بیعت پر مستقیم رہنے کی تلقین ابن کثیر ناقل ہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔

کیا اس سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ جو ہمارے علم میں واحد ہستی ہیں جنھیں اس ساٹھ سال کی مدت کا صحیح شمار ہو سکتا تھا۔ اُن کے شمار سے ساٹھ سال کی یہ مدت سن ۶۰ھ میں پوری نہیں ہوئی تھی ورنہ آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ جن روایات کی رو سے یزید قطعی جہنمی ثابت ہو رہا تھا۔ وہ حسین (سید شباب اہل جنت) کو اس جہنمی کے خلاف خروج کے معاملے میں اللہ سے ڈرا رہے ہیں۔

یہ مضمون نگار کے اپنے خیالات ہیں جن کے دلائل سطحی لحاظ سے بڑے پختہ و ناقابل تردید معلوم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض حضرات نے فسق یزید کے منصوص ہونے کی تغلیط شروع کر دی جس سے نہ صرف اس نظریہ کی تردید ہوتی ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی تغلیط لازم آتی ہے۔ العیاذ باللہ جیسا کہ آگے جواب سے واضح ہے

لیکن درحقیقت یہ دلائل اثبات دعوی میں نہایت ہی کمزور اور مضمون نگار کے عدم رسوخ فی العلم کو عیاں کرتے ہیں اگرچہ مضمون نگاری کے اعتبار سے بڑی شہرت کے مالک ہیں۔

فسق یزید کے منصوص ہونے کے بارے میں آنحضرتؐ کی پیشین گوئی مختلف اسلوب سے بیان کی جا چکی ہے۔ اِس کے بارے میں محدثین کرام کا نقطہ نظر پہلے کتاب میں درج کیا جا چکا ہے۔

وہاں دیکھ لیا جائے۔ ایک حوالہ اور ہدیہ ناظرین ہے تاکہ فسق یزید کے منصوص ہونے کے بارے میں محدثین کرام کا نظریہ واضح ہو جائے۔

علامہ عبد الرؤف مناوی محدث زمان کا نظریہ

یزید کے بارے میں علامہ مناوی آنحضرت کی حدیث هلاك امتى على يدى غلمة من قريش کا مصداق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال جمع منهم القرطبي منهم يزيد بن معاوية واضرابه من احداث ملوك بني امية فقد كان منهم ما كان من قتل اهل البيت وخيار المهاجرين والانصار بمكة والمدينة وسبي اهل البيت قال القرطبي وغيره فان ماصدر من بني امية وحجاجهم من قتل الصلحاء و اتلاف الاموال واهلاك الناس بالحجاز والعراق وغيرهما۔

قال وبالجملة فبنو امية قابلوا وصية المصطفى صلى الله عليه وسلم في اهل بيته وامته بالمخالفة والعقوق فسفكوا دماءهم وسبوا النساءهم واسروا اصغارهم وخربوا ديارهم وجحدوا شرفهم وفضلهم واستباحوا نسبهم وسبهم فخالفوا رسول الله صلى الله عليه وسلم في وصيته وقابلوه بنقيض قصده وامنيته فيا خجلهم اذا التقوا بين يديه ويا فضيحتهم يوم يعرضون عليه وهذا الخبر من المعجزات وقال ابن حجر وتبعه القسطلاني وفي كلا

ابن بطال اشارۃ الی ان اول الاغلمۃ یزید کان فی سنۃ ستین قال وھو کذلک فان یزید بن معاویۃ استخلف فیھا و بقی الی سنۃ اربع وستین فمات ثم ولی ولدہ معاویۃ ومات بعد اشھر قال الطیبی راھم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی منامہ ینعبون علی منبرہ - فیض القدیر ص ۳۵۵ ج ۶

اِس سے محدثین کرام کا نقطۂ نظر یزید کے بارے میں کہ وہ اس حدیث کا اوّلین مصداق ہے بالکل واضح ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ محدثین کرام آنحضرت کی اس پیشین گوئی کو معجزات سے شمار کرتے ہیں۔

اِس قدر وضاحت کے بعد فسق یزید کو غیر منصوص کہنا باعثِ استعجاب نہیں تو اور کیا ہے۔ مضمون نگار نے فسق یزید کے مسئلہ کو خالص تاریخی مسئلہ پر محمول کر کے جو غلطی کی ہے اُس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

(۱) کہ اگر تاریخی اعتبار سے ہی یزید کا فسق تسلیم کر لیا جائے اور پھر تاریخ ہی یزید کے بارے میں شرعی حکم طلب کر رہی ہو پھر بتلایا جائے کیا جواب دیا جائے گا یہی کہ وہ فاسق ہے جب اس پر فسق کا شرعی فتویٰ لگے گا تو پھر شرعی لحاظ سے ایسے شخص کے متعلق کیا نظریہ رکھا جائے گا۔ کیا عقل و نقل دونوں کا یہ فیصلہ نہیں کہ ایسے شخص کے اعمال کے مطابق اس

کے فسق کا نظریہ رکھا جائے تاکہ احکام اسلامی کی عظمت برقرار رہے۔

اس صورت میں بھی فسق یزید کے مسئلہ کو خالص تاریخی کہنا صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مضمون نگار اپنے کسی سابقہ مضمون کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں ورنہ حقیقت بالکل واضح ہے۔

(۴) تاریخ فسق کو ثابت نہیں کرتی بلکہ تاریخ ان اعمال و افعال کی مظہر ہے جو موجب فسق ہیں۔ اب جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوگا جو موجب فسق ہیں اس کے متعلق اگر شارع کی جانب سے کوئی پیشین گوئی موجود ہے تو اس پیشین گوئی کے مطابق اس کے فسق کو عقیدتاً تسلیم کرنا پڑے گا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہونا صرف کتاب و سنت ہی پر مبنی ہے لیکن اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر حیثیت سے اس کی تعیین نصوص اسلامیہ سے ہو بلکہ جن افراد کے صالح اور غیر صالح ہونے کی حضورؐ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ حضورؐ کی پیشین گوئی کا مصداق ہونے کے واسطے ان علامات کا پایا جانا ہی کافی ہے جو حضورؐ نے پیشین گوئی میں بیان فرمائی ہیں۔ مثال کے طور پر آنحضرت کے فرمان ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انّہ

نبی اللہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ تیس دجال آئیں گے۔ اُن دجاجلہ کی نشانی حضورؐ نے یہ بیان فرمائی کہ ہر ایک اُن میں سے اپنے آپ کو نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اب جو شخص بھی اِس دعویٰ کے ساتھ سامنے آئے گا وہ حضورؐ کی اِس پیشین گوئی کا مصداق سمجھا جائے گا۔

لیکن نص میں ان مدعیان نبوت کی کوئی تعیین نہیں کہ وہ کون کون ہیں اور اُن کے کیا نام ہیں۔ بلکہ تاریخی لحاظ سے جس کا بھی دعویٰ نبوت ثابت ہوا اُس کے ارتداد کو بطور عقیدہ واجب التسلیم سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اِس دعویٰ کے ساتھ سامنے آنا ہی سب سے بڑی علامت اس کی تعیین کی ہے۔ لیکن افسوس کہ مضمون نگار نے کس قدر غلطی کی ہے کہ مرتدین کا راستہ بھی ہموار کر دیا کہ جب کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہونا صرف کتاب وسنت کی خبر کی بنا پر ہو سکتا ہے اور کسی بنیاد پر کسی معین شخص کی اچھائی برائی بطور عقیدہ واجب التسلیم نہیں تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا کوئی متبع اگر مضمون نگار سے یہ سوال کرے کہ پھر ہمارے نبی کے ساتھ اس کے برعکس اُس کی برائی بطور عقیدہ واجب التسلیم کیسے؟ جب کہ اس کی تعیین بھی تاریخ سے ہو رہی ہے نہ کہ نص سے۔ تو کیا اس کو یہی جواب دیں گے کہ واقعی اس کی برائی بھی بطور عقیدہ واجب التسلیم نہیں ہرگز نہیں۔

تو اِس سے یہ صاف واضح ہو گیا کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ کتاب وسنت کی خبر پر مبنی ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں جو

فاضل مضمون نگار بیان فرما رہے ہیں - ورنہ پھر ان مدعیان نبوت کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے گا -

پس فسق یزید کے منصوص ہونے کا مسئلہ بھی ایسا ہی سمجھے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہوتے کا مسئلہ ہے - جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعیین بجائے نص کے تاریخ سے ہو رہی ہے - ایسا ہی یزید کے تعیین بھی تاریخ ہی سے کافی سمجھی جائے گی جب نفس ایمان کے مخالف کی تعیین کے لئے تاریخ کافی تصوّر کی جا سکتی ہے تو پھر عملی زندگی کے کمزور شخص کی تعیین کے لئے تو بطریق اولیٰ تاریخ کافی تصوّر کی جائے گی - پس یہ کہنا کہ کسی بھی معین شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو نصوص کتاب وسنت کی بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو عقائد کے باب میں داخل نہیں ہو سکتا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا - اور یہ کہنا کہ یزید سے کوئی ایسا حکم ثابت نہیں کہ جس پر عمل کر کے اُمّت کا دین برباد ہوتا ہو - کس قدر غلط اور خلافِ حقیقت ہے - کیا استحلال مکہ مکرمہ اور اباحت مدینہ طیبہ اور مدینۃ الرسول کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دین کی اشاعت کا سبب تھا اور اسلام کے مقدّس ترین مقامات کی بے حرمتی اُمّت کے دین کی اگر بربادی نہیں تو اور بربادی کس چیز کا نام ہے -

کیا خاندان نبوت کی بے حرمتی اُس کے اقتدار کی منحوس یادگار نہیں - اس کی ذمہ داری اگر یزید پر نہیں اور کس پر اس کی ذمہ داری ڈالی جائے گی - فوجی آفیسر بھی آخر اُسی کے ماتحت تھے - کیا اس قدر عظیم ترین شخصیت

پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر کا ذاتی فعل قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تو فرماتے ہیں کہ یزید پلید کو اہلِ بیت سے عداوت تھی۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

پس معلوم ہوا کہ آزردگی معصوم کے ساتھ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو تعصب اور عداوت کی بنا پر ہو۔ جس طرح یزید پلید کو عداوت اہل بیت اطہار کے ساتھ تھی (تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۱۴) تو پھر کیا جن سے محبت و مودت جزو ایمان ہے۔ اُن کی بے حرمتی ہی نہیں بلکہ خاک و خون میں لپٹانا اُمّت کے دین کا برباد کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے اقتدار میں جس کو اُن سے عداوت ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے خلف ہوں گے نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفس کی پیروی کریں گے تو وہ قریب غیّ (وادیٔ جہنم) میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اس پر فاضل مضمون نگار فرماتے ہیں۔ یہ ساٹھ سال کب پورے ہوئے اس کا کوئی ذریعہ علم آج کسی کے پاس نہیں۔ کس قدر غلط اور بے بنیاد بات تحریر کی ہے۔ حضرت مولانا نے غور نہیں فرمایا کہ اگر پیشین گوئی کے وقوع فی الخارج کے بعد بھی کسی کو آج تک ساٹھ سال کے پورے ہونے کا علم نہیں ہوا تو پھر پیشین گوئی کا اعجاز ہرگز برقرار نہیں رہ سکتا۔

دوسرے لفظوں میں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ پیشین گوئی ہی صحیح نہیں۔

اس لئے کہ جب آج تک کسی کو ساٹھ سال (جو کہ حدیث میں موجود ہیں) کے پورا ہونے کا ہی علم نہیں کہ کب پورے ہوئے۔ یہ اسی صورت میں قابل تسلیم ہے جب یہ مانا جائے کہ پیشین گوئی کا وقوع نہیں ہوا، ورنہ پیشین گوئی کے ظہور کے بعد ساٹھ سال کے پورے ہونے کا علم نہ ہونا، کیونکر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔ لہذا آج تک پیشین گوئی کا وقوع نہ ہونا اس کا بیّن ثبوت ہے کہ پیشین گوئی صحیح نہیں العیاذ باللہ۔

لہذا یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ ساٹھ سال کے پورے ہونے کا کوئی ذریعہ علم آج کسی کے پاس نہیں۔ دوسرے اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی مدّت کی پیشین گوئی کی نسبت لازم آتی ہے جس کے علم کا ذریعہ ہی اُمّت کے پاس کوئی نہ ہو جو شانِ نبوت کے خلاف ہے۔

رہا حضرت ابوسعید خدری رضؓ کا طرزِ عمل کہ جب خود ہی اس روایت کے راوی ہیں کہ جس کی رو سے یزید جہنمی ثابت ہو رہا ہے وہ حضرت حسین رضؓ سید شباب اہل الجنۃ کو اس جہنمی کے خلاف خروج کے معاملہ میں اللہ سے ڈرا رہے ہیں آخر یہ کیا ماجرا ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ یزید کے زمانہ اقتدار کے شروع میں جب کہ اس کے تمام افعال شنیعہ منظرِ عام پر نہیں آئے تھے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا تھا کہ ان احادیث کا مصداق یہی صاحب اقتدار ہے کیونکہ ان علامات کے ظہور سے پہلے جن کا ذکر احادیث میں ہے حتمی فیصلہ کرنا کہ یزید ہی ان احادیث کا مصداق ہے کسی طرح بھی درست نہیں تھا۔ اس لئے کہ صحابہ عالم الغیب

تو نہیں تھے اور حدیث میں اس کے نام وغیرہ کا ذکر نہیں، لہذا بعد از ظہور افعال شنیعہ ہی اس کے مصداق ہونے کو پہچانا جا سکتا تھا۔ اِس چیز کے پیش نظر حضرت ابوسعید خدری رضؓ کے طرزِ عمل سے استدلال کیسے صحیح اور یزید ان احادیث کا مصداق ہونے سے کیسے خارج۔ پس حضرت ابوسعید خدری رضؓ کی روایت بھی صحیح اور یزید کا اِس روایت کا مصداق ہونا بھی درست اور حضرت ابوسعید خدری رضؓ کا حضرت امام حسین رضؓ کو یزید کے خلاف خروج سے روکنا بھی مصداق حدیث ہونے پر اثر انداز نہیں لیکن تمام افعال ناشائستہ منظر عام پر آنے کے بعد مثلاً اہانت اہل بیت و استحلال مکہ و اباحت مدینہ صحابہ و تابعین کا قتل عام ہو چکنے کے بعد یزید کی برأت کے لئے حضرت ابوسعید خدری رضؓ کے اِس وقت کے طرزِ عمل سے استدلال پکڑنا جب کہ یہ تمام چیزیں پردۂ غیب میں مستور تھیں مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے راقم الحروف کو یہ معلوم کر کے بڑا صدمہ پہنچا کہ فاضل مضمون نگار بہت بڑی شخصیت کے خلف الرشید ہیں کہ اگر ایسے حضرات کی دینی بصیرت کا یہ حال ہے تو دوسروں پر کیا شکوہ؟ آگے فرماتے ہیں۔

قرائن کی بنیاد پر کتنا ہی غالب گمان قائم ہوتا ہو کہ یزید اس فہرست میں داخل ہے مگر یہ احتمال اپنی جگہ رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے، داخل نہ ہو۔ اِس لئے کہ احادیث کے الفاظ کسی معین شخص کی تعیین کے لئے مساعدت نہیں کرتے اور جب یہ صورت ہے تو ہم میں سے کسی بڑے سے بڑے کے لئے بھی اس جرأت کی گنجائش نہیں ہے کہ ان احادیث

کی بنیاد پر کسی شخص معین کے فسق کو ایک عقیدہ کی طرح واجب التسلیم قرار دیا جائے۔ اس کا مآل حضرت رسالت کی طرف اپنے ظن و تخمین کی بنیاد پر ایک بات کی حتمی نسبت ہے اور اس کی جرأت کو روا رکھنے کا آج تک اسلام میں تصوّر نہیں کیا گیا۔

کیا اچھا ہوتا اگر فاضل مضمون نگار اس موضوع پر قلم نہ اٹھاتے اس لئے کہ اس سے محض یزید ہی کی برأت ثابت نہیں ہوتی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کے ارتداد اور آنحضرتؐ کے ارشاد ثلثون دجالون کلھم یزعم انہ نبی اللہ میں داخل ہونے پر امّت مسلمہ۔۔۔ اجماع کر چکی ہے۔ کی بھی برأت تسلیم کرنی پڑے گی کیونکہ یہاں بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرائن کی بنیاد پر کتنا ہی غالب گمان ہوتا ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی ان تیس دجاجلہ میں داخل ہے مگر یہ احتمال اپنی جگہ رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے داخل نہ ہو اس لئے کہ احادیث کے الفاظ کسی شخص کی تعیین کے لئے مساعدت نہیں کرتے العیاذ باللہ۔

ع چون کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

جب ان احادیث کی بنا پر کسی شخص معین کے فسق کو ایک عقیدہ کی طرح واجب التسلیم قرار دینا صحیح نہیں تو پھر کسی شخص معین کے ارتداد کو جو فسق سے نہایت ہی قبیح ہے۔ ایک عقیدہ کی طرح واجب التسلیم قرار دینا کس طرح صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔ واقعی اگر اس قسم کے لایعنی دلائل سے کوئی دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے تو پھر ہر شخص اپنے دعویٰ میں دلائل کے

اعتبار سے سچا ہے۔

اِس نظریہ سے کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو نصوص کتاب وسنت کی بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو۔ عقائد کے باب میں داخل نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پیشین گوئیوں کا غلط ہونا لازم آتا ہے اِس لئے کہ ہر پیشین گوئی کے مصداق کا وقوع فی الخارج کے اعتبار سے پایا جانا تمام اہلِ اسلام کے نزدیک ضروری ولازمی ہے۔ بلکہ یہ ہمارے ایمان کا لازمی جزء ہے کہ جو آقا نے فرمایا وہ ہر صورت ہو کر رہے گا۔ پیشین گوئی کے مصداق کی تعین جب تاریخی روایات سے نہیں کی جاسکتی جو کہ واحد ذریعہ ہیں۔ اس کی تعیین کا تو پیشین گوئی پھر کیسے اور کیونکر صحیح قرار دیجا سکتی ہے کیونکہ مثال کے طور پر جس شبہ کی بنا پر یہاں یزید کو حدیث کا مصداق قرار دینے سے خارج قرار دیا ہے وہ شبہ ہر اس شخص پر صادق آئے گا جس کو بھی مصداقِ حدیث قرار دیا جائے گا تو اس صورت میں جس چیز کا مصداقِ حدیث ہونے کی حیثیت سے خارج میں پایا جانا لازمی و ضروری تھا۔ فاضل مضمون نگار کے نظریہ کے مطابق اس کا خارج میں پایا جانا تو درکنار اس کے وقوع فی الخارج کا تصوّر بھی اسلامی نظریہ کے خلاف ہے۔

اِس لئے کہ جس کو بھی تاریخ پیشین گوئی کا مصداق ہونے کے لئے پیش کرے گی۔ اس کے عدم مصداق ہونے پر مذکورہ شبہ اور یہ کہ اِس صورت میں اس کا مآل حضرت رسالت کی طرف اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر ایک بات

کی ضمنی نسبت ہے اور اس کی جرأت کو روا رکھنے کا آج تک اسلام میں تصوّر نہیں کیا گیا کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مہر تصدیق ثبت کردی جائے گی کہ واقعی یہ اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر حضرت رسالت کی طرف ایک بات کی ضمنی نسبت ہے۔

تو اس صورت میں محض یہی نہیں کہ پیشین گوئی کی تغلیط ہے بلکہ اسلامی نظریات کی ایک گونہ تضحیک ہے۔ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے مامون و محفوظ رکھے۔

فسق یزید کے منصوص ہونے کا کوئی جدید نظریہ نہیں بلکہ ائمۂ محدثین کا یہی نظریہ ہے۔ یہ کہنا کہ علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ علماء دیوبند ائمۂ محدثین سے اس مسئلہ میں متفق و متحد ہیں اگر اسلاف دیوبند کا اس مسئلہ میں کوئی الگ مسلک ہوتا تو ضرور اس کا کہیں ذکر ہوتا اور محدثین کے نظریہ کی تردید ہوتی۔ بلکہ علماء دیوبند کا فسق یزید کی منصوصیت کے بارے میں وہی مسلک ہے جو ائمۂ محدثین کا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اس مسئلہ میں نقطۂ نظر ملاحظہ کیجئے حضرت شاہ صاحب حضرت حذیفہؓ کی روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دعاۃ الضلال یزید بالشام و مختار بالعراق حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۵۰۸

ترجمہ :۔ اور گمراہی کی جانب بلانے والا یزید تھا۔ ملک شام میں اور

مختار وغیرہ عراق میں۔

یہ آنحضرت کے فرمان ثم ینشاء دعاۃ الضلال کا مصداق یزید وغیرہ کو قرار دے رہے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ اِس خاندان اور علماء دیوبند کے مسلک کو الگ سمجھنا عدم واقفیت کی دلیل ہے ورنہ حقیقت نصف النہار کے مانند ظاہر ہے کہ علماء دیوبند درحقیقت خاندان ولی اللّٰہی کے مظہر ہیں جس قدر کمالات علمیۃ کی بارش علماء دیوبند پر ہوئی، یہ اُسی خاندان کے فیوضات مقدسہ کی برکت کا نتیجہ ہے کہ آج تمام دنیا اس سرزمین سے نکلی ہوئی نورانی شعاعوں سے مستنیر ہو رہی ہے۔

اس کے باوجود یہ دعویٰ کرنا کہ علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں قابل تعجب نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا علماء دیوبند اس مسئلہ میں اپنے اساتذہ کے خلاف نظریہ رکھتے تھے۔

رہا علماء کا یہ فرمان کہ جواز لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اپنی جگہ صحیح و ناقابلِ تردید ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے فرمایا ہے اِس لئے نفس فسق تو حدیث سے ثابت ہے لیکن اعمالِ فِسق کا اقبح و غیر اقبح ہونا اور اعمال غیر شریعت کا مستحل و غیر مستحل سمجھ کر ارتکاب کرنے کا مدار تو تاریخ پر ہے۔ یعنی اعمال فاسقانہ کا ارتکاب محض فسق کا فتویٰ دیتا ہے یہ منصوص ہے لیکن آگے ان اعمال فاسقانہ کا اقبح و غیر اقبح یا ان کا ارتکاب مستحل و غیر مستحل سمجھ کر کرنا اس کا ثبوت تاریخ ہی سے ملے گا۔

جواز لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہونے سے فسق یزید کے مسئلہ کو خالص تاریخی مسئلہ پر محمول کرنا مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔ اس لئے کہ فسق کے آخری حدود کے غیر منصوص ہونے سے نفس فسق کے غیر منصوص ہونے پر استدلال کرنا اہل علم کی شایان شان کے خلاف ہے کیونکہ ابتدا اور انتہا کو ایک ہی درجہ میں رکھنا ایام طفولیت کی یاد کو تازہ کرنا ہے۔

یزید کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصریح کے بعد کہ آپ صاف اس کو آنحضرت کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں یہ کہنا کہ یہ علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

ستین سنت کی بحث

رہی یہ بحث کہ روایات میں جو ساٹھ سالہ مدت کا ذکر ہے۔ اس کا آغاز حضورؐ کی وفات سے سمجھا جائے یا ہجرت سے اس کے متعلق عرض ہے کہ اس قدر طویل مدت گزرنے کے بعد جب کہ پیشین گوئی بھی نصف النہار کی طرح ظاہر ہو چکی ہو اور شارحین حدیث نے بھی اس کے ایک ایک مصداق کی تعیین کر دی ہو یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد اب اس میں ایسے شبہات پیدا کرنا جس سے مصداقِ حدیث مشکوک ہوتا ہو پیشین گوئی کے اعجاز کا انکار نہیں تو اور کیا ہے۔

باقی رہی اصل حقیقت، اس کے متعلق عرض ہے کہ پیشین گوئی کا اعجاز علی وجہ الکمال۔ اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے جب پیشین گوئی میں

ایسی چیزیں ذکر کی جائیں جو فیما بین الناس معروف و مشہور ہوں کیونکہ غیر
معروف اشیاء کا ذکر پیشین گوئی کے اعجاز کے خلاف ہے لیکن ان اشیاء
کا معروف و مشہور ہونا ظہور پیشین گوئی کے زمانہ میں ضروری ہے پیشین
گوئی کے وقت ضروری نہیں۔

اب لیجئے اصل بحث کو کہ سنہ ۶۰ھ سے مراد کون سا سن مراد ہوگا۔
مذکورہ بحث کے پیش نظر وہی سن مراد ہوگا جو اہل اسلام میں معروف و مشہور
ہے تو متعارف فیما بین الناس وہ سن ہجری ہے نہ کہ سن وفات۔ اس لئے
کہ اہل اسلام کے سن کی ابتداء ہی آنحضرتؐ کی ہجرت سے ہوتی ہے۔ باقی اگر
کسی روایت میں سبعین کا لفظ آیا ہو یعنی ۷۰ھ کا ذکر ہو تو اس صورت میں
دس سال قبل از ہجرت بھی شامل کرنے پڑیں گے تاکہ روایات میں تعارض
نہ رہے۔

لیکن اگر ساٹھ سالہ مدت کا آغاز حضورؐ کی وفات سے ہی سمجھا جائے
اور اس صورت میں یہ مدت ۶۰ھ پر نہیں بلکہ ۷۰ھ پر تمام ہونے کا دعویٰ
کرکے یزید کو ان اخلاف کی فہرست سے نکالا جائے، جیسا کہ فاضل مضمون
نگار نے ایسا کیا ہے تو علاوہ دوسری خرابیوں کے کسی بھی شخص کو پیشین گوئی
کا مصداق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اِس لئے کہ جس کے بھی مصداق ہونے کا
دعویٰ کیا جائے گا اُن کے اپنے اصول کے مطابق بہر صورت اس کا مآل حضرت
رسالت کی طرف اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر ایک بات حتمی کی نسبت لازم
آئے گی جس کی جرأت کو روا رکھنے کا آج تک اسلام میں تصور نہیں کیا گیا۔

تو اِس صورت حضورؐ کی پیشین گوئی کا انکار لازم آئے گا جس کا تصوّر بھی ہر مسلمان حرام سمجھتا ہے۔

کتاب خلافت معاویہ ویزید کا پس منظر

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے جو ریسرچ پیش فرمائی ہے، اس میں ایک بھی دلیل ایسی نہیں جو یزید کی پارسائی اور اس کی خلافت شرعیہ کے اثبات میں کافی ہو جیسا کہ راقم الحروف نے اجمالاً اس کا تعارف کرایا ہے۔ پھر لطف یہ کہ جن کتابوں سے عباسی صاحب نے حوالہ جات پیش فرما کر اپنا نقطہ نظر ثابت کرنے کی نامحمود سعی فرمائی ہے اُن کے تمام مسلم مصنفین یزید کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عباسی صاحب کی کتاب خلافت معاویہ ویزید کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر صاحب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اُس کو اصل حقیقت سے ادنیٰ مناسبت بھی نہیں بلکہ حقیقت سے اُس کو اُسی قدر بُعد ہے جس قدر اُس کے بے لاگ ریسرچ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

اِس کتاب میں عباسی صاحب نے جو روش اختیار کی ہے اس سے اِس کتابچہ کے منظر عام پر لانے کا پس منظر عیاں ہو جاتا ہے کہ اس سے عباسی صاحب حقائق اصلیہ کو ثابت نہیں کرنا چاہتے بلکہ اپنی اغراض پنہانی کے پیشِ نظر اُمتِ مسلمہ کی خاندان نبوت سے والہانہ عشق و محبت کو رقابت خاندانی کی وجہ سے ختم کرنے کے ارادے سے رقابت خاندانی کے مظہر کو بے لاگ ریسرچ کے نام پر منظر عام پر لائے ہیں۔

رقابت خاندانی کی وجہ سے بعض انسان ایسے کام کر گزرتے ہیں کہ دیانت مسلم تو کجا شرافت انسانی بھی کانپ اٹھتی ہے لیکن وہاں دیانت و شرافت کا گزر تو درکنار اس کا تصور بھی تو ناممکنات سے شمار ہوتا ہے۔ اس کوچہ میں صرف عباسی صاحب ہی منفرد نہیں بلکہ یہ چیز اُن کو وراثت میں ملی ہے جیسا کہ تاریخ دان حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں کہ عباسی خاندان کس قدر فاطمی خاندان کے ساتھ جور و ظلم کرتا رہا اور اپنے استحقاق اور برتری کو فاطمی خاندان پر ظاہر کرتا رہا۔

خلیفہ منصور عباسی کی ظالمانہ روش جو اُس نے فاطمی خاندان کے ساتھ روا رکھی تاریخ کا ہر طالبعلم اس سے بخوبی واقف ہے۔ کونسا وہ ظلم تھا جو اس ظالم نے خاندان نبوت کے ساتھ روا نہیں رکھا اور کونسی وہ برتری و فضیلت خاندانی تھی جو اپنے لئے اُس نے مخصوص نہیں کی بلکہ اُس نے محمد مہدی کو جو مکتوب لکھا۔ اُس میں کس طرح اپنا استحقاق اور تفوق خاندان نبوت پر ظاہر کیا جو ایک مسلمان کے اسلامی تقاضے کے خلاف اور ملتِ اسلامیہ کی بے حرمتی کے مترادف ہے۔ مکتوب بہت طویل ہے یہاں صرف اُس کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں کہ عہد نبوت کے قریب ترین زمانہ میں ان کے اسلاف پر کس قدر رقابت خاندانی کا بھوت دل و دماغ پر سوار تھا۔

۱۰ خلیفہ منصورِ عباسی کا مکتوب محمد مہدی کے نام

میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تمہارے فخر کا دار و مدار عورتوں کی

قرابت پر ہے جس سے جاہل بازاری لوگ دہوکہ کھا سکتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں، باپوں اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا
اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کے قائم مقام بنایا ہے اور اپنی کتاب
میں اس کو قریب ترین ماں پر مقدم کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ عورتوں
کی قرابت کا پاس و لحاظ کرتا تو آمنہ (مادر رسول اللہ صلعم) جنت
میں داخل ہونے والوں کی سردار ہوتیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی مرضی
کے موافق جس کو چاہا برگزیدہ کیا۔
اس سے آگے فرماتے ہیں۔

تمہارے باپ نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی۔ فاطمہ کو دن
میں نکالا، اُن کی بیماری کو چھپایا اور رات کے وقت اُن کو دفن کیا
مگر لوگوں نے سوائے شیخین کے کسی کو منظور نہ کیا۔ تمام مسلمان اس
پر متفق ہیں کہ نانا ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے پھر تم نے علی
اور ان کے سابق بالاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے تو اس کا جواب
یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے وفات کے وقت دوسرے کو نماز پڑھانے
کا حکم دیا تھا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بنانے گئے
اور ان کو منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی ان چھ شخصوں میں سے تھے۔
لیکن سبھوں نے ان کو اس امر کے قابل نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس
معاملہ میں اُن کو حقدار نہ سمجھا۔ عبد الرحمنؓ نے تو ان پر عثمانؓ کو مقدم
کر دیا اور وہ اس معاملہ میں متہم بھی ہیں۔ طلحہؓ و زبیرؓ اُن سے

لڑے۔ سعدؓ نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ بعد ازاں معاویہؓ کی
بیعت کی، بعد اس کے تمہارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی اور
لڑے۔ ان سے اُن کے ساتھی جدا ہو گئے اور حکم مقرر کرنے سے
پہلے اُن کے ہوا خواہ ان کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہو گئے
پھر انہوں نے رضامندی سے دو شخصوں کو حاکم مقرر کیا۔ ان دونوں
نے ان کی معزولی پر اتفاق کر لیا پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے
خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور درہموں کے عوض فروخت کر
ڈالا اور اپنے ہوا خواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا اور حکومت نااہل
کو سونپ دی۔

پس اگر اس میں تمہارا کوئی حق بھی تھا تو تم اس کو فروخت کر چکے
اور قیمت وصول کر لی۔ پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ (ابن
زیاد) پر خروج کیا۔ لوگوں نے تمہارے چچا کے خلاف اس کا ساتھ
دیا یہاں تک کہ لوگوں نے تمہارے چچا کو قتل کیا اور اُن کا سر کاٹ
کر اس کے پاس لے آئے

اس سے آگے فرماتے ہیں۔

غرض دنیا و آخرت اور جاہلیت اور اسلام کا کوئی شرف باقی نہ
رہا جس کے وارث و مورث عباسؓ نہ ہوئے۔ جب اسلام شائع
ہوا ہے تو عباسؓ اس وقت ابوطالب اور ان کی اولاد کے کفیل
تھے اور قحط کی حالت میں اُن کی دستگیری کرتے تھے اگر بدر میں

عباسؓ کو باکراہ نہ نکالا جاتا تو ابی طالب وعقیل بھوکے مرجاتے اور عتبہ وشیبہ کے برتن چاٹتے رہتے لیکن عباسؓ ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ انہوں نے ہی تمہاری آبرو رکھی، غلامی سے بچایا، کھانے کپڑے کی کفالت کرتے رہے پھر جنگِ بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر چھڑایا۔ پس تم ہمارے سامنے کیا تفاخر جتاتے ہو۔ ہم نے تمہارے عیال کی کفر میں بھی خبر گیری کی، تمہارا فدیہ دیا، تمہارے بزرگوں کی ناموس کو بچایا اور ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ الخ

تاریخ اسلام حصہ دوم ص۳۱۳ تا ص۳۱۷۔ مصنفہ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی۔

اِس مکتوب کو بار بار پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ خاندانی رقابت کی وجہ سے کس طرح حضرت علی المرتضیٰؓ کی عظیم شخصیت کو مجروح کرنے کی ناجائز کوشش کی گئی ہے اور کس طرح اپنا استحقاق وتفوق خاندانی جتلا کر خلافت اسلامیہ کو خاندانی وراثت پر عمل کر کے اس کو اپنا ورثہ سمجھ کر خاتم الانبیاء کے وارث ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

حالانکہ سیادت خاندانی کو فاطمی خاندان کے مقابلہ میں پیش کرنا ارشادات نبوت سے ناواقفی کی علامت ہے۔ رہا خلافت اسلامی کا مسئلہ، یہ کسی خاندان کی وراثت نہیں ہو سکتی۔ اور خلیفہ منصور عباسی نے علوی خاندان کے افراد کو جس بے دردی سے قتل کرا کے اپنی شقاوت قلبی کا ثبوت دیا ہے وہ رہتی دنیا تک خاندان عباسیہ کی پیشانی پر بدنما داغ رہے گا۔

جو کسی چیز سے دُور نہیں کیا جا سکے گا۔

اگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کو قید میں ڈال کر زہر دی گئی اور کوڑے لگوائے گئے وہ محض اسی وجہ سے کہ انہوں نے خلیفہ منصور عباسی کے رقیب ابراہیم بن عبداللہ نفس زکیہ کے بھائی کی حمائت کا فتویٰ کیوں دیا۔

اور حضرت امام مالکؒ کو جو کوڑوں سے پٹوایا گیا وہ بھی صرف اسی بنا پر کہ جب مدینہ منورہ میں منصور کے خلاف خروج کا مسئلہ چھڑا تو لوگوں نے اپنے اپنے اس معاہدے کا ذکر کیا جو خلیفہ عباسی نے لوگوں سے بیعت لیتے وقت یہ معاہدہ کروایا تھا کہ بیعت فسخ کرنے کی صورت میں اُس کی بیوی کو طلاق پڑھ جائے گی۔ اس پر امام مالکؒ نے فتویٰ دیا کہ یہ جبری طلاق ہے جو نہیں پڑتی۔ اُن کی طرف یہ مسئلہ منسوب ہے کہ طلاق المکرہ لیس شئی اس کی بنیاد یہی ہے۔

مطلب یہ کہ خاندان نبوت کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ بھی صرف رقابت خاندانی کے اثرات کا نتیجہ اور ائمہ دین کو جو ظلم کا تختہ مشق بنایا وہ بھی صرف اسی وجہ سے کہ وہ ان کے رقیبوں کی حمائت کیوں کرتے ہیں۔ ابوجعفر منصور عباسی کے تفاخر نسبی کے دلائل کو سامنے لائیے کہ جب اس خاندان کے سامنے مذکورہ خاندانی سیادت کی حسین ترین تصویر آتی ہے، تو کیا پھر یہ حضرات کسی کو اپنے سے اُونچا دیکھنا برداشت کر سکتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے عباسی صاحب کو ہر بد دیانتی کے روا رکھنے کی اجازت دی کہ جس طرح بھی ہو دن کو رات کہنا پڑے نور کو ظلمت، نا جائز کو جائز

حرام کو حلال، گندگی کو بندگی، بدی کو نیکی سب جائز و مباح ہے لیکن یہ کیسے برداشت کے قابل ہے کہ خاندانی سیادت کے تمام اوصاف ہم میں پائے جائیں لیکن اُمت مسلمۃ تعظیم و تکریم کی پیشانیاں ہمارے رقیب فاطمی خاندان کے سامنے جھکائے۔

اس تعظیم و تکریم کے ختم کرنے کی ایک ہی صورت ہوسکتی ہے کہ ان کے محاسن کو معائب کے رنگ میں اور جہاد کو بغاوت کی صورت میں اور اہلیت کو نااہلی کے لباس میں گویا کہ ان کے ہر کمال کو ایسے رنگ میں پیش کیا جائے کہ لوگوں کی تمام عقیدتیں خود بخود پاش پاش ہو جائیں۔

اس کی صورت عباسی صاحب کو یہی نظر آئی کہ بنی امیۃ کے مقابلہ میں اُن کو ایسے رنگ میں پیش کیا جائے جس سے مذکورہ بالا مقصد حاصل ہو سکے سے ان کی سیادتِ خاندانی خود بخود ختم ہو جائے۔

خلافتِ مرتضوی کیخلاف عباسی پروپیگنڈہ کے پسِ منظر کی اموی خلافت

ابتدا ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی کی خلافت سے کرتے ہوئے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی کی خلافت کا علی وجہ الکمال نہ انعقاد ہوا اور نہ ہی وہ اس منصبِ جلیل کی اہلیت رکھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی دورِ خلافت سے قبل مسلمان کفار کے مقابلہ میں صف آرا تھے اور فتوحات پر فتوحات حاصل کئے چلے جا رہے تھے حکومت کی باگ ڈور جونہی حضرت علی المرتضیٰ رضی کے ہاتھ میں آئی انہوں نے کفار کے محاذ

سے مسلمانوں کے رُخ کو پھیر کر خود مسلمانوں کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا اور مسلمانوں کی تلواریں اہل اسلام کے خلاف چلتی رہیں اور فتوحات اسلامی کا سلسلہ الیسا رکا کہ چار سال نو ماہ کی اپنی مدتِ حکومت میں ایک اِنچ کا اضافہ بھی مسلمانوں کی فتوحات میں نہ کر سکے[1]۔ بلکہ وہ تو سبائی گروہ کے آلہ کار تھے۔ سبائی جو چاہتے اُن سے کروا لیتے۔ اُن کی خلافت کا انعقاد ہی سبائی گروہ کے اثر سے ہوا۔ اسی وجہ سے اکابرین صحابہؓ نے بیعت کرنے سے گریز کیا۔

گویا کہ جس قدر مسلمانوں کا نقصان اُن کی دورِ خلافت میں ہوا۔ یہ اُن کی نااہلی کا بین ثبوت ہے۔ بخلاف خلافت بنو اُمیہ کے۔ ان کے زمانہ حکومت میں ہر طرح امن اور خوشحالی کا دور دورہ رہا۔

اگر تحقیقاً اموی خلافت کا پس منظر بیان کرنا ہی تھا تو شہادت مرتضوی سے شروع کرنا کافی تھا لیکن بسم اللہ ہی کتاب کی حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلافت قبول کر لینے کے اقدام کو غیر عاقلانہ ظاہر کرنے سے کرنا اس چیز کی غمازی کر رہا ہے کہ عباسی صاحب کی قلم محض رقیبانہ جذبہ انتقام کے تحت حرکت کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حوالہ جات پیش کرنے میں عباسی صاحب بد دیانتی میں

---

[1] مگر بلاذری نے لکھا ہے کہ ۳۹ھ یعنی جس کے ایک سال بعد حضرت علی المرتضیٰؓ شہید ہوئے حارث بن حرۃ العبدی نے حضرت علیؓ کی اجازت سے سندھ کے بعض علاقوں پر چڑھائی کر کے فتوحات حاصل کئے تھے۔ فتوح البلدان ص ۴۲۸

سب سے بازی لے گئے۔ مثال کے طور پر ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کا انعقاد ثابت کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے مخالفین حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا عذر بیان کیا ہے کہ ان حضرات کی مخالفت خطائے اجتہادی کے قبیل سے تھی اور جن دلائل کی بنا پر ان حضرات نے مخالفت کا رویہ اختیار کیا تھا وہ فلاں فلاں تھے لیکن عباسی صاحب جذبۂ انتقام میں اس قدر محوِ خواب ہیں کہ ان دلائل کو حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب کی منشاء اور اُن کے موقف کے بالکل برعکس خود شاہ صاحب کو ہی کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلاف استعمال کیا ہے جیسا کہ ابتداء کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔

ناظرین کرام خود فیصلہ کریں کہ اگر یہ بد دیانتی رقابت خاندانی کی بنا پر نہیں تو کیا سخاوت خاندانی کا نتیجہ ہے کہ یہ خاندان بد دیانتی میں بہت سخی ہے۔ عباسی صاحب کے پروپیگنڈہ کا روائتی جواب ابتداء کتاب میں دیا جا چکا ہے اب درائتی جواب ملاحظہ کیجئے۔

عباسی پروپیگنڈے کا جواب میزان درائیت پر

حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے واقعات کو منظرِ عام پر لاکر رقابتِ خاندانی کے فرائض کی ادائیگی کے پیش نظر ان کی عظمت فی الاسلام و سیادت خاندانی کے ختم کرنے کا رجحان پیدا کرنا عباسی صاحب کے بس کی بات نہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ جن احسان فراموشیوں کا

ارتکاب کیا جا رہا ہے اور ان الفاظ میں اللہ تعالے کے اس برگزیدہ بندے کو یاد کیا جا رہا ہے الی اللہ المشتکی کے سوا اس کے جواب میں اور کیا کہا جا سکتا ہے اور باوجود دیکھنے کے جو نہیں دیکھنا چاہتے اُن کو کیسے دکھایا جا سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی پچھلی زندگی کو تنقیصاً پیش کرنے والے ان کی زندگی کے ابتدائی خدمات ملیہ و عظیم ترین کارہائے نمایاں سے اپنے آپ کو کیوں اندھا بنا لیتے ہیں۔ وہ اسلامی اطلس میں ایران، مصر، شام و عراق کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قادسیہ میں جو کامیابی مسلمانوں کو نصیب ہوئی کیا بدر کی فیصلہ کن کامیابی کے بغیر نصیب ہو سکتی۔ وہ خوش ہوتے ہیں کہ یرموک ندی کے ساحل پر معجزانہ شکست اُن کے دشمنوں کو اٹھانی پڑی لیکن یرموک کی فتح پر خوشی کے شادیانے بجانے والوں سے کون پوچھے کہ اے محسن کشو یرموک تک تم پہنچ بھی سکتے تھے اگر کھولنے والا تم پر خیبر کے پہاڑی قلعوں کو کے دروازوں کو نہ کھول دیتا۔ حضرت ابوہریرہؓ صحیح فرماتے تھے جب کسی ملک کی فتح کی خبر مدینے پہنچتی کہ خبر گو آج آئی ہے لیکن فتح کا یہ واقعہ تو اسی دن پیش آ چکا تھا جب مدینہ منورہ کے اطراف میں اللہ کا رسولؐ اور فدایان رسول خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ تم نے تو دجلہ کے کنارے دیکھا کہ سعد بن وقاص اپنی فوج کو تیراتے ہوئے مدائن کی طرف لے جا رہے ہیں لیکن دیکھنے والوں نے اسی واقعہ کو اُسی وقت دیکھ لیا تھا جب مدینہ کے خندق کو پھاند کر عمرو بن عبدود عرب کا سورما اس شخص سے مبارزت طلب کر

رہا تھا جس نے ایک ہی وار میں سو کے برابر سمجھے جانے والے اس پہلوان کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا تھا۔ یقیناً حافظے کمزور بھی ہوتے ہیں لیکن کیا اتنے کمزور کہ ہر دوسرے قدم کو اٹھانے کے بعد دماغ سے یہ بات ہی نکل جائے کہ دوسرا قدم اُٹھ ہی نہیں سکتا اگر پہلا قدم نہ اٹھتا۔ یہ فطرت کی انتہائی دناءت اور گندگی کہ جس نے سارے جسم سے کانٹوں کو نکالا، اس کے احسانوں کا صرف اِس لئے انکار کر دیا جائے کہ آنکھ جب کھلی تھی تو اس وقت ہمارے سامنے صرف وہی تھا جس نے آخر میں آنکھ کے کانٹوں کو کھینچ لیا تھا۔

اصل حقیقت

یہ تو صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چوتھے جانشین تھے اُن کو پہلا جانشین یا خلیفہ اوّل کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کیا واقعہ کا انکار کیا جائے لیکن کہنے والوں نے جیسے یہ کہا کہ خلافت کی یہ ترتیب ہر خلیفہ کی وفات کی ترتیب تھی۔ اِن میں سے کوئی ایک بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو قدرت جنھیں رسول کی جانشینی کے شرف سے مشرف کر چکی تھی وہ اِس شرف سے محروم ہو جاتے۔

(۱) اِسی طرح میرا تو کم از کم ذاتی خیال یہی ہے کہ ردّہ کے داخلی فتنے سے پیغمبر کے باندھے ہوئے شیرازے کو بکھرنے سے بچانے کے لئے صدیق اکبرؓ خلیفہ اوّل کے آہنی ارادے کی ضرورت تھی وہ نہ ہوتے تو جو کچھ بعد کو ہوا کچھ بھی نہ ہوتا۔

(۲) اور اندرونی فتنے فرو ہو جانے کے بعد اسلام کی اِس جدید اجتماعی طاقت کو منتشر کرنے کے لئے ایک طرف سے رومیوں اور دوسری طرف ایرانیوں کی خارجی قوتوں نے جب سر نکالا تو اِن دونوں طاقتوں کو واپس کر کے خود اُن پر چھا جانے کے لئے فاروقی عزم و ارادہ مسلمانوں کو عطا کیا گیا۔

(۳) اور ثروت و دولت کا جو طوفان اِس کے بعد مسلمانوں کے گھر گھر میں اُبلنے لگا۔ یقیناً اِس بے ہوش و بدحواس کرنے والی دنیا کے ساتھ دینی زندگی کے مطالبات کی تکمیل شاید مشکل ہو جاتی اگر خدا کے اِس راست باز بندے کا نمونہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہوتا جو غنا اور تونگری کی بلند ترین منزلوں پر پہنچنے کے بعد بھی دین کے ہر ہر جزئی مطالبے کو زندگی کے آخری لمحوں تک نہ صرف پورا کرتا رہا بلکہ دینی مطالبے کو پورا کرنے پر ہی اپنی زندگی کو قربان کر دیا۔

(۴) اگر اِن تمام واقعات کا ظہور ٹھیک اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہا تو مسلمان قدرت کی اِس غیبی امداد کے شکریہ سے کیا سبکدوش ہو سکتے ہیں کہ جب دین کو دل و جان سے چاہا جا رہا تھا اور دنیاوی جاہ و جلال شوکت و اقتدار کو صرف ایک حیلہ اور بہانے کی حیثیت عطا کر کے اس کے سہارے زور اور واقعیت کو ختم کر کے دینی کامیابیوں کا ذریعہ بنا کر دنیا کو بھی دین بنا لیا جائے

جو اسلام اس کی تعلیم دینے کے لیئے آیا تھا خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ
کہیں اس کو بھی دنیا کی اس چلتی پھرتی چھاؤں کی تاریکیوں میں گم
نہ کر دیا جائے تو کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اس وقت سب سے
بڑی فیصلہ کرنے والی قوت عین وقت پر ہر چیز سے بے پرواہ
ہو کر وہ سب کچھ کرنے کے لیئے اگر تیار نہ ہو جاتی جس کے تصور
سے بھی آج مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو کیا اسلام
جو صرف دین ہے دین کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اپنے دین ہونے
کی اس حیثیت کو برقرار رکھ سکتا تھا۔

یہ نظریہ قائم کرنے والوں کو کیسے سمجھایا جا سکتا تھا کہ اگر وہ اسلام کے
متعلق بھی یہی نظریہ قائم کرنے لگتے کہ جیسے بیسوں حیلے مختلف ناموں سے
سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے دنیا میں آئے دن تراشے جاتے ہیں۔
پہلے بھی تراشنے والے تراشتے رہے اور اب بھی تراش و خراش کا یہ سلسلہ
جاری ہے۔ انہی تراشے ہوئے حیلوں میں ایک خود تراشیدہ حیلہ اسلام بھی
ہے تو ان الزام لگانے والوں کے اس الزام کی تردید کی آخر شکل ہی کیا ہوتی۔

ہر قسم کے اصول سے بے پرواہ ہو کر حصولِ مقصد کے لئے وقت کا
جو اقتضا ہو اسے پورا کرنا چاہیئے کرنے والوں نے جب یہ کرنے کا ارادہ
کر لیا تھا بلکہ یہی کرنے بھی لگے تھے اور شاید انہوں نے کیا بھی ہو تو خود ہی سوچنا
چاہیئے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے شائستگی اور تہذیب کو پھیلانے کے لئے کیا جا
رہا ہے۔ جیسے یورپ کی استعماری اور استقاری قوتوں کے اس اعلان یا

اِسی قسم کے خوشنما دعووں کو سُن سُن کر لوگ مسکرا مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔ کیا اسلام کو بھی تحقیری خندوں کے اِن تھپیڑوں سے کوئی بچا سکتا تھا۔ مسلمان مر رہے ہیں مارے جا رہے ہیں، کٹ رہے ہیں اور کاٹے جا رہے ہیں لیکن اسلام بچ رہا ہے اور بچایا جا رہا ہے۔

اِس بلند حوصلہ اور فولادی عزم کے ساتھ خدا کے دین کی آخری مشکل کو بچانے کے لئے کھڑا ہونے والا اگر جملؑ اور صفین کے میدان میں سینہ تان کر کھڑا نہ ہو جاتا تو اسلام کو پھر کیسے بچایا جا سکتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے سامنے عجیب قسم کے حالات تھے۔ یعنی ایک طرف اسلام تھا اور دوسری طرف مسلمان تھے۔ اِن دونوں چیزوں میں پیدا کرنے والوں نے ایسا تعلق پیدا کر دیا تھا۔ ایک کو اگر پکڑا جاتا ہے تو دوسری چیز بگڑتی ہے۔ پھر کیا کیا جائے۔ ایک ایسا مشکل مسئلہ تھا کہ اقتضاھم کی قوت فیصلہ اگر مسلمانوں کو اس وقت نہ مل جاتی تو ممکن تھا کہ مسلمان نام رکھنے والی کوئی قوم دنیا میں رہ جاتی لیکن اسلام بھی باقی رہتا یا نہیں۔ اِس کی پیشین گوئی مشکل تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے جس نظام کو اسلام نے پیش فرمایا ہے اِس نظام کے قائم کرنے پر اسلام کو اتنا اصرار ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے مسلمانوں کا خون پانی سے زیادہ ارزاں نظر آنے لگے لیکن ہر قیمت پر اِس نظام کے قائم کرنے کی کوشش میں مسلمانوں کو آخر وقت تک منہمک رہنا چاہیے اسلامی نظام سیاست میں اِتنی اہمیت صرف حضرت علی المرتضیٰؓ کے عملی نمونے نے پیدا کر دی ہے۔

کہ حکومت کے اس نظام کو جو بدلنا چاہتے تھے ان کے مقابلہ میں ہر قسم کی مصلحت اندیشیوں سے بے پرواہ ہو کر آستینیں چڑھائے سر بکف میدان میں کود جانا اور اس طور پر کود جانا کہ بولنے والے تو صرف زبان سے بولتے ہیں کہ ہم اپنے نصب العین کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہانے کے لئے تیار ہیں لیکن جمل و صفین میں یہ کر کے دکھا دیا گیا کہ دس یا پانچ نہیں ہزار ہا ہزار بقول بعض لاکھوں تک نوبت قتل و شہید ہونے والوں کی پہنچی چلی جاتی تھی، کشتوں کے واقعی پشتے لگتے چلے جاتے تھے، مسلمانوں کی لاشوں کا پہاڑ جمع ہوتا چلا جاتا تھا لیکن یہ حد تھی کسی نصب العین پر اصرار کی کسی قسم کا کوئی حادثہ یا کوئی مصلحت اُن کو بال برابر بھی اس سے نہ ہٹا سکی۔

میں نہیں جانتا کہ کسی نصب العین کے حصول کی کوشش میں اس کی نظیر انسانیت کی تاریخ پیش کر سکتی ہے، سب کچھ اسی راہ میں لٹا دیا گیا بلکہ کربلا کے میدان میں تو اسی نصب العین کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰؓ کے گھرانے کا ایک ایک بچہ قربان ہو گیا اور اب سمجھ میں آتی ہے اہمیت اس سیاسی نظام کی جسے اسلام نے دنیا میں پیش کیا ہے۔ لوگوں نے اس پر بعد کو عمل کیا یا نہیں یہ الگ سوال ہے لیکن جمل و صفین و کربلا کے خون سے جریدۂ روزگار پر جس نہ ختم ہونے والے اسرار کا نقش دوام قائم ہو گیا ہے کیا اس کو کوئی مٹا سکتا ہے اور جب تک یہ نقش قائم ہے اسلامی نظام سیاست کی اہمیت بہرحال دنیا میں قائم رہے گی۔

اس حقیقت کو ہوتے ہوئے اگر عباسی صاحب پر ظلمت عبوسیت نیم روز

میں چھا جائے کہ سوائے فضائل یزید کے کچھ نظر ہی نہ آئے تو اس سے خاتم الخلفاء کی عظمت فی الاسلام جس کا جریدۂ عالم پر نقشِ دوام قائم ہوگیا ہے کو کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کو مٹانے والے جن کے پاس سب کچھ تھا کہ دنیاوی قوت کا سارا ساز و سامان موجود، مٹانے کے لئے سب کچھ کیا لیکن خود مٹ گئے اور وہ نقوش عباد داتی چمکتے گئے جیسا کہ عباسی صاحب کا جدِ امجد خلیفہ منصور عباسی فاطمی خاندان کو مٹانے کے لئے سب کچھ کرتا رہا۔

رفاہتِ خاندانی عباسی صاحب کی اپنی زبانی

سیدنا امام حسینؓ کے اقتدار یزید کے خلاف اقدامِ خروج کے بارے میں عباسی صاحب نے مفصل بحث فرما کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام عالی مقام کا یزید کے خلاف اقدامِ خروج ہر لحاظ سے ناجائز و ناروا تھا۔ قرآن حکیم و حدیث شریف کے لحاظ سے دیکھا جائے تب یا فقہ و اجماع اُمت کی رو سے پرکھا جائے۔ خلیفہ وقت کے کردار کے لحاظ سے جائزہ لیا جائے گویا کہ جس حیثیت سے بھی پرکھا جائے جواب یہی ہوگا کہ ناجائز و ناروا اقدام تھا جو کہ اطاعت امیر و امتناع خروج کے بارے میں احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی پر محمول ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے استدلال پیش کیا گیا۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

ترجمہ: "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تمہارا امیر ہو اس کی"

خروج کرنے والے کی سزا دربار نبوت سے اقدامِ خروج کے خلاف جو پیش کی گئی ہے۔

فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان ۔(مسلم شریف)

ترجمہ :"اگر کوئی شخص اس اُمّت کے ایک امیر پر متفق ہونے کے بعد افتراق پیدا کرنا چاہے تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو، خواہ کوئی ہو"

والا ننازع امر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحاً عندکم من اللہ فیہ برھان ۔(بخاری شریف)

ترجمہ :"اور یہ کہ حکومت کے بارے میں ہم برسر اقتدار شخص سے جھگڑا نہ کریں جب تک کہ اس سے کھلا کھلا کفر نہ ظاہر ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کر دے اور اللہ کی طرف سے اس بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو" خلافت معاویہ و یزید ص۶۵

اولی الامر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اولی الامر (امیر) کے لئے نسل و رنگ، قبیلہ و خاندان کی کوئی قید نہ تھی ۔جس کسی فرد ملت پر اہل حل و عقد کا اتفاق رائے ہو کر بیعت عامہ ہو جائے ۔خواہ نسل و رنگ اور حیثیت کے اعتبار سے حبشی، غلام بدہیئت سر سے گنجا ہی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت کرنا اور حکم ماننا واجب و لازم کیا گیا ۔خلافت معاویہ و یزید ص۶۱

اِن کے علاوہ اور بہت سے دلائل امتناع خروج کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔ بہ اوران کے علاوہ دوسرے دلائل امیر وقت کے خلاف امتناع خروج کے بارے میں ہر خروج کرنے والے فاطمی ہو یا عباسی پر مساوی چسپاں کیا جائے گا۔ یا صرف ایک خاندان کے خروج پر عمل کر کے اس کو رقابت کی بنا پر گردن زدنی کا مصداق قرار دے دیا جائے اور دوسرے کے خروج کو بجائے مذمت کے اپنا ہونے کی بنا پر خراجِ تحسین پیش کر کے اُس کی اس پہ مداح سرائی کی جائے۔ اِس سوال کا جواب خود عباسی صاحب جنہوں نے ایسی بے لاگ ریسرچ پیش کی ہے جس سے انسانی شرافت بھی چیخ اٹھی کی زبان سے ملاحظہ کیجئے۔

انتزاعِ خلافتِ اموی وقیامِ خلافتِ عباسیہ

اس بارے میں عباسی صاحب کا نقطۂ خیال اہلِ انصاف ملاحظہ فرما دیں۔

راقم الحروف نے مبسوط تالیف میں انتزاع اموی خلافت وقیام خلافت عباسیہ کے تحت بتایا کہ مضر و ربیعہ کی شدید ترین دشمنی نے اموی خلافت کی افادیت ختم کر دی تھی۔ اگر محمد الامام عباسی کی تعمیری تحریک اس وقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتی تو ملّت کا شیرازہ ایسا بکھر گیا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی قوّت ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ ہو کر تباہ ہو جاتی۔ عرب اور غیر عرب کی چپقلش نے صورتِ حال نازک کر دی تھی۔

عباسی تحریک تخریبی نہیں تعمیری تھی۔ اِس بارے میں بھی روایات کو

نقد و درایت سے پڑھنے کی ضرورت ہے "خلافت معاویہ و یزید بحث عرض مولف حاشیہ صفحہ ۱"

اس سے حقیقت حال عباسی صاحب نے خود ظاہر کردی کہ امیر وقت کے خلاف امتناع خروج کے متعلق جس قدر احکامِ اسلامی دربارِ رسالت سے صادر ہوئے ہیں وہ حضرت امام حسینؓ کے خلاف پیش کرنا کہ ان کا اقدام خروج یزید پلید کے خلاف ناجائز و تخریبی اقدام تھا لیکن اپنے محمد الامام عباسی کے اقدام خروج کو ان تمام احکام اسلامی کے ہوتے ہوئے تخریبی قرار دینے کو نادرست و ناروا کہنا بلکہ اپنے جدِ امجد کی احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی کو تعمیری تحریک کا فتویٰ دے کر ان کی مدح سرائی کرنا اس چیز کا خود اقرار نہیں کہ خاندانِ نبوت کے بارے میں جو کچھ پیش فرمایا ہے ۔ وہ محض رقابت خاندانی کا بدترین مظاہرہ ہے جس کا حقیقت حال سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں ۔ ورنہ بتلایا جائے کہ اگر خاندانی رقابت جو عباسی صاحب کو محمد الامام اور خلیفہ منصور عباسی سے وراثت میں ملی ہے کا یہ مظاہرہ نہیں تھا بلکہ حقیقت ہی کی ترجمانی تھی تو پھر محمد الامام کا اقدام خروج تعمیری کیسے قرار دیا جا سکتا ہے ۔

لیکن اگر عباسی کے ممدوحین جن میں اُن کے خلیفہ محمد الامام عباسی بھی شامل ہیں کے اقتدار حاصل کرنے کی چالبازیوں کا تذکرہ کیا جائے کہ خاندان عباسیہ نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے اور اس کو اپنا وراثتی حق سمجھتے ہوئے اس پر ہمیشہ کے لئے تسلط قائم رکھنے کے واسطے جن مظالم و شاطرانہ چالبازیوں کے نقوش

قائم کئے۔ اگر ان کو منظرِ عام پر لایا جائے اور ساتھ ساتھ خاندانِ نبوت جن کی زندگی کا ہر گوشہ اسلام کی عملی تصویر اور یزید کے خلاف ان کا اقدام خروج مفادِ ملت کے پیشِ نظر جہادِ عظیم تھا کو ملحوظ نظر رکھا جائے اور خاندانِ عباسیہ جن کی زندگی کا ہر ورق خاندانِ نبوت مقابلہ میں سیاہ - کہ ان کی زندگی کا ہر گوشہ انسانی دنیا کے لئے بارِ گراں تھا ناقابلِ بیان افعال کا بھی تجزیہ کیا جائے۔ اس کے بعد عباسی پروپیگنڈہ کو دونوں خاندانوں کی عملی زندگی کے لحاظ سے پرکھا جائے تو حقیقت نصف النہار کی مانند اپنی اصلی صورت میں کھل کر سامنے آجائے کہ اس قدر تفاوت عمل ہے کہ ایک تقویٰ کے انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کی وجہ سے قابلِ اتباع اور دوسرا اپنی بدکرداری کی بنا پر قابلِ نفرت اس کے باوجود ریسرچ [illegible] کا فتویٰ اس کے بالکل برعکس آخر رقابتِ خاندانی نہیں تو اور کیا ہے۔

خاندانِ نبوت کے [illegible] ان کے فضائل دربارِ رسالت سے جو اُمت تک پہنچے ہیں اس [illegible] ایسی احادیث صحیحہ کو موضوع قرار دینا جو اُن کی برتری و فضیلت کو ثابت کرتی ہوں لیکن دشمنانِ اسلام غیر مسلم مصنفین کی متعصبانہ ذہنیت کے تحت خاندانِ نبوت کی شان کے خلاف بکواس کو حقیقت کی ترجمانی پر محمول کر کے اس پر ایمان لے آنا۔ اگر یہ لاگ ریسرچ ہے تو صد بار لعنت ہو ایسی ریسرچ پر۔

فضائل ثابت کرنے والی احادیث کے متعلق عباسی صاحب کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محمد بن علی (ابن الحنفیہؒ) فضیلت علمی اتقا و پرہیزگاری، شجاعت و بہادری میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ اگر مناقب کی وضعی احادیث اور عقیدت کے مبالغات و توہمات سے غرض بصر کرکے حقیقت کے زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو فرزندان علی مرتضیٰ میں اُن کا درجہ بہت بلند تھا۔

خلافت معاویہ ویزید ص ۷۹

یہاں عباسی صاحب اہل بیت کے مناقب ثابت کرنے والی احادیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس غیر مسلم متعصب و دشمنِ اسلام کے بکواس کو نقل کرنے سے قبل جس انداز سے تعارف کراتے ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

مؤرخ دوزی وعباسی کا اتحاد

آزاد اور بے لاگ مؤرخین نے حضرت حسینؓ کے اقدام خروج کے سلسلہ میں اسی بات کو بیان کیا ہے۔ مشہور مؤرخ دوزی کا ایک فقرہ اس بارے میں قابلِ لحاظ ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

اخلاف (یعنی آنے والی نسلوں) کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام مدعیوں کی ناکامی پر جذبات سے مغلوب ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات انصاف قومی امن اور ایسی خانہ جنگی کے ہولناک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ابتدا میں نہ روک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت اخلاف کی (حضرت) حسینؓ کے متعلق ہے جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں خدوخال بھرے اور (حضرت) حسینؓ کو بجائے

ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک انوکھی لغزش و خطائے ذہنی اور فریب قریب غیر معقول حب جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہوں ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔

ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا قصور وار خیال کرتے تھے۔ اس لئے یہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت کی تھی اور اپنے حق یا دعوئے خلافت کو ثابت نہ کر سکے تھے۔

خلافت معاویہ و یزید ص۲۷

ناظرین کرام غور فرماویں کہ فضائل کے بارے میں احادیث صحیحہ بھی موضوع قرار دے کر اور معائب کے اثبات میں غیر مسلم متعصب کے بکواس پر ایمان لاکر خاندان نبوت کو محض نیچا دکھانے کی غرض سے جس ذہنیت کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یزید اور اس کے معاونین کے کردار کو جو بے داغ ثابت کرنے کی نا محمود کوشش کی ہے اور اس کے اتقاء و پرہیز گاری کا جو پروپیگنڈہ کیا ہے وہ محض اس لئے تاکہ حضرت حسینؓ کے اقتدار یزید کے خلاف اقدام خروج کو علی وجہ الکمال ناجائز و ناروا ثابت کر کے ان کو زیادہ سے زیادہ مجرم بنا کر نیچا دکھایا جا سکے۔

یہ مختصر خاکہ ہے خلافت معاویہ و یزید کے پس منظر کا، ورنہ تمام کتاب رفاہت ہی کا مظاہرہ ہے تفصیلی گفتگو کے واسطے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

ایک عباسی عالم اور یزید

کتاب خلافت معاویہ و یزید کے شائع ہونے پر یہاں کے ایک عالم نے جو محمود احمد صاحب عباسی کے قریبی رشتہ دار ہیں، حمایتِ یزید میں اس قدر شدت سے کام لیا کہ تمام اسلاف بزرگانِ دین کی یزید کے بارے میں تحقیقات کو غلط ٹھہرا کر عباسی صاحب کی تاریخی ریسرچ جو درحقیقت رقابت خاندانی کا مظاہرہ ہے کو ہی ترجمانِ حقیقت یقین کر کے ملک و ملت کے مقتضیات کا لحاظ کئے بغیر اس مسئلہ کو اسٹیج پر اس طرح بیان کرنا شروع کر دیا گویا آج تک اس مسئلہ کو سوائے عباسی صاحب کے اور کوئی سمجھا ہی نہیں یعنی امت مسلمہ یزید کے بارے میں آج تک جو پیش کرتی رہی وہ سب غلط اور کذب و افترا کے سوا اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

بلکہ ہماری مخالفت پر ہم کو چیلنج مباہلہ دینا شروع کر دیا۔ چیلنج مباہلہ صرف ہم تک ہی محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ پوری امت مسلمہ کو یہ چیلنج تصور کیا جائیگا اس لئے کہ فسق یزید کے نظریہ میں تمام امت فرد واحد کے قائم مقام ہے تو اس میں کسی ایک یا تمام امت کو چیلنج

دنیا مسادی سمجھا جائیگا تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ پوری امت گمراہی پر مجتمع رہی جو سراسر ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لایجمع امتی علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی کے خلاف ہے۔

ہم نے اصلاح حال کی خاطر ان کی خدمتِ اقدس میں کچھ حضرات بھیجے کہ بجائے اس کے کہ اس مسئلہ کو اسٹیج پر لاکر ملتِ اسلامیہ میں افتراق و انتشار کی خلیج کو وسیع کیا جائے بلکہ تخلیہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث بالمشافہ ہو جانی چاہیے لیکن بجائے گفتگو کرنے کے مباہلہ کو ہی نجات کی واحد صورت سمجھ کر اسی پر مصر رہے کہ مباہلہ ہی ہوگا اور نہ ہی کسی کو اس مسئلہ میں ثالث تسلیم کرنے پر رضامند ہوتے کیونکہ ان کی نظر میں کوئی عالم ایسا نہیں جو کماحقہٗ پورا تاریخ داں ہو تاکہ اس مسئلہ کی ثالثی کے فرائض سرانجام دے سکے۔

آخرکار ہم نے یزید اور چیلنج مباہلہ کے متعلق چند سوالات لکھ کر ان سے جواب کی التجا کی تو آنحضرت کی جانب سے جو اب کیا آیا۔ گویا اخلاقِ حمیدہ کے ناقابلِ بیان کا ایسا مظاہرہ ہے جو اہل تدیّن حضرات کی شان کے بالکل خلاف ہے لیکن یہاں ہم وہی چیزیں درج کریں گے جن کا تعلق اس مسئلہ سے ہے ان کی اپنی تحریر ملاحظہ کیجئے۔

اگر مباہلہ کرنا ہو تو جوبات میں نے عاشورہ کے جمعہ میں کہی تھی اس پر مباہلہ ہوگا میں نے کہا تھا کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اور وہ امیر المومنین

سے ہے بلکہ مسلمان مردوں پر رحمت بھیجنے کا حکم ہے اس لئے رحمت اللہ کی دعا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث لاتسبو الاموات اور قرآن میں ہے: ربنا اغفر لنا ولاخوانا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا۔ ہر دو آیت و حدیث ملا کر دیکھیں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں اور آج ان کا فتویٰ تاریخی معاملہ میں ہم پر پیش کرتے ہیں کہ اہلِ دیوبند کے مسلک سے ہٹتے ہو یہ جواب ہمارے اس سوال میں ہے جس میں حضرات علماء دیوبند کے مسلکِ برحق کو قبول کرنے کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں۔

مکرر یاد رکھیں کہ عاشورہ کے دن کے بیان پر میں قائم ہوں یزید امیر المومنین تھا۔ اس پر لعنت نہیں کرنا چاہیے بلکہ دعائے رحمت کرنا چاہیے۔ آؤ اس پہ مباہلہ کر لو

آگے فرماتے ہیں پھر جب صحابہؓ نے یزید کے ہاتھ پہ بیعت کر لی وہ امیر المومنین ہوا یا امیر الفاسقین اس کو صحابہؓ نے امیر المومنین کہا یا نہیں کہا۔ آگے یزید کے امیر المومنین ہونے کا مطلب جو ان کی نگاہ میں ہے اس کو ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں۔

اگر یزید فاسق بالاتفاق تھا اور کافر مختلف فیہ جیسا کہ آپ بار بار کہہ چکے ہیں تو صحابہؓ کون ہوئے اگر وہ تارک صلوٰۃ اور نماز تھا

جیساکہ آپکا دعویٰ ہے تو پھر اہلِ بیت اطہار کا کفو نہیں تھا پھر اہلِ بیت رسول اللہ میں اس کی شادی کیوں ہوئی اور خاندان میں ۱۸ یا ۱۹ شادیاں اہلِ بیت کے ساتھ کیوں ہوئیں۔ اگر یزید فاسق تھا تو امام حسین علیہ السلام نے اس کے پیچھے نماز کیوں پڑھی اور ابوایوب انصاری نے کیوں عرصہ تک نمازیں پڑھیں اور اس نے نماز جنازہ حضرت انصاری کا کیوں پڑھا۔ کیا صحابہؓ تقیہ کرتے تھے۔

فاضل موصوف نے اس میں یزید کے بارے میں اپنے موقف کی پوری وضاحت فرمادی کہ فسقِ یزید کا نظریہ ایک لمحہ کے لئے بھی قابلِ تسلیم نہیں ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کی ذوات مقدسہ پر الزام آئے گا۔ لہذا یزید کے امیرالمومنین ہونے کا مطلب ان کے نزدیک متقی و پارسا یعنی شریعت اسلامیہ کا پورا پورا متبع ہی ہے بلکہ آگے یزید کو بشارت جنت کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ——!!

اور مغفور لہم اور بخاری میں اوجبوا کا کہیں استثنا ہے

مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجاہدین قسطنطنیہ کے واسطے بشارت جنت کی پیش گوئی فرمادی ہے۔ اور یزید کے مجاہدین قسطنطنیہ میں داخل ہونیکی وجہ سے جنتی ہونے کا یقین کرنا فرمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ضروری و لازمی ہے اس لئے حدیث میں کہیں یزید کے اخراج کا کوئی ثبوت نہیں لہذا یزید کا جنتی ہونا

یقینی ہے۔!

اہلسنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف یزید کا تقویٰ و پرہیزگاری اسٹیج پر بیان کرنیکی وجہ سے ہم نے یہ دریافت کیا تھا کہ کیا اس نظریہ کا اسٹیج پر لانا فرض و واجب ہے یا سنت و مستحب ہماری غرض یہ تھی کہ جب اور بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کا بیان وقت کی ایک اہم پکار کے پیش نظر ضروری و لازمی ہے۔ پھر ایسے مسئلہ جو ملتِ اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق سے ناقابل تردید ایک حقیقت بن کر بنی آدم کے قلوب پر تحریر کیا جا چکا ہو کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس اتقاء یزید جیسی موشگافیوں کا اسٹیج پر لانا کیسا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ہاں۔ ہاں اسکا اسٹیج پر لانا فرض ہے کہ صحابہؓ مومن تھے اور یزید امیرالمومنین تھا۔ آگے فرماتے ہیں۔

صحابہؓ کی برأت اور امیر الصحابہ (یعنی یزید) کی برأت ضروری ہے

اس میں یزید کے امیرالمومنین ہونے کا محض عقیدہ ہی نہیں بلکہ اس مسئلہ کے اسٹیج پر بیان کرنے کی فرضیت کا اقرار کرنے سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک یزید کے تقویٰ اور پارسائی کی تبلیغ تو ذاتِ ربانی کی جانب سے فرض ہے۔

یہ ہیں فاضل موصوف کے یزید پلید کے بارے میں دلائل و نظریات جو کتاب خلافتِ معاویہ و یزید جو درحقیقت رقابتِ خاندانی

کی ایک بدترین تصویر ہے کے غلط حوالہ جات کے نتیجہ میں پیدا ہوئے اسی چیز نے عباسی صاحب کی ریسرچ کا پردہ چاک کرنے پر ہم کو مجبور کیا ورنہ عباسی صاحب کی کتاب ہماری نظر میں قابل التفات ہی نہ تھی اس لئے کہ وہ تو ریسرچ کے نام پر خاندانی تعصب کا مظاہرہ ہے جس میں حق و صداقت کا تصور کرنا بھی جرم عظیم سے کم نہیں سمجھا جاتا۔

لیکن ہمارے ہاں کے فاضل موصوف عباسی صاحب سے بھی کچھ قدم آگے ہیں اور اہل علم میں منسلک ہونے کے باوجود اس مسئلہ میں اپنی انفرادی حیثیت کا اظہار جس انداز سے کیا ہے اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ انہوں نے اپنی پوزیشن کو اپنی ہی قلم سے ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا اس لئے کہ اسلاف کی مخالفت کا نتیجہ ہمیشہ ایسا ہی نکلتا ہے کہ انسان باوجود دیکھنے کے حقیقت کو دیکھ نہیں سکتا چنانچہ فاضل موصوف کی تحریر کا

اندازہ کیجئے کہ اگر یزید کا معاملہ فاضل موصوف کے بیان کے مطابق تاریخی ہی تھا کہ جس کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں تو پھر فاضل موصوف نے جو دلائل عدم لعنت اور بشارت جنت اور امیر المومنین ہونے کی فرضیت پر قرآن و حدیث سے پیش فرمائے ہیں کیسے صحیح قرار دیے جا سکتے ہیں۔ اب جو شخص ایک تاریخی معاملہ کہ جس کا قرآن و حدیث سے ادنیٰ تعلق بھی نہ ہو گی فرضیت کا قائل بھی ہو اس کے متعلق فتویٰ فاضل موصوف ہی دے سکتے ہیں۔

دوسرے اگر یزید کے فاسق بالاتفاق اور کافر مختلف فیہ ہوتے کا موقف غلط ہے جیسا کہ جناب کا دعویٰ ہے تو پھر اہلسنت والجماعت کون ہوتے اور اگر وہ افعال شنیعہ کا مرتکب نہیں ہوا تھا تو پھر حضرت امام حسین رضؓ اور بعدہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو کیوں فسخ کیا۔

اور اگر یزید کے امیر المومنین ہونے کا بیان کرنا فرض ہے تو پھر مجدد اول حضرت عمر بن عبد العزیز کے متعلق کیا ارشاد ہے کہ جنہوں نے یزید کو امیر المومنین کہنے والے پر بیس کوڑے لگوائے

اور اگر یزید کی تمام جرائم سے برأت ضروری ہے جیسا کہ جناب کا دعویٰ ہے تو پھر امت مسلمہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو فسق یزید کے نظریہ پر متحد و متفق ہے۔ بلکہ کچھ حضرات کفر یزید کی جانب بھی گئے ہیں یہ الزامی جوابات ہیں رہی اصل حقیقت اس کے متعلق گذارش ہے کہ مداحین یزید نے یزید کے امیر و خلیفہ و امام المسلمین کے القاب سے موسوم ہونے کی وجہ سے اس کے متقی و پارسا ہونے پر استدلال کیا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں کے فاضل موصوف نے اس کا اثبات کیا ہے لیکن ہم اس کو فریب دہی پر محمول کریں گے اس لئے کہ مذکورہ بالا القاب اس وقت اہل اسلام میں ہر اس شخص کے لیے استعمال ہوتے تھے جس کے بھی ہاتھ اقتدار کی باگ ڈور ہو۔ یعنی عہدۂ اقتدار کے پیش نظر اس کو ان القاب سے پکارا جاتا تھا خواہ اس میں اس کی اہلیت ہو یا نہ ہو عام ہے کہ نیکوکار ہو یا بدکردار ہو ابتداء۔ اگرچہ یہ القاب اپنے اصلی معنی کے اعتبار

سے استعمال ہوتے تھے کیونکہ وہی حضرات حقیقی طور پر خلیفہ و امام المسلمین تھے۔ لیکن ان حضرات کے بعد جو بھی مسندِ اقتدار پر آیا اس کو بھی اسی لقب سے پکارا جانے لگا جیسا کہ موجودہ دور میں ہر صاحب اقتدار کو ایک خاص لقب سے پکارا جاتا ہے۔ عام ہے کہ اس کا اہل ہو یا نہ ہو۔

اور اس کا ہر حیثیت سے امام یا خلیفہ و امیر المومنین ہونا مراد ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ انسان زمین پر خلیفۃ اللہ کہلاتا ہے ہر انسان عام ہے کہ مطیع ہو یا فرمانبردار ہو خلافت ارضی کے فرائض کی سرانجام دہی کرتا ہو۔ یا نہ بہر صورت انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے پیش نظر اس کو خلیفۃ اللہ ہی سمجھا جائیگا۔ لیکن اگر کوئی شخص ان حضرات جن کو قرب الٰہی حاصل ہے مثلاً انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین جو حقیقتاً خلیفۃ اللہ ہونے کے واحد مستحق ہیں کے اوپر قیاس کر کے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو مثلاً فرعون و ہامان و شداد و ابوجہل وغیرہ کو خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے ان کے نیکوکار و عند اللہ مقرب ہونے پر استدلال کرنا بیوقوفی کی علامت ہے تو پھر یزید پلید جیسے بد اطوار کے امیر المومنین ہونے سے اس کے نیکوکار ہونے پر استدلال کرنا کہاں کی دانائی ہے

اب ہم اپنے دعویٰ کی تائید میں امام اہلسنت والجماعت علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق پیش کرتے ہیں کہ یزید و عبد الملک و منصور وغیرہ کی اہلسنت کے نزدیک امام و خلیفہ و امیر کس اعتبار سے سمجھا جاتا ہے، تاکہ ان القاب کی بنا پر القاء یزید کے غلط پروپیگنڈہ کی حقیقت اور بعض فریب

غور داں اہلِ مذہب کی کوتاہ فہمی واضح ہو جاتے جو یزید وغیرہ کے لئے اہلسنت والجاعت کی بعض کتب میں امیر یا خلیفہ کا لفظ استعمال کرنے پر عوام الناس کے قلوب کو پریشان کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

القاب کی بحث

اس سلسلہ میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ یزید و عبد الملک و منصور وغیرہ کو امام یا خلیفہ یا امیر اہلسنت و الجاعت کے نزدیک ایک خاص اعتبار و حیثیت کی بناء پر سمجھا جاتا ہے نہ کہ ہر حیثیت سے ہم عباسی صاحب کے ہی حوالہ سے علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

فیکون الواحد من ھولاء اماما بمعنی انہ کان سلطان و معہ السیف یولی و یعزل و یعطی و یحرم و یحکم و ینفذ و یقیم الحدود و یجاھد الکفار و یقسم الاموال امر مشہور و متواتر لا یمکن جحدہ و ھذا معنی کونہ اماماً و خلیفۃ و سلطان کما ان امام الصلوٰۃ ھو الذی یصلی بالناس فاذا رأینا رجلا یصلی بالناس کان یقول بانہ امام امرا مشہورا محسوساً لا تمکن المکابرۃ فیہ و اما کونہ براً او فاجرا او مطیعا او عاصیا فذالک امرٌ آخر فاھلسنۃ اذا اعتقدوا امامۃ الواحد من ھولاء یزید او عبد الملک او المنصور او غیرھم کان بھذا الاعتبار و من من نازع فی ھذا فھو شبیہ من نازع فی ولایۃ ابی بکر و عمر

وعثمان وملک کسریٰ وقیصر والنجاشی وغیرھم من الملوک (منھاج السنتہ صفحہ ۲۴۷ ج ۲)

(ترجمہ) پس ان میں سے ہر ایک (یعنی یزید اور اموی خلفا جن کا ذکر اوپر کیا ہے) اس معنی و اعتبار سے امام تھا کہ اس کو اقتدار حاصل تھا اور قوت عسکریہ اس کے پاس تھی وہی عزل و نصب کرتا تھا وہی دیتا لیتا تھا وہی حکم دیتا اور نافذ کرتا تھا وہی حدود شرعیہ قائم کرتا تھا اور کفار سے جہاد کرتا تھا اور اموال کی تقسیم کرتا تھا۔ یہ باتیں عیاں اور متواتر اور ان کا انکار ممکن نہیں۔

اس معنی و اعتبار سے وہ (یعنی یزید) امام اور خلیفہ اور سلطان تھے یعنی جیسے مثلاً امام نماز کا جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو یہ قول کہ وہ امام ہے عیاں اور بین ہے۔ جس میں کسی حجت اور تکرار کی گنجائش نہیں لیکن یہ بات کہ وہ نیک کردار یا فاجر پرہیزگار ہے یا گنہگار امر دیگر ہے۔ پس اہلسنت جو یزید یا عبدالملک یا المنصور یا ان کے علاوہ دوسرے (خلفا) کی امامت کے معتقد ہیں وہ اسی اعتبار سے ہے اور جو کوئی اس بارے میں نزاع کرے وہ ایسی بات ہے جیسے کوئی (حضرت) ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) کی حکمرانی (خلافت) کے بارے میں نزاع کرے بادشاہوں میں سے کسریٰ قیصر و نجاشی کے بارے میں کہے کہ وہ حکمران نہ تھے۔

(خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۲۳۲)

---

۱ کونہ کی ضمیر فیکون الواحد کی جانب راجع ہے، ترجمہ اصل یوں ہے کہ یہ ہے معنی ہونے ہر ایک کا ان میں سے امام اور خلیفہ اور سلطان۔

۲ اصل ترجمہ یوں ہے اور لیکن ہونا ہر ایک کا ان میں سے (یعنی یزید و عبد الملک وغیرہ سے) نیک اور بدکردار یا پرہیزگار یا گنہگار دوسری بات ہے۔

۳ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ پس اہلسنت جب ان میں سے ایک یزید یا عبد الملک یا منصور وغیرہ کے امام ہونے کا اقرار کریں۔ تو اسی (یعنی مذکورہ معنی کے) اعتبار سے ہوگا۔ ترجمہ میں اور بھی بہت سے اغلاط ہیں جو عباسی صاحب کے بے جا تصرف کی انعکاسی کرتے ہیں۔

یہاں علامہ ابن تیمیہ رحمہ نے اس امر کی وضاحت فرما دی کہ یزید یا عبد الملک وغیرہ کو جو امام یا خلیفہ یا امیر سمجھا جاتا ہے وہ اس بنا پر نہیں کہ وہ ہر اعتبار سے امام یا خلیفہ ہیں بلکہ محض اس بناء پر کہ وہ صاحب سیف کہ امریت کی قوت ان کے ہاتھ تھی، سواد اعظم یعنی اہلسنت و الجماعت ان کو اسی حیثیت و اعتبار سے امام و خلیفہ سمجھتے ہیں خلاصہ یہ کہ ان کی دو حیثیتیں ہیں ایک صاحب اقتدار کہ قوت غالبہ پر قبضہ ہونا دوسری حیثیت نیکوکار اور بدکردار عاصی و فرمانبردار ہونے کی ہے۔ لہذا

سوادِ اعظم کے نزدیک ان کو امام یا خلیفہ کے الفاظ سے جب موسوم کیا جائے گا تو محض پہلی حیثیت کی بنا پر ان کو ایسا سمجھا جائیگا نہ یہ کہ وہ ہر لحاظ سے امام و خلیفہ ہیں۔

اس چیز کے پیش نظر یزید کے امیر المومنین کے لقب سے پکارے جانے کی بنا پر پارسائی کا غلط پروپیگنڈہ ہمارا منشور رہا ہو گیا اور بعض فریب دہندگانِ اہلِ مذہب کے غلط الزام کی حقیقت بھی واضح ہو گئی جو کہ لفظ سوادِ اعظم کی کتب سے لیکر اور معنی اپنی جانب سے پہنا کر عوام الناس کو پریشان کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ جہاں بھی یزید وغیرہ کیلئے خلیفہ و امام کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہ اسی حیثیت مذکورہ کے پیش نظر استعمال کئے گئے ہیں اس کے دورِ اقتدار میں بھی اس کو امام و خلیفہ و امیر صاحب اقتدار ہونے کی حیثیت سے کہا جاتا تھا رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ

لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔ دینِ اسلام قوت سے رہیگا۔ یہاں تک کہ بارہ خلفا ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔

صحیح و درست ہے لیکن یہ کہ ان بارہ خلفاء میں یزید شامل ہے کہ نہیں یہ ایک الگ بحث ہے بارہ خلفاء میں یزید کی شمولیت تسلیم کر لینے کے بعد آیا حضور کا یہ فرمان ان کی تعریف و مدح کی بناء پر ہے یا محض استقامت سلطنت کی بناء پر ہے یہ دوسری بحث ہے

وہ باراں خلفاء کون کون ہیں اور ان کی اگر ابتداء حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ اول سے شروع ہوتی ہے تو آیا ان کا پے در پے آنا ضروری و لازمی ہے یا کہ یزید جیسے بد اطوار کو نکال کر صحیح معنی میں جو خلفاء تھے وہی مراد ہیں یہ ایک تیسری بحث ہے۔

یا یہ کہ امارت و خلافت بارہ خلفاء تک خلفاء راشدین کے طریقہ کے مطابق رہے گی اگرچہ ان باراں میں ایسے امراء بھی ہوں گے جو اپنے نفس پر عصیان خداوندی میں مبتلا ہو کر ظلم کریں گے جیسا کہ یزید اپنے نفس پر ظلم کرتا رہا الگ بحث ہے یہ جتنے احتمالات ذکر کئے ہیں۔ درحاصل یہ محدثین کرام کے آنحضرت صلعم کے مذکورہ بالا فرمان کی وضاحت میں الگ الگ اقوال ہیں تمام محدثین کرام مدح کی صورت میں یزید کو ان باراں خلفاء میں داخل ہی نہیں سمجھتے۔ محدثین کے تمام اقوال کتاب میں دوسری جگہ باراں خلفاء میں یزید کی مسؤلیت پر بحث کے تحت گذر چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔ لہٰذا ان القاب سے یزید کی مدح سرائی کا پروپیگنڈہ غلط اور بے بنیاد ہے اب فاضل موصوف کے دوسرے استدلال کی حقیقت ملاحظہ کیجئے

صحابہ کرامؓ و فسق یزید

فاضل موصوف یزید کا اتقاء و پارسائی جن بنیادوں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر یزید فاسق بالاتفاق

تھا اور کافر مختلف فیہ جیسا کہ آپ بار بار کہہ چکے ہیں تو پھر صحابہ رضؓ کون ہو سکتے ــــ!!

اس سے فاضل موصوف یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضؓ کا اقتدار یزید کے خلاف اس کے فسق و فجور کے ہوتے ہوئے خروج نہ کرنا بلکہ اس کی بیعت پر مستقیم رہنا شان صحابیت کے خلاف نہیں قرار دیا ہے۔ لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یزید کے کردار میں کوئی خرابی نہ تھی ورنہ صحابہ کرام رضؓ کی ذوات مقدسہ پر الزام آئے گا۔ یہی طرزِ استدلال عباسی صاحب کا ہے لیکن ہمیں عباسی صاحب پر اتنا افسوس نہیں جتنا کہ فاضل موصوف پر ہے اس لئے کہ عباسی صاحب کو نہ تو علوم اسلامیہ میں ممارست ہے اور نہ ہی انہوں نے علوم اسلامیہ میں کسی کو اپنا استاد و رہنما تسلیم کیا ہے۔ لہذا ان کا استدلال اس قدر باعث ملال نہیں جس قدر کہ فاضل موصوف کا استدلال ہے کیونکہ انہوں نے باقاعدہ علماء کرام سے علوم اسلامی کو حاصل کیا اور علماء کرام کے گروہ کو اپنا استاذ و پیشوا تسلیم کر لینے کے بعد آزاد شخص جیسا رویہ اختیار کر کے اپنے اساتذہ کے مسلک کے بالکل برعکس انتفائے یزید کا اثبات ایسے کمزور دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرنا باعث صد افسوس و ملال نہیں تو اور کیا ہے۔

اس لئے کہ صحابہ کرام رضؓ کے طرزِ عمل سے انتفائے یزید کا اثبات اور فسق یزید کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف خروج نہ کرنا بلکہ اس کی بیعت پر مستقیم رہنا۔ باعثِ الزام اس وقت تسلیم کیا جا سکتا ہے جب یہ ثابت

کر دیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں خلیفہ فاسق کے خلاف اٹھنا ضروری اور اس کی بیعت پر مستقیم رہنا ہر حالت خواہ اسباب جہاد موجود ہوں یا نہ ہوں خون ریزی کا خطرہ ہو یا نہ ہو جرم سے کم شمار نہ کیا جاتا ہو ایسے وقت تو صحابہ کرامؓ کی جانثاری کے پیش نظر مذکورہ استدلال با وقعت شمار کیا جا سکتا ہے کہ صحابہؓ نے پھر ایسا طرز عمل اختیار کر کے حکم شرعی کی مخالفت کیسے گوارہ کی۔

لیکن جب بجائے ایسے حکم کے کہ اس کے بالکل برعکس مداحین یزید کے امام خود اپنی بے لاگ ریسرچ میں بڑی شد و مد سے یہ ثابت کریں۔ کہ سوائے کفر بواح کے خلیفہ وقت کے خلاف خروج ہرگز قابل برداشت نہیں ان کا اپنا بیان ملاحظہ کیجئے۔ شارع علیہ السلام نے امت کو فتنہ و فساد سے محفوظ اور امت مسلمہ کے سیاسی نظام کو اختلال و انتشار سے مصئون و مامون رکھنے کے لئے امیر المومنین و حاکم وقت کے خلاف خروج و بغاوت کی سختی سے مخالفت فرمائی ہے سوائے ارتداد کے کسی حالت میں بھی ولاۃ الامر کے خلاف خروج کو جائز نہیں کیا گیا۔ خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۶۲۔

پھر ایسی صورت کہ جب خلیفہ وقت کے خلاف خروج سوائے ارتداد کے کسی صورت میں جائز ہی نہ ہو۔ خواہ وہ کتنا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اس کے خلاف خروج نہ کرنا بلکہ شرعی احکام کے پیش نظر اس کی بیعت پر مستقیم رہنا احکام اسلامی کی فرمانبرداری شمار کیا جائے گا یا باعث الزام ٹھہرا کر خلیفہ فاسق کا اتقا ثابت کر کے اپنی بے راہ روی کا ثبوت فراہم کیا

جائے گا۔!

توکیا پھر صحابہ کرامؓ کا فسق یزید کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف خروج نہ کرنے۔ بلکہ اس کی بیعت پر مستقیم رہنے جو سراسر اتباع شریعت ہے۔ کو باعث الزام قرار دے کر اتقائے یزید کی بنیاد صحابہؓ کے طرزِ عمل پر رکھنا احکام اسلامی کی تغلیط اور اپنی علمی قابلیت کی تضحیک نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ جب خلیفہ وقت کے خلاف خروج از روح شریعت ممنوع و ناجائز ہوا خواہ وہ کتنا ہی بدکردار کیوں نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل سے یزید کی پارسائی کا اثبات واقعی علمی قابلیت و تاریخی ریسرچ کا ایک ایسا ثبوت ہے جس کی نظیر انسانی دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے اس سے فاضل موصوف کے استدلال کو اگر یزید فاسق بالاتفاق تھا اور کافر مختلف فیہ تو پھر صحابہؓ کون ہوئے۔ کی حقیقت واضح ہو گئی کہ ان حضرات کے نزدیک فسق یزید کی صورت میں احکام اسلامی کی پرواہ کئے بغیر اسباب جہاد موجود ہوں یا نہ ہوں خون ریزی کا کتنا ہی شدید خطرہ کیوں نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ پر یہ لازم و ضروری تھا کہ بیعت یزید کو فسخ کر کے میدان جہاد میں کود پڑتے گویا کہ فسق یزید کی صورت صحابہ کرامؓ کی خاموشی ایک ایسا سنگین جرم ہے جس سے شان صحابیت پاش پاش ہو جاتی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

فاضل موصوف کے استدلال کے پیش نظر خلیفہ وقت کے خلاف امتناع خروج کے متعلق جہاں احکام اسلامی کی تغلیط لازم آتی ہے وہاں

شانِ صحابیت بھی داغدار ہو جاتی ہے یہ درحقیقت سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت کے خلاف انقلائے یزید پر اپنی انفرادی حیثیت ظاہر کرنے کا ثمرہ ہے۔

باقی رہا سیدنا امام حسینؓ کا اقدام وہ بھی اپنی جگہ صحیح اور درست ہے جیساکہ اس کے متعلق دوسری جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت امام حسینؓ کا یزید کے پیچھے نماز پڑھنے کی تاریخی روایات کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے نہ ہی انقائے یزید ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی حضرت امام حسینؓ کے موقف پر کوئی حرف آتا ہے اب اس کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

موقف امام حسین رضی اللہ

مداحین یزید نے امام حسینؓ کی شخصیت کو مجروح ثابت کرنے کے واسطے جہاں اور بہت سے حربے استعمال کئے ہیں وہاں یہ حربہ بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر یزید ایسا ہی بدکردار تھا جیساکہ بیان کیا جاتا ہے تو پھر حضرت امام حسینؓ نے اس کے پیچھے نماز کیوں پڑھی اور اس کی ولیعہدی کے فیصلہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ سے بجائے ناراضگی کے ہر سال حضرت حسینؓ دمشق جاتے۔ عزیزوں کی طرح ان کے پاس مقیم رہتے اور وظائف و عطایا کی گرانقدر رقوم حاصل کر کے واپس آتے۔ اگر یزید ان کی نظر میں منصبِ خلافت کا اہل نہیں تھا پھر اس

وقت ایسے تعلقات اور بعد ان کی وفات کے برسرِ پیکار ہونا آخر کس بات کا ثبوت ہے بلکہ ایک صاحب اپنے ماہنامہ رسالہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ولیعہد بنانے کا جو فعل بعض مدبّر صحابہ کے مشورے سے ایک ایسے ممتاز ترفقیہہ و مدبر صحابیؓ نے انجام دیا ہو جس کے کمال تدبر پہ فاروق اعظمؓ جیسے عبقری خلیفہ کا دیا ہوا کسرائے عرب کا لقب حرف آخر کا حکم رکھتا ہو اور تمام صحابہؓ نے اس فعل کے جواز پہ اتفاق کر لیا ہو اور کتنے ہی سرکردہ اصحاب نے بیعت کی ہو اور صبر و سکوت سے تو کسی نے بھی تجاوز نہ کیا ہو وہ فعل ایسا جرم مان لیا جائے کہ چند سالوں بعد اس کی ہولناکیوں کا اندازہ کر کے ایک شخص اٹھے اور وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کی پرواہ کئے بغیر جان لڑا دے اہل نظر اس وقت بھی اسے روکیں تنبیہہ کریں ساتھ دینے سے کان پہ ہاتھ دھریں مگر وہ نہ مانے اور خود ہی کو نہیں ان معصوم بال بچوں کو بھی کڑی ابتلاء میں ڈال دے جن کو ابتلاء میں ڈالنے کا حکم یا اذن اللہ اور رسول نے نہیں دیا اس شخص کی ایسی جرأت و شہامت کو اگر آپ انتہائی تدبر کی اور دانائی اور علم شریعت میں گہری نظر کا ثبوت قرار دیتے ہیں تو اس کے ثمرات اور مضرات پہ بھی غور فرمالیں۔

یہ تحریر اگرچہ ولیعہدی کے عدم جواز کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن درحقیقت اسکا مآل وہی ہے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ آخر تین سال بعد ہی حضرت امام حسینؓ کو یزید کی نااہلیت کا علم ہوا ان اعتراضات کے جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ جواب سمجھنے میں

آسانی ہو۔ اولاً یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارا ولیعہدی کے فعل پہ کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی ہم ایسے اعتراض کو صحیح سمجھتے ہیں۔

(۱) خلافت کا انعقاد وقیام اور انعقاد خلافت کا عموم دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ خلافت کا مطلق انعقاد تو ارباب حل وعقد میں سے ایک دو شخصوں کے بیعت کر لینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن عموم انعقاد خلافت تمام اہل حل وعقد پہ اس کا اتباع ضروری نہیں ہے۔ صرف بیعت کرنیوالوں اور ان کے متبعین پہ خلیفہ کا اتباع ضروری ولازمی ہے۔

لیکن عموم انعقاد خلافت کی صورت میں ہر مسلمان پہ خلیفہ کی اتباع لازمی وضروری ہے البتہ اگر اہل حل وعقد ہونا کسی ایک ہی شخص میں منحصر ہو جائے تو ایسے وقت عموم خلافت اس ایک شخص کی بیعت کر لینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض اور حضرت عثمان غنی رض کے زمانہ میں اہل حل وعقد کا مصداق ایک شخصیت سے زائد نہ تھا یعنی یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح خلفائے ثلاثہ رض کی جنگ اور صلح تمام اہل اسلام کی جنگ اور صلح تھی لیکن جب اسی اتفاق واتحاد نے متغیر ہو کر تشتت وافتراق کی صورت اختیار کی اور جماعتیں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں اور ہر جماعت کا سر حلقہ اور سربراہ لیڈر اہل حل وعقد کا مصداق ہو گیا تو اب تمام اہل حل وعقد کا بیعت کرنا عموم انعقاد خلافت کے لئے لازمی ٹھہرا

(۲) خلیفۂ وقت کا استخلاف یعنی کسی شخص کو ولیعہد بنا دینا اس کی خلافت

کے عموم کا موجب اس وقت ہوتا ہے کہ جس سے ہر شخص پر اس کی اتباع ضروری و لازمی ہو جاتی ہے. جب کہ ولیعہد میں منصب خلافت کی اعلیٰ درجہ کی لیاقت واہلیت پائی جاتی ہو جیساکہ صدیق اکبرؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ولیعہد بنادیا تھا اس لئے کہ اولوالامر کی اطاعت بارشاد ربانی ضروری ہے جو کچھ وہ (دائرہ شریعت کے اندر) فرمائیں قبول کرنا ضروری ہے لیکن اس طرح کی ولیعہدی کو قبول کرنیکی بنیاد جبکہ اولوالامر کی اطاعت پر ہے تو ضروری ہے کہ اطاعت کے تمام فوائد ملحوظ ہوں لہذا اگر خلیفہ وقت کسی ایسے شخص کو ولی عہد اور اپنے بعد کے لئے خلیفہ بنادے جس میں منصب خلافت کی وہ اعلیٰ درجہ کی لیاقت نہ ہو بلکہ تارک نماز یا متبرع ہو صرف ادنیٰ درجہ کی اہلیت اسلام اور قریشیت سے ہی موصوف ہو اس قسم کی ولیعہدی کو قبول کرنا ضروری نہیں ہے. کیونکہ ایسے فاسق کو باختیار خود خلیفہ بنا دینا ظاہر ہے معصیت ہے، جیساکہ حدیث شریف میں وارد ہے. لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق کسی مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں بالکل نہیں ہے۔

اور اگر خلیفہ کی اپنی نظر میں ولیعہد قابل خلافت ہو اور دوسروں کی نظر میں اہل نہ ہو پھر بھی خلیفہ کے اس حکم کی اطاعت لازم نہیں لیکن خلیفہ کو جبکہ اس نے اپنے خیال کے مطابق ٹھیک آدمی کو ولیعہد بنایا ہے اس کو اس اقدام کی وجہ سے برا اور موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا خصوصاً اس وقت جبکہ اس کے خبث افعال کی اس کو اطلاع نہ ہو۔

(۳) حال معرض تحول و تغیر میں ہوتا ہے حال کا حال نام ہی اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں تحول (گردش) اور تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے پس ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی سابقہ حالت میں خلافت کی اہلیت و لیاقت رکھتا ہو پھر حالت بدل جائے اور وہ لیاقت و اہلیت باقی نہ رہے جیسا کہ ہم رات دن ہزارہا اشخاص کو دیکھتے ہیں کہ ایک وقت میں تقویٰ و طہارت زہد و عبادت سے تسبیح و اطاعت ہے اور کچھ عرصہ بعد ابلیس کا ساتھی بن جاتا ہے بلکہ ہمارے اس دعوے کے لئے بخود معلم الملکوت کی سابقہ حالت کافی ہے ظاہر ہے کہ ایسا شخص پہلی حالت میں مسند خلافت کا اہل ہوگا اور تغیر احوال کے بعد اس کی اہلیت باقی نہ رہے گی۔

(۴) امام عام اور خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنا اور چیز ہے اور اس کی بیعت سے الگ ہو جانا یعنی بیعت سے عائد شدہ ذمہ داری کو واپس کر دینا دوسری چیز ہے۔ جیسا کہ نقض عہد یعنی وعدہ خلافی اور چیز ہے اور تبنیذ عہد یعنی معاہدہ کو واپس کر دینا دوسری چیز ہے۔ معاہدہ کر لینے کے بعد اس کی پابندی لازمی ہے اور معاہدہ باقی رکھتے ہوئے اس کی خلاف ورزی قطعاً ناجائز و حرام ہے معاہدہ کرنے کے بعد تبنیذ عہد یعنی معاہدہ کا واپس کر دینا مباح اور جائز ہے ارشاد ربانی ملاحظہ کیجئے

واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سوآء ، اور اگر تم کو ڈر ہو کسی (معاہدہ) قوم سے خیانت (بدعہدی کا) تو جواب دے دو تم برابر برابر۔

اسی طرح امام عام کی بیعت کر لینے کے بعد اس کے خلاف خروج کرنا اور بیعت کو باقی رکھتے ہوئے اس سے برسرپیکار ہونا ممنوع بالذات اور قطعاً حرام اور وقت ضرورت بیعت کا واپس کر دینا بذات خود مباح و جائز۔ اگر کوئی فاسق و بد اطوار خلافت پر قابض ہو جائے اور اس کے اقتدار میں اہل حقوق کے حقوق کا تعطل مظالم کی گرم بازاری احکام شرعیہ کی ادائیگی میں عوام کے تساہل کا ترقی پزیر ہونا اور عوام میں افعال ناشائستہ کا عام ہونا ظن غالب نہیں بلکہ ان امور کے واقع ہونے کا یقین ہے تو ایسے وقت اگر کوئی صاحب ہمت اٹھکر خلیفہ کا دامن پکڑ لے اور تخت سلطنت سے اتار دے اور کسی عادل و پرہیز گار کے ہاتھ پر بیعت کر لے تو ہمارا خیال ہے کہ کسی ذی شعور انسان کو اس صاحب عزیمت شخص کے اس مستحسن فعل پر مجال انکار نہ ہوگی ہاں اگر ایسا کرنے میں فتنہ برپا ہو جائے دین اور اہل دین کی آبرو ریزی ہو تو اس صاحب عزیمت کا یہ اقدام ذاتی طور پر نہیں مگر اس فتنہ کے عارض سے ممنوع ہو جائیگا۔

اور اگر صرف اپنی جان و مال اور اپنے متبعین ہی کو اس اقدام سے صدمات اور تکالیف سے دوچار ہونا معلوم ہوتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس قسم کا اقدام کرنا افضل اور عزیمت ہے اور یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ فتنہ و فساد کا اندیشہ جیساکہ واقعات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح خود اہل الرائے کی رائے و فکر کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص کو ایک اقدام میں اندیشے نظر آتے

ہیں اور اس کی ہمت کو پست کرتے ہیں تو دوسرے شخص کو اسی اقدام میں کامیابی کی
امیدیں نظر آتی ہیں اور اسباب جہاد اس کی نظر میں کافی ہونے کی وجہ سے اس کی
ہمت کو بڑھاتی ہیں تو پہلے شخص کے لئے ایسا اقدام ناجائز ہوگا اور دوسرے شخص کے
لئے ایسا کرنا یقیناً مباح ہوگا۔

ان تمام مقدمات کو پیش نظر رکھ کر مداحین یزید کے غلط پروپگنڈہ کو سامنے
لائیے اور اندازہ کیجئے کہ اس پروپگنڈہ میں عصبیت کس قدر کارفرما ہے کہ بالفرض
اگر حضرت امام حسینؓ کا یزید کے پیچھے نماز پڑھنے کی کسی تاریخی روایت کو صحیح
بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یزید کے عدم فسق وفجور پر استدلال کرنا کیسے صحیح
قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ تغیر احوال کے ہزارہا مشاہدات ہمارے سامنے ہیں
خصوصاً آزاد و عیش پسند طبیعت جب خود مختار ہو جاتے عیش پرستی کے کونسے
وہ امور ہیں جن کو وہ نظر انداز کر دیتی ہے اور پھر یزید جیسا شخص جو کہ عباسی صاحب
کے اپنے قول کے مطابق کہ وہ ادب آرٹ کا مربی موسیقی کا سرپرست رہا ہو
اگر ایسے امور شنیعہ کی سرپرستی کرنے والا جناب کے نزدیک فاسق و فاجر نہیں بلکہ
متقی و پرہیزگار ہے تو پھر سب سے پہلے ان امور کے جواز کا فتویٰ دینا ضروری
ہوگا۔ حضرت امام حسینؓ و دیگر صحابہ کرامؓ کا یزید کے پیچھے نماز پڑھنے کا واقعہ تو
نظر آ گیا لیکن موسیقی و ادب و آرٹ جیسے حرام امور جن کی یزید سرپرستی کرتا رہا
نہ معلوم کیوں نظر سے بے نظر ہو گئے

رہا یہ کہ جب یزید کی خلافت منعقد ہو گئی تھی اور حضرت امیر معاویہؓ نے بھی
اس کو اپنا ولیعہد بنا دیا تھا اس کے باوجود حضرت حسینؓ نے اس کے خلاف

خروج کیسے فرمایا اس کا جواب مقامات مذکورہ میں دیکھیئے کہ حضرت امام حسین رضؓ
ہنوز یزید کی لزوم اطاعت سے بری تھے لیکن اگر لزوم اطاعت کو تسلیم بھی کر لیا
جائے تو پھر بھی اس کا فسق و فجور عیاں ہونے پر اس کی بیعت کو واپس کرکے ایسا
اقدام ہرگز قابل اعتراض نہیں سمجھا جا سکتا اور بعض ہمقاسے ترمان کا یہ فرمانا کہ چند
سالوں بعد اس کی ہولناکیوں کا اندازہ کرکے ایک شخص اٹھے اور ولا تلقوا
ایدیکم الی التھلکۃ کی پرواہ کئے بغیر جان لڑا دے اگر صحیح و درست
ہے تو پھر اہل مدینہ کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے گی جنہوں نے حضرت
حسین کا ساتھ دینے سے کانوں پہ ہاتھ دھر لئے تھے. جیسا کہ مضمون نگار نے
تحریر کیا ہے کہ جس کے خلاف اقدام خروج میں حضرت حسین کا ساتھ دینے سے
کانوں پر ہاتھ دھرتے تھے لیکن چند سال بعد وہی امر شنیع جو بقول مداحین
یزید امام عالیمقام کے لئے ناجائز و حرام تھا اہل مدینہ نے اپنے واسطے کیسے
اور کیونکر جائز قرار دے لیا اور اقتدار یزید کے خلاف اقدام خروج فرما کر
حضرت حسین رضؓ کے اتباع میں لا تلقوا ایدیکم الی التھلکۃ کی پرواہ کئے
بغیر (بقول مضمون نگار) اپنی جانیں لڑا دیں اسی طریقہ پہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ
و دیگر ساکنانِ بیت اللہ صحابہ کرام رضؓ و تابعین عظام رحؒ حضرات جنہوں نے یزیدی
فوجوں کے مقابلہ مکہ مکرمہ کے محاصرہ میں یزیدی لشکریوں کے منحوس ہاتھوں ہر
تکلیف کو گوارہ کیا حتیٰ کہ بیت اللہ پر سنگ باری جیسا قابل لعنت فعل بھی گوارہ کیا
لیکن برضا و رغبت اقتدار یزید کو قبول کرنا برداشت نہ کیا کے متعلق کیا کہا
جائے گا کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرات بیت اللہ کی بے حرمتی خود کرواتے رہے

اگر سیدنا امام حسینؓ کے صحیح اقدام کو ہلاکت پر محمول کر کے لا تلقوا اید یکم الی التھلکۃ کی خلاف ورزی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر اہل مکہ کے مذکورہ فعل کو ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب کے خلاف کیوں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان حضرات کے صحیح و جائز افعال کو احکام اسلامی کی خلاف ورزی کا نتیجہ قرار دیا جانے لگا تو پھر اسلام کہاں رہا نہ مدینہ والے اور نہ ہی مکہ والے صحیح معنی میں مسلمان کہلا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے توسط سے پہنچا ہوا دین صحیح ہو سکتا ہے العیاذ باللہ

ہاں مداحین یزید کی تحقیق کے پیش نظر اگر صحیح معنی میں عامل بالحدیث والقرآن ہو سکتے ہیں تو وہ اہل کوفہ ہیں جنہوں نے حضرت حسینؓ سے بے وفائی کر کے چودہویں صدی کے یزیدیوں کے امیر المومنین یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کر کے احکام اسلامی کی بجا آوری کا مکمل نقشہ پیش کیا۔

اہل نظر خواہ مکہ مکرمہ کے ہوں اور یا مدینہ منورہ کے امام حسینؓ کو تو اقدام خروج سے روکیں تنبیہ کریں ساتھ دینے سے کانوں پہ ہاتھ دھریں لیکن خود لم تقولون مالا تفعلون کی پرواہ کئے بغیر خود اسی اقدام کا مظاہرہ کریں اگر یہ احکام اسلامی کی تضحیک نہیں تو اور کیا ہے یہ چودہویں صدی کے سفہاء زمانہ کی تحقیق کا ثمرہ ہے ورنہ حقیقت بالکل واضح ہے آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ اگر واقعی امام حسینؓ کا اقدام قابل مذمت ہے تو پھر اہل مدینہ و اہل مکہ کیوں قابل ستائش ہیں۔ کیونکہ اقدام خروج میں سب شریک ہیں فرق صرف زمانہ کے تقدم و تاخر کا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے اقدام کو غلط کہنے والے گردو پیش

اور اس کے نتائج و مضرات پر قطعاً توجہ نہیں کرتے کیسا کریں جبکہ قرآن کا فیصلہ ذلك مبلغهم من العلم ان جیسے افراد کے لئے موجود ہے۔
اگر سیدنا امام حسین کے اقدام کو خروج حرام و ناجائز پر محمول کیا جائے تو اس صورت میں آپ کو شہید کی بجائے مقتول تسلیم کرنا پڑے گا۔ العیاذ باللہ - !
اس لئے کہ خلیفہ وقت کے خلاف عملی اقدام بغاوت ہی شمار کیا جائیگا "تاوقتیکہ عملاً اس کی بیعت کا اظہار نہ کرے۔
کسی شخص کو میدان عمل سے نکالنے کے لئے عمل ہی کارآمد ہو سکتا ہے محض زبانی اقرار اہل نظر جانتے ہیں ہرگز مفید نہیں ہو سکتا۔ لہذا مداحین یزید کی تحقیق کے مطابق جب حضرت امام حسین رضی اقدام خروج کے ناجائز وحرام فعل کے مرتکب ہو کر میدان عمل میں کود پڑے تو اس وقت تک وہ باغی ہی شمار کئے جائیں گے جب تک یزید یا اس کے نمائندہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت یزید کا عملی ثبوت پیش نہ کریں۔ لیکن وہ بجائے بیعت کے اہل کوفہ کی بے وفائی کے پیش نظر کوفہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ جانے کا راستہ مانگتے ہیں لیکن یزید کے لشکری بجائے راستہ دینے کے نمائندہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کا مطالبہ کرتے ہیں اگر تین شرائط کے پیش فرمانے کو اپنے موقف سے رجوع پر محمول کرنا صحیح ہے تو پھر حضرت امام حسین رض کا نمائندہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری و لازمی تھا اس لئے کہ اس کے نمائندہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا اسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے نزاکت وقت

کے پیش نظر آپ کا فوری بیعت ہونا ضروری تھا لیکن آپ کا بیعت سے انکار فرمانا اس چیز کا بین ثبوت نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ بیعت یزید کے انتہائی درجہ کے مخالف تھے۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر امام عالی مقام کا یہ اقدام بغاوت تھا جیسا کہ مداحین یزید کا دعویٰ ہے کہ آپ کی موت حالت بغاوت ہی میں واقع ہوئی ہے تو پھر آپ شہید کیسے اور کیونکر تسلیم کئے جا سکتے ہیں، یہ مداحین یزید کی غلط ریسرچ کا ثمرہ ہے۔ ورنہ حقیقت نیمروز کی طرح واضح ہے کہ امام عالیمقام کا اقدام بالکل جائز و درست تھا جہاں کسی قسم کا شک و شبہ کرنا آپ کے بارے میں ارشادات نبوت کی تغلیط کے مترادف ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے اور یہ کہنا کہ یہ آپکی اجتہادی غلطی تھی جیسا کہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلاف میدان میں نکل پڑے تھے بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہے اس لئے کہ وہاں خلافت میں نزاع نہ تھا محض حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مسئلہ اس قدر الجھا کہ نوبت جنگ و جدال تک جا پہنچی اور جو امور ان حضرات کو حضرت علی المرتضیٰ کے مدمقابل کھڑا کرنے کا سبب بنے وہ ابتدا کتاب میں ذکر کئے جا چکے ہیں لیکن یہاں حضرت امام حسینؓ کے بارے میں اجتہادی غلطی کا دعویٰ اسی صورت تسلیم کیا جا سکتا ہے جب ایسے دلائل موجود ہوں جن کو بنائے اجتہاد قرار دے کر خطائے اجتہادی پر محمول کیا جائے۔ لیکن یہاں تو مداحین یزید نے جس قدر دلائل فراہم کئے ہیں ان تمام دلائل کا ماحصل یہ ہے کہ آپ کا اقدام خروج احکام اسلامی کے صریح خلاف جبکہ تمام امت خلافت یزید

پر متفق ہو چکی ہو اور کردار یزید بھی ہر حیثیت سے بے داغ ہو محض طلب حکومت و خاندانی وراثت کے حصول کی خاطر قدم اٹھانا بغاوت نہیں تو اور کیا ہے. طلب دنیا کی خاطر احکام اسلامی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے متفق علیہ خلیفہ کے خلاف قدم اٹھانا کیونکر خطائے اجتہادی پر حمل کیا جا سکتا ہے

تو اسکا لازماً یہی نتیجہ نکلے گا کہ اس تحقیق کے پیش نظر امام حسینؓ کی شہادت کا اثبات ناممکن ہے اس لئے کہ امام عالیمقام کے اقدام خروج کے ناجائز وحرام ہونے کی صورت میں آپکی شہادت کا اثبات بیعت یزید کے ثابت کئے بغیر اہل بصیرت حضرات کے نزدیک اپنی سفیہانہ دو رنگی چال کا ثبوت دینے کے مترادف ہے جو عقلاء کی شان سے بعید ہے ورنہ یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی بھی ہو اور صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ کی مخالفت بھی ہو اور پھر خطائے اجتہادی کا نعرہ بھی بلند کیا جائے کیونکہ خطاء اجتہادی میں احکام اسلامی کی مخالفت کا دعویٰ کرنا ہی اپنی جہالت کی سند پیش کرنے کے مترادف ہے جیسا کہ اہل علم حضرات سے یہ چیز پوشیدہ نہیں ہے-!!

رہی یہ بات کہ جب عباسی ریسرچ کے مطابق امام عالیمقام کی شہادت کا اثبات ناممکن ہے اس کے باوجود مداحین یزید اس مثال کا مصداق

بغل میں چھری منہ میں رام رام

اپنے آپ کو بنا کر کس خوف سے امام حسینؓ کی شہادت کا اقرار کر رہے ہیں. ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ہماری غرض صرف اس قدر ہے. کہ

عباسی نظریہ کے پیش نظر حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا افتراء محض قوم کو فریب و دھوکہ دے کر احکام اسلامی کی تضحیک و رقابت خاندانی کے خبیث شجرہ کی آبیاری کرنا کس قدر بدترین فعل ہے جو شرافت انسانی کے حسین چہرہ پر بدنما دھبہ ہے۔

باقی رہا ہمارے ہاں کے فاضل موصوف کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مغفور لہم سے یزید کے ولی اللہ ہونے کا استدلال اس کا مفصل جواب کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے یہاں صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ بعض اعمال صالحہ پر وجوب جنت یا مغفرت وغیرہ کے جو الفاظ حدیث میں وارد ہیں اس کا کیا مفہوم ہے اس کے متعلق ہم اپنی رائے پیش نہیں کرتے بلکہ آئمہ تحقیق کی نظر دقیق کا ثمرہ پیش کرتے ہیں تاکہ نابینوں کی آنکھیں کھل جائیں اور بے بصیرت افراد بابصیرت ہو جائیں اور غلط پروپیگنڈہ کرنے والے حضرات اپنی دو رنگی چال پر نظر ثانی کریں۔ اس کی تحقیق ملاحظہ کریں

(بعض اعمال صالحہ پر وجوب جنت)

اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی نے جو تحقیق پیش فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی احادیث جنہیں بعض اعمال صالحہ پر وجوب جنت یا مغفرت وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں انکی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حیثمی نے ابو کریب سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرت امام حسنؓ لعد

امام حسین کے لئے ہے اور اہل بیت میں ان کے لئے ہے جو خدا کی اطاعت کریں۔ اور اسی قسم کی حدیثیں جو اہل بیت کے فضائل میں وارد ہیں ان کی نظیر صحاح ستہ وغیرہ کی بہت سی حدیثوں میں مروی ہے جن میں خاص خاص عمل صالح کرنے والے پر وجوب جنّت یا حرمت نار یا دخول جنت یا برأت عذاب نار وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حدیث کی کتابوں کے دیکھنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے پس لازم آتا ہے کہ ان اعمال صالحہ کے اصحاب بھی اگرچہ سیکڑوں کبائر کریں کبھی جہنم میں داخل نہ ہوں یا وہ لوگ سوٓ خاتمہ سے آمن ہو جائیں اور اس عمل صالح کی برکت سے جو ان سے صادر ہوا ہے یہ سمجھ لیں کہ ہم کو خوف نہیں ہے ہمارا خاتمہ خواہ مخواہ بخیر ہی ہو جائیگا اور اس حدیث کے حکم کے مطابق ہم کو نجات ضرور حاصل ہو گی. حاشا وکلا فقہا و محدثین و علمائے معتبرین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے ۔ فتاوی عبدالحی جلد سوم۔ با صفحہ نمبر ۲۱۳ -!

حضرت مولانا عبدالحی رح نے اس میں یہ وضاحت فرمادی کہ وجوب جنت یا حرمت نار وغیرہ کے الفاظ جو بعض اعمال صالحہ پر استعمال ہوتے ہیں وہ اطاعت خداوندی کے ساتھ مشروط ہیں کہ ان اعمال صالحہ کے اصحاب کے لئے جنت ضروری اسی صورت میں ہے جبکہ ان کی تمام زندگی اطاعتِ خداوندی میں گذری ہو نہ یہ کہ ادب و آرٹ کا مربی اور موسیقی جیسے حرام امور کے یزید جیسے سرپرست و عیاش شخص کے لئے بھی اگر کہیں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہوں وہ بھی حدیث کے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے

ضرور جنتی شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرقہ یزیدیہ کا دعویٰ ہے ورنہ ہر شخص کو جنتی تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ کتاب میں دوسری جگہ گذر چکا ہے۔

لیکن یزید جیسے رسوائے زماں شخص کے بارے میں وجوب جنت و بشارت مغفرت کا پروپیگنڈہ کرنا جبکہ اس کے دورِ اقتدار کی مکروہ یادگاریں تاریخی صفحات پر ثبت ہوں۔ مثلاً خاندانِ نبوت کا قتلِ عام۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی اور ساکنانِ مدینۃ الرسول کے خون کو پانی سے زیادہ ارزاں کرنا جن کو خوف زدہ کرنیوالے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید بلکہ لعنت فرمائی ہے۔

ایسے مکروہ کارنامے ہیں جن کی موجودگی میں مغفرتِ یزید کا پروپیگنڈہ درحقیقت شعائر اللہ کی عظمت مٹانے کے مترادف ہے جس کا تصور بھی اہلِ بصیرت کے نزدیک جرم سے کم نہیں۔

برأتِ یزید کا دعویٰ

اس کے بعد فاضل مصنف کے اس دعویٰ کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں جس میں یزید جیسے رسوائے زماں شخص کو تمام عیوب و افعال غیر شرعیہ سے بری قرار دینے کو ضروری کہا گیا ہے اس کی برأت کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ان افعال غیر شرعیہ کے ارتکاب کا ہی انکار کر دیا جائے ــ کہ یزید نے ایسا کیا ہی نہیں لیکن یہ صورت تو مشکل ہے اس لئے کہ واقعات کا انکار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خصوصاً اس وقت

جبکہ خود عباسی صاحب یزید کے متعلق حرام و ناجائز امور کی سرپرستی کا اقرار کر رہے ہوں۔

برأت کی دوسری صورت یہ ہے کہ ان امور کے جواز کا فتویٰ دیا جائے جن کا یزید نے ارتکاب کیا ہے اب دیکھئے ہمارے ہاں کے مفتی کون سی صورت اختیار فرما کر برأت یزید کے فرائض کی سرانجام دہی فرماتے ہیں۔ عباسی صاحب کے اقرار کے ہوتے ہوئے کہ وہ خود شاعر تھا موسیقی کا ذوق رکھتا تھا اہل ہنر اور شعرا کا قدر دان اور ادب و آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔ خلافتِ معاویہؓ و یزید صفحہ ۳۲۵ اسکا انکار کرنا تو بے لاگ ریسرچ کی عظمت کا انکار تصور کیا جائے گا اس لئے اقرار ہی کرنا پڑے گا اب برأت یزید کی یہی صورت ہے کہ موسیقی جیسے حرام امور کے جواز کا فتویٰ دیا جائے یا پھر اہل حق کے مسلک کو اختیار فرما کر اپنے غلط نظریات سے رجوع فرمانے کا اعلان کیا جائے۔

چیلنج مباہلہ

فاضل موصوف نے جو چیلنج مباہلہ دیا ہے وہ صرف ہم کو ہی چیلنج نہیں بلکہ تمام اہلسنت والجماعت کو چیلنج ہے اس لئے کہ یزید کے بارے میں میرا نظریہ اپنا خود ساختہ نہیں بلکہ راقم الحروف ہر اسلامی نظریہ میں اپنے اسلاف کے اتباع کو ہی نجات کی واحد صورت سمجھتا ہے لہذا میرا دعویٰ تو اسلاف کے نظریہ کو برحق سمجھتے ہوئے اس کی ترجمانی ہے۔ مجھ کو چیلنج کرنا گویا

تمام اسلاف کے نظریہ کو چیلنج ہے۔ جیسا کہ خود علماء دیوبند حضرات کے بلاے
میں یہ کہہ کر کر ان کا فتویٰ تاریخی معاملہ میں ہم پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے مسلک کو
تاریخی حیثیت دے کر اس کی تغلیط کر رہے ہیں یہ ہیں چودہویں صدی کے
محققین سے علم کی قابلیت کا حال کہ یزید پلید کی مغفرت اور اس پر لعنت نہ
کرنے بلکہ دعاء رحمت کرنے کے بارے میں خود تو قرآن و حدیث پیش کریں
لیکن جب اسلاف کے نظریہ کو قبول کرنے کے متعلق دریافت کیا جائے تو اس
وقت اسی نظریہ کو محض تاریخی حیثیت دے کر کہ اس کا قرآن و حدیث سے کوئی
تعلق ہی نہیں اس کی تردید کریں کیا یہ اذا مدح الفاسق اھتز اعرش الرحمان
کہ جب فاسق آدمی کی تعریف کی جاتی ہے تو عرش الٰہی کانپ جاتا ہے یزید جیسے
رسوائے زمان شخص کی تعریف کا تو نتیجہ نہیں ہے کہ خود مجتہد مطلق کی طرح اتقائے
یزید کا اثبات قرآن و حدیث سے پیش کریں لیکن اتباع سلف سے آزادی
حاصل کرنے کیلئے اس کو تاریخ پر محمول کرکے نظریہ اسلاف کو غلط ثابت کیا جائے
فاضل موصوف نے یزید کے بارے میں جو طرز اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ یہی
نکلے گا کہ یزید کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا مسلک بالکل غلط اور خلاف
حقیقت ہے جس کو ہم ایک لمحہ کے واسطے قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں اس لئے
کہ یہ ایک تاریخی معاملہ ہے جس کی حقیقت بجائے سلف کے خلف زیادہ
پہنچان سکتے ہیں جیسا کہ عباسی صاحب کی ریسرچ اس کا بین ثبوت ہے۔
گویا کہ تمام سلف اس مسئلہ میں غلط راستہ پر چلتے رہے لاحول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر فاضل موصوف اہلسنت

والجماعت کے نظریہ کو صحیح و قابل عمل سمجھتے تو اس صورت طرز تحریر یوں
ہونا چاہیئے تھا کہ یزید کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے اور ان کے
دلائل اس بارے میں یہ ہیں اور تمہارا نظریہ یزید کے فاسق بالاتفاق اور کافر
مختلف فیہ ہونے کا غلط ہے اور مجھے اس کے ثبوت کا مطالبہ کر سکتے تھے کہ
اگر واقعی تمہارا نظریہ صحیح ہے کہ اہل سنت کا مسلک یزید کے متعلق یہی ہے کہ وہ
فاسق بالاتفاق اور کافر مختلف فیہ ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں۔ لیکن بجائے طلب
ثبوت کے اس اصل متفق علیہ فسق یزید کے نظریہ کو لایعنی دلائل سے غلط ثابت
کرنے کی کوشش کرنا اس کا ثبوت نہیں کہ جناب والا کو اہل سنت والجماعت
کا متفق علیہ نظریہ ناقابل برداشت ہے اور جو شخص اہل سنت والجماعت کے
متفق علیہ عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھے اس کے بارے میں کیا حکم ہے وہ ملاحظہ کیجئے

متفق علیہ عقیدہ کی مخالفت کا ثمرہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کا
اس بارے میں فتویٰ ملاحظہ کیجئے مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت
کے عقائد کی دو قسمیں ہیں (الف) متفق علیہ یعنی جن پر تمام اہل سنت متفق ہوں
اس قسم کے عقائد میں جو شخص خلاف عقیدہ رکھیگا وہ فاسق (فی العقیدہ) اور
متبدع کہا جائے گا۔ جیسا کہ شیعہ، خوارج، نواصب معتزلہ اور مرجیہ وغیرہ
ماخوذ از رسالہ "تذکرہ دیوبند اکتوبر ۵۶ء"۔ حضرت مولانا کے اس فتویٰ
کے مطابق جو شخص بھی اہل سنت کے متفق علیہ عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھے

وہ شیعہ و خوارج و نواصب وغیرہ کی طرح اہل سنت سے خارج سمجھا جائے گا
اب ہمارے ہاں کے فاضل موصوف ہوں یا دوسری جگہ کے مداحین یزید ہوں
اس فتوی کے پیش نظر سب اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھے جائیں گے خصوصاً
ہمارے ہاں کے فاضل موصوف جو یزید کی شان میں قصیدے لکھ کر اس کو دنیا میں سب
سے زیادہ مظلوم انسان ثابت کرنے میں معروف رہتے ہیں اور جن کا یہ دعویٰ
ہے کہ یزید کے امیر المومنین ہونیکا اسٹیج پر بیان کرنا فرض ہے اس کے باوجود بھی اگر
ایسا نظریہ رکھنے والا شخص اہل سنت سے خارج نہیں تو پھر دوسرے فرقوں کا کیا قصور
کسی نظریہ کے غلط یا صحیح ہونے کا مدار محض اسی پر نہیں کہ یہ نظریہ دلائل کے کمزور
یا نہ ہونے کی بناء پر غلط یا دلائل کے پائے جانے کی بناء پر صحیح ہے بلکہ کسی نظریہ کے
داخلی دلائل کے علاوہ اس کی صحت کے لئے ایک خارجی دلیل کا پایا جانا ضروری
ہے بلکہ اس خارجی دلیل کو ان تمام دلائل کے پرکھنے کی کسوٹی کہا جائے تو بجا ہے۔ کہ
کسی نظریہ کی صحت کے دلائل خواہ کتنی کثرت سے دیئے جائیں ان تمام کے
پرکھنے کی کسوٹی صرف ایک ہے۔ جس کے نظر انداز کرنے کی وجہ سے فرق باطلہ
کا آغاز ہوا۔ قبل ازیں کہ معیار حق کا تذکرہ کیا جائے اولاً ہم فرق باطلہ پیدا ہونے
کے اسباب ناظرین کرام کی خدمت اقدس میں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ عوام
الناس فرق باطلہ کی معرفت حاصل ہونے پر اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھ سکیں۔

فرق باطلہ کا نقطہ آغاز

کثرت فرق کی پیش گوئی تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی کہ

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی ایک جماعت کے سوا تمام دوزخ میں جائیں گے اس میں تو کثرت فرق کا ذکر ہے کہ فرق باطلہ کثرت سے پیدا ہوں گے لیکن ان کے پیدا ہونے کا نقطۂ آغاز کہ جس کی وجہ سے وہ جماعت اہل حق سے کٹ کر الگ ایک گروہ کی شکل میں ظاہر ہوا تمام فرق باطلہ میں جو چیز بقدر مشترک پائی جاتی ہے وہ آزادی رائے ہے جو ہر باطل پرست گروہ کا نقطۂ آغاز ہے۔ جس قدر گروہ و فرقے اہل اسلام میں پائے جاتے ہیں ان تمام کی ابتدا اسی نقطہ سے شروع ہوتی ہے۔ آزادی رائے سے تحریف معنوی و تفسیر بالرائے کا دروازہ کھلتا ہے جس کے کھولنے سے شارع علیہ السلام نے سختی سے منع فرمایا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے

یہی وہ چیز تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی خلافت کے وقت خوارج کا فتنہ اٹھا۔ ان الحکم الا للہ کی تفسیر بالرائے کر کے بارہ ہزار افراد ان کی اطاعت سے نکل کر خارجی بن گئے ان کے علاوہ اور جس قدر فرق باطلہ پائے جاتے ہیں مثلاً معتزلہ مرجیہ نواصب، قادیانیہ، اہل قرآن، شیعہ، یزیدیہ، بہائیہ، مودودیہ وغیرہ، ان تمام فتنوں کے ظہور کا یہی آزادی رائے کا بنیادی اصول ہے جو اسلامی نقطۂ نظر سے مہلک ترین سبب ہے۔

آزادی رائے کے غلط نظریہ نے ہی ہر کس و ناکس کو احکام اسلامی اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھالنے پر مجبور کیا اسی وجہ سے ہر پرست

جس طرح چاہتا ہے اسلامی نظریہ کو غیر اسلامی یا غیر اسلامی نظریہ کو اسلامی صورت میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ جس سے عامۃ المسلمین نہایت ہی مایوسی کے عالم میں سخت پریشان نظر آتے ہیں اسی بناء پر بعض حضرات تمام مذہبی فرقوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پھر ایسے حضرات ہی ان لوگوں کی مدح سرائی کرکے حوصلہ افزائی کرنے میں مصروف رہتے ہیں جو آزادی رائے کا رجحان پیدا کرکے فرقہ بندی کے سربراہ کہلاتے ہیں اس لئے کہ جدت پسند حضرات "کل جدید لذیذ" کے مطابق ہر جدید نظریات کے داعی کی آواز پر لبیک کہنے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور اسی کو اسلام کا واحد نمائندہ سمجھ کر اصل اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں لیکن اسلام نے آزادی رائے کے دروازہ کو قفل لگا کر جس طریقہ سے انسداد فرق کے اصول پیش فرمائے ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں یہاں صرف ایک اصول درج کیا جاتا ہے جس سے تمام فرق باطلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

انسدادِ فرق کی بحث

اسلام نے اس سلسلہ میں جس قدر وضاحت فرمائی ہے اس کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں اور نہ ہی انسدادِ فرق کے بارے میں تمام گوشوں کو یہاں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک وضاحت طلب طویل بحث ہے۔ جس کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔

یہاں ہم صرف اس مسئلہ کا تعارف کرانے کے لئے بقدر ضرورت

دلائل ذکر کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ملاحظہ کیجئے ان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ اور یہ ہے میرا سیدھا راستہ اس پر چلو دوسرے اور منحرف راستوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں اس بڑی شاہرہ سے جدا کر دیں گے۔

اس کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے

عن عبداللہ بن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال ھذا سبیل اللہ ثم خط خطوطاً عن یمینہ وعن شمالہ وقال ھذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان یدعو الیہ وقرء وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ الایہ مشکوۃ شریف۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ کھینچا حضور علیہ السلام نے ایک سیدھا خط پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر کھینچیں اس کے دائیں اور بائیں بہت سی لکیریں اور فرمایا یہ راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت پڑھی ان ھذا صراطی مستقیم فاتبعوہ

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انداز میں صراط مستقیم اور سبل متفرقہ یعنی شیطانی راستوں کی وضاحت فرمائی ہے اس سے سبل متفرقہ کی حقیقت نیم روز کی مانند سامنے آ گئی کہ ایک رحمانی راستہ کے علاوہ سب شیطانی راستے ہیں لیکن اس پر فتن دور میں جبکہ ہر

فرقہ اہل حق ہونے کا دعویدار ہو اس رحمانی راستہ کے پہچاننے کی آخر کیا شکل ہے اس کی معرفت کا جو طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا ہے وہ ملاحظہ کیجئے۔

وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔

اور تحقیق بنی اسرائیل تقسیم ہوئے بہتر فرقوں میں اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی ایک جماعت کے سوا تمام دوزخ میں جائیں گے صحابہ نے عرض کیا وہ کون سا گروہ ہے آپ نے فرمایا کہ جس راستہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجی کی تعین کی بجائے جبکہ سوال میں بھی اس کی تعین مقصود ہے ما انا علیہ واصحابی سے جواب عنایت فرما کر جس فتنۂ عظیم سے ملت اسلامیہ کو خبردار کیا ہے وہ اہل بصیرت حضرات سے پوشیدہ نہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر جواب یوں دیا جاتا۔

کہ فرقہ ناجی وہ ہے جو قرآن وحدیث سے اپنی زندگی کا نصب العین پیش کرے بظاہر اگرچہ یہ جواب صحیح و درست تھا لیکن حقیقت میں اس سے تحریف معنوی کا دروازہ کھلتا تھا اس لیئے کہ اس صورت میں ہر وہ شخص جو اپنی عقل سے اسلامی نظریات پیش کرکے اہل حق ہونے کا

مدعی ہو کر سامنے آئے جواب مذکورہ کے پیش منظر اس کے ناجی و ہدایت یافتہ ہونے کا یقین کرنا لازمی تھا تو اس صورت میں نہ تو اسلام تحریف معنوی سے محفوظ رہ سکتا تھا اور نہ ہی فرقہ ناجی کی تعیین حاصل ہو سکتی تھی اور اگر فرقہ ناجی کی تعیین اپنی ذات و صحابہ کرام کی ذوات مقدسہ سے فرماتے تو لازم آتا کہ صحابہ کرام رض کے بعد کسی کو اہل حق ہی نہ سمجھا جائے جو بالکل غلط اور خلافِ حقیقت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا پُر اسرار جواب عنایت فرمایا جس سے نہ تو تحریف معنوی کا دروازہ کھل سکتا ہے اور نہ ہی فرقہ ناجی کی تعیین و تشخیص میں کوئی اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے کہ کسی کے ناجی و ہدایت یافتہ ہونے کے لئے محض اس کے اپنے عقائد و نظریات کافی نہیں جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام کی جماعت کے تعامل سے اس کی تصدیق نہ کرائی جائے گویا حق کی علامت اہل حق کا تعامل ہے محض کسی کا کوئی نظریہ خواہ اس کی صحت پر کتنے ہی دلائل پیش کئے جائیں ہرگز قابل قبول نہیں تاوقتیکہ تعامل اہل حق سے اس کی تائید نہ کرائی جائے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ما انا علیہ و اصحابی سے تعبیر فرمایا ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی کوئی پیش کرے وہ سب گمراہی و ضلالت ہے۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعامل اہل حق کی اتباع کو لازم قرار دے کر جسطرح آزادی رائے کے رجحان کو ختم کر کے انسدادِ فرق باطلہ کا اصول پیش فرمایا ہے اگر اس کو نظر انداز نہ کیا جاتا تو آج ملتِ اسلامیہ میں جماعت اہل حق کے سوا اور کوئی

فرقہ نظر آتا تعامل اہل حق کے اتباع کو دوسری احادیث میں جس طرح لازم و ضروری قرار دیا گیا ہے اس کو ملاحظہ کیجئے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ وید اللّٰہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار وعنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر جمع نہیں کریگا اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے جماعت پر اور جو الگ داخل کیا جائیگا دوزخ میں اور انہی سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اتباع کرو سواد اعظم کی پس جو شخص الگ ہوا ڈالا جائے گا۔ دوزخ میں ان کے علاوہ اس بارے میں بہت سی احادیث میں جن میں اہل حق کے تعامل کو ضروری و لازمی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اسی چیز کو اس پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ کہ دکھا ہم کو سیدھا راستہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا۔ یعنی منعم علیہ حضرات کے راستہ کی درخواست کی گئی ہے لیکن منعم علیہ میں کون کون صاحب اوصاف شامل ہیں اس کی وضاحت قرآن کریم میں دوسری جگہ یوں بیان کی گئی ہے۔

فاولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

یعنی منعم علیہ حضرات کے راستہ کی اتباع ہی اخروی نجات کا واحد سبب ہے۔ آیت کریمہ میں چار گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ نکلیگا کہ ہم کو ان تمام حضرات کے راستہ کی رہنمائی فرما لیکن اگر کسی چیز کی وضاحت پیغمبر کی جانب سے نہیں ملتی تو صدیقین کے اسوۂ حسنہ کو دیکھا جائیگا اس کے بعد شہدا اور صالحین کے تعامل کو بطور حجت تسلیم کیا جائیگا جس میں تمام علماء اہل حق من حیث الجماعت شامل سمجھے جائیں گے اسی کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے کی ہے

ما انا علیہ واصحابی اتبعوا السواد الاعظم ید اللہ علی الجماعۃ

صحابہ کرام کی برگزیدہ جماعت کے بعد قیامت تک جماعت اہل حق کا ہر زمانہ میں باقی رہنا ضروری ہے جو انہی کے نصب العین کے مطابق اصول اسلامی کی وضاحت کرتے رہیں گے جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی فرمائی ہے

لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللہ وھم کذالک۔ (مسلم شریف)

یعنی میری امت سے ایک جماعت قیامت تک حق کے ساتھ غالب رہے گی۔ نہیں نقصان پہنچا سکے گا ان کو جو ان کی مخالفت کرے گا قیامت تک یہ خدمتِ دین میں مشغول رہے گی۔

اس حدیث میں جماعتِ اہلِ حق کے قیامت تک موجود رہنے کی پیش گوئی کے ساتھ ساتھ بر استہ لالی میدان میں ان کے غالب رہنے کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ وہ باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ غالب رہیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو زیر نہیں کر سکے گی۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے علماء اہلِ حق کی اتباع کو لازمی قرار دے کر آزادی رائے کے دروازے کو ہمیشہ کیلئے بند فرمادیا اسی کو ہم اتباع سلف سے تعبیر کرتے ہیں جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتبعوا السواد الاعظم وید اللہ علی الجماعت من شذ شذ فی النار کے الفاظ سے تعبیر کی ہے۔ بلکہ اسی سلسلہ میں ہم امام رازی کا قول پیش کرتے ہیں۔

اولاً اس آیت کریمہ کو سمجھ لیجئے جس کی تفسیر کے تحت امام فخر الدین رازی اپنی تحقیق پیش فرماتے ہیں۔

حقیقی اولی الامر علماء حقانی ہیں۔

آیت کریمہ ملاحظہ کیجئے

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

اے ایمان والو تم کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو پیغمبر اور اولی الامر جو تم میں سے ہو۔

کتب تفسیر میں اولی الامر کی تفسیر دو طرح سے آئی ہے [1] دنیاوی حکام

یعنی بادشاہان اسلام باعتبار۔ سیاست مدینہ اور دینی حکام یعنی علماء کرام ومجتہدین عظام باعتبار علم ظاہری اور شیوخ طریقت باعتبار علم باطنی مگر یہاں علماء کرام ومجتہدین عظام مراد لینا زیادہ راجح ہے کیونکہ دنیاوی حکام دینی احکام میں خود نہیں بلکہ علماء شریعت کے فتووں کی طرف محتاج ہیں لہذا علمائے شریعت دنیاوی حکام کے بھی حاکم ہوتے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مصری کے صفحہ ۳۳۴ ج ۳ میں فرماتے ہیں

وخامسها ان اعمال الامراء والسلاطین موقوفة علی فتاوی العلماء والعلماء فی الحقیقت امراء الامراء فکان حمل لفظ اولی الامر علیہم اولی۔

یعنی حکام اور سلاطین کے امور دینیہ علماء کے فتووں پر موقوف ہیں اور علماء درحقیقت حکام کے بھی حاکم ہیں لہذا (بقاعدہ علماء اصول المطلق اذا یطلق یراد بہ الفرد الکامل) لفظ اولی الامر سے علماء مراد لینا زیادہ راجح ہے

حضرت امام فخر الدین رازیؒ کی تحقیق کے مطابق علماء ربانی کی مخالفت درحقیقت احکام اسلامی کی مخالفت ہے اب مذکورہ بالا احکام اسلامی کو پیش نظر رکھ کر مداحین یزید کے طرز عمل کو دیکھیے کہ یزید کے بارے میں علماء اہل حق کے خلاف نظریہ پیش کرنا ایک لمحہ کے لئے صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ مذکورہ احکام اسلامی سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) آزادی رائے کی وجہ سے اس امت میں بہت سے

فرقے پیدا ہوں گے۔ ایک جماعت کے ماسوا تمام دوزخ میں جائیں گے

(۲) جماعت اہل حق اسی شاہراہ پر سفر کرنیوالی جس کی حدود اربعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تعامل سے معین ہو چکی ہیں ہر زمانہ میں قیامت کے قائم ہوتے تک موجود رہے گی۔

(۳) جماعت اہل حق ہر نظریہ میں مصیب و برحق سمجھی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہر غلطی و لغزش سے اس کی حفاظت فرماتی ہے اس لئے گمراہی پر اس کا اجتماع محال ہے

(۴) ہر شخص پر لازم ہے کہ ہر معاملہ میں جماعت کی اتباع کرے کسی ایک نظریہ میں بھی جماعت کی رفاقت کو ترک کرنا جہنم میں جانے کے مترادف ہے اور حقیقی اولی الامر یہی حضرات ہیں۔

ان نتائج کے پیش نظر کوئی ایسا نظریہ جو جماعت اہل حق کے خلاف ہو سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔ ایسا نظریہ پیش کرنے والا ضال و مضل ہے جو ارشادات نبوی کے مطابق جہنم کی طرف جا رہا ہے۔

کسی نظریہ کی صحت و عدم صحت کو پرکھنے کے لئے جماعت اہل حق کے تعامل کی کسوٹی ہے جو ہر زمانہ میں تمام عقائد و نظریات کے اتحاد و اتفاق کی لڑی میں منسلک ہو کر سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے۔

لہذا جماعت اہل حق کی مخالفت کی صورت میں کوئی نظریہ صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ اس کی صحت پر کتنے دلائل پیش کئے جائیں

یہ ہے انسدادِ فتن کا اصول اسلامی جس سے ملت اسلامیہ بے پرواہ ہونے کی وجہ سے افتراق و انتشار کا شکار ہوئی اگر انسدادِ فتن کے اصول کو اپنایا جاتا تو آج ملتِ اسلامیہ میں کوئی فتنہ نظر نہ آتا جو نظریہ برحق و اسلامی ہوگا وہ ہر زمانہ کے علما تعامل سے تصدیق ہوتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر منتہی ہوگا جو ایسا نہیں وہ نظریہ غیر اسلامی ہوگا۔ جماعت اہل حق جو حقیقی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح جانشین ہے وہ اہل سنت والجماعت ہے جس کے حقیقی ترجمان اس وقت حضرات علماء دیوبند ہیں جو ہر جگہ خدمتِ اسلام میں مصروف ہیں اب اس بحث کے پیش نظر اہل سنت والجماعت کا یزید کے بارے میں نقطۂ نظر صحیح قرار دیا جائے گا۔

یزید کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا نظریہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ فسق یزید پر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اب یہ کہ اس کے خلاف نظریہ پیش کرنے والے کی مذکورہ بحث کے پیش نظر کیا پوزیشن ہے اور اس کے نظریہ کا کیا مقام ہے اس کا فیصلہ ناظرین کرام خود کریں۔

اتقائے یزید کے اثبات میں ہمارے ہاں کے فاضل موصوف بہت پیش پیش ہیں جو اس پر چیلنج مباہلہ بھی دے چکے ہیں۔ مداحین یزید کی خدمتِ عالیہ میں گذارش ہے کہ وہ اہلِ سنت کے بارے میں اپنی پوزیشن کی وضاحت کریں کہ آپ ان حضرات کو اس نظریہ میں گمراہ سمجھتے

ہیں یا کہ برحق اگر وہ برحق ہیں یقیناً برحق ہیں پھر آپ کون ہوئے اگر وہ گمراہ ہیں پھر آپ اپنا روحانی نسب نامہ صحیح ثابت کریں تاکہ عوام الناس دھوکہ میں نہ رہیں۔

عباسی عالم کی کِذبؒ بیانی

اس سلسلہ میں ہم نے جب دارالعلوم دیوبند سے ان کے متعلق فتویٰ منگوایا تو فاضل موصوف کو بھی جوش آیا کہ ان کے خلاف فتویٰ منگوا کر اپنی پوزیشن کو بحال کیا جائے کیونکہ ہمارا فتویٰ آنے پر فاضل موصوف کا پروپیگنڈہ یہ تھا کہ انہوں نے ہمارے متعلق سوالات غلط دیئے ہیں حالانکہ اس وقت ہمارے پاس انکی کوئی تحریر نہ ہونے کی بناء پر ہم نے بہت نرم سوالات لکھ کر فتویٰ منگوایا تھا۔ جس کا اندازہ ان کے مذکورہ نظریات وفتویٰ کے سوالات کا مقابلہ کرنے سے بآسانی ہو سکتا ہے۔ اب ان کے اپنے دست مبارک سے تحریر شدہ یزید پلید کے بارے میں نظریات ہم نے فریضہ اسلامی سمجھتے ہوئے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں اگر کسی نے ان کی اصلی تحریر ملاحظہ کرنی ہو وہ ہمارے پاس موجود ہے ہم نے اس وقت جو سوالات لکھ کر فتویٰ منگوایا وہ آخیر کتاب میں منسلک ہے لیکن ان کے بعد کے تحریر شدہ نظریات کے پیش نظر ان کی پوزیشن کے متعلق حکم شرعی سخت ہو جائیگا اس کی اگر کسی کو ضرورت ہو تو وہ مذکورہ نظریات کے حامل کے بارے میں علمائے کرام کی جانب رجوع کرے

لیکن فاضل موصوف نے فتوی حاصل کرنے کے واسطے جو سوالات مفتی دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں روانہ کئے وہ مندرجہ ذیل مکتوب میں ملاحظہ کیجئے

ایک خط اور اس کا جواب

(از حضرت مفتی اعظم مولانا سید مہدی حسن صاحب دارالعلوم دیوبند)

حضرت مفتی صاحب دامت معالیہم السامیہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی - پس از سلام الوعت الاحترام - عرض رسائے خدمت سامی ہے کہ یہاں چوک میں سال بسال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جناب میں اسائت ادب کی جاتی تھی میں ہر سال مسجد میں مدافعت کرتا تھا اور وہ کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی لہذا میں نے مجبور ہو کر ان مشائخ کے مذکورہ بالا عبارتوں کو (جو سائل کی دوسری تحریر میں ہے) سامنے رکھ کر یزید کی بھرے مجمع میں مدافعت کرنی شروع کر دی اور بقول امام غزالی بحوالہ کتاب رحمۃ اللہ کی اجازت کا بیان لاتسبوا الاموات وغیرہ احادیث اور لاتجعل فی قلوبنا غلا وغیرہ آیات سے استناد و استشہاد شروع کر دیا اس طرح روافض سے انتقام لیا کہ ملک بھر میں شیعوں میں کہرام مچ گیا. مگر جو......... مجھ سے خطابت پہلے سے جیتنا چاہتے تھے انہوں نے میرے خلاف فتوی حاصل کر نشر و اشاعت شروع کر دی.........اب آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جہاں تاریخ الخلفاء میں یہ موجود ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے امیرالمومنین کہنے والے کو بیس کوڑے لگوائے کیا یہ راوی حدیث ہے کیا وہ معتبر رجال

میں ہے اتنی بہت سی قدماء کی عبارت ہوتے ہوئے کیا ایسی روایت قابل استناد ہے .... اب انہیں زریں موقع مل گیا ہے میرے خلاف ہر جگہ فتویٰ دکھلتے پھر رہے ہیں کیا ابن تیمیہؒ امام غزالیؒ، حافظ ابن کثیرؒ اکابر نے جھوٹ بولا ہے مغفور لہم حدیث شیخ البحر اور بخاری کے اور جبوا میں یزید کا استثناء ہے براہِ کرم نوازی جواب تفصیل سے مرحمت فرمائیں۔

والسلام مع الوف الاحترام ......خطیب ..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب :-

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

خیریت کا طالب و دعاگو۔ یاد فرمائی کا شکر گزار۔ جن امور کے متعلق تحقیق منظور ہے۔ ان کی تحقیق کا اہل نہیں۔ عدم الفرصتی دوسرا عذر لنگ۔ مطالعہ کتب سے عاجز پھر یہ امور وہ ہیں جن کی تحقیق و تشریح اجمال و تفصیل حق و صواب غلط باطل کی تمیز پر سالہا سال پہلے ہو چکی ہے متقدمین و متاخرین۔ محدثین و فقہاء۔ مورخین و مصنفین اور مؤلفین طبقات رجال وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سب کچھ بیان کر چکے ہیں اس سے زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے، ہم سب پہلوؤں کے خوشہ چیں مقلد ہیں آپکی تحریر کی وجہ سے کچھ عرض کرتا ہوں۔ اقول بحول اللہ وقوتہ و ھوالملھم لصدق والصواب غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب "۔ تاریخ الخلفاء میں جو واقعہ

مذکور ہے آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں کیا راوی حدیث ہے کیا وُہ معتبر رجال میں ہے کیا ایسی روایت قابل استناد ہے تو گذارش ہے کہ یزید کی تکفیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور اہل سنت اسے کافر نہیں کہتے اس کے فسق پر تقریباً سب متفق ہیں۔ حافظ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں کوڑے لگوانے کا جو واقعہ خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ کا نقل کیا ہے۔ ان سے پہلے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تہذیب التہذیب کے جلد ۱ صفحہ ۳۶۱ میں اسی واقعہ کو نقل کیا ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

وقال یحیٰی بن عبد الملک بن ابی غنیۃ احد الثقات حدثنا نوفل بن ابی عقرب ثقۃ قال کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید بن معاویۃ فقال قال امیر المومنین یزید فقال عمر تقول امیر المومنین یزید فامر بہ فضرب عشرین سوطا انتہی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سیوطی سے مقدم ہیں اور حافظ ابن حجر سے پہلے صاحب تہذیب الکمال محدث مزی ہیں تہذیب الکمال میں یہ واقعہ مذکور ہے اسی سے حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ تہذیب الکمال کا یہ خلاصہ تہذیب التہذیب ہے حافظ ابن حجر کی عادت ہے کہ کچھ اپنی طرف سے زیادہ کرتے ہیں تو اس کو لفظ قُلتُ سے تعبیر کرتے ہیں جس کا علم دیباچہ تہذیب التہذیب سے ہو سکتا ہے۔ یہاں ایسا نہیں کیا۔

جس سے ثابت ہے کہ واقعہ تہذیب الکمال میں مذکور ہے محدث یحییٰ بن عبد الملک بن ابی غنیۃ الکوفی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے رجال میں داخل ہیں ثقہ صالح الحدیث ہیں۔ یحییٰ بن معین، محدث عجلی، امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، دارقطنی وغیرہ محدثین نے انکے ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے جو تہذیب التہذیب کے جلد گیارہ صفحہ ۲۵۲ میں موجود ہے۔ اسی لئے حافظ ابن حجر نے ان کے نام کے ساتھ ان کی صفت بیان کر دی اور احد الثقات کہدیا کہ ثقہ راویوں میں سے یحییٰ بن عبد الملک ایک ثقہ راوی حدیث ہیں ان کے شیخ نوفل بن ابی عقرب ہیں وہ بھی ثقہ ہیں جس کی تصریح خود حافظ ابن حجرؒ نے کر دی ہے نوفل نے یحییٰ بن عبد الملک سے بیان کیا کہ میں عمر بن عبد العزیز کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین یزید نے کہا تو فوراً خلیفہ نے کہا تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے۔ پس خلیفہ نے بیس کوڑے مار دینے کا حکم کیا اس کو بیس کوڑے مار دیئے گئے اگر واقعہ غلط ہوتا تو اپنی عادت کیمطابق حافظ ابن حجر ضرور اس پر ریمارک کرتے حافظ ابن حجر کی توثیق کے مقابلہ میں کوئی دوسرا مخالف موجود نہیں ہے تو پھر ثبوت میں تردد کیا ہے پس معلوم ہوا کہ یحییٰ بن عبد الملک اور نوفل دونوں ثقہ ہیں۔ راویان حدیث میں داخل ہیں اور روایت قابل اسناد ہے اصول الجنون فنون تسلیم شدہ ہونے کی بنا۔ پر ایک بات یاد آگئی اسے بھی یہاں ذکر کردوں کتاب خلافت معاویہؓ و یزید کے مؤلف عباسی

صاحب نے اس واقعہ کو تو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا لیکن کمال دجل و فریب سے کام لے کر حافظ ابن حجر اور محدث یحیٰی بن عبدالملک پر افتراء کیا کہ محدث یحیٰی نے یزید کو ثقہ کہا ہے اور حافظ نے تہذیب میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے سچ ہے ....

باندھی ہے سب نے زیر فلک جھوٹ پر کمر
شاید بگڑ گیا ہے کہیں ماٹ نیل کا

دیکھئے کتاب خلافت معاویہؓ و یزید جس کی یہ عبارت ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ احادیث میں کرتے ہوئے محدث یحیٰی بن عبدالملک بن عتبہ الکوفی متوفی ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویان حدیث میں شمار کرتے تھے انتہیٰ بلفظہ ع سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است،

یہ کس عبارت کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ہے (قال یحیٰی بن عبدالملک ابی غنیۃ احد الثقات) کا صرف (قال یحیٰی بن عبدالملک احد الثقات) کا ترجمہ نقل کر کے عباسی صاحب نے امام ابن حجر اور محدث یحیٰی دونوں پر افتراء کیا اور کیسی دلیری سے آفتاب نیمروز میں یہ کہہ دیا کہ محدث یحیٰی نے یزید کو ثقہ کہا ع ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں۔ میزان الاعتدال میں یزید کے بارے میں حافظ ذہبیؒ کا یہ قول موجود ہے مقدوح فی عدالتہ عدالت کے اعتبار سے یزید مجروح ہے ....

احد الثقات حافظ ابن حجر کا قول محدث یحیٰی کے بارے میں ہے کہ محدث

یحییٰ بن عبدالملک ثقہ راویانِ حدیث میں سے ایک راوی ثقہ ہیں۔ یہ یحییٰ کا قول نہیں ہے لفظ قال اور احد الثقات کا ترجمہ کرکے لا تقربوا الصلوٰۃ کی نظیر پیش کردی نہیں نہیں بلکہ ع گر بہ بشنید گفت باراں است۔ کہ اُٹھیئے حافظ ابن حجر محدث یحییٰ کے واسطہ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں اس لئے ان کی توثیق کردی کہ بیان کرنے والے ثقہ ہیں۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ محدث یحییٰ بن عبدالملک نے کہا جو ثقہ راوی ہیں کہ ہم نے نوفل بن ابی عقرب سے بیان کیا جو ثقہ ہیں الخ دیکھا آپ نے کس دیانت سے کام لیا اور کتنی حقانیت کی داد دی کیا اسی کا نام ریسرچ اور حقیقت سے پردہ اٹھانا ہے۔ سطور بالا میں تہذیب کی پوری عبارت منقول ہے جس کو عربی زبان اور اصطلاح محدثین سے کچھ بھی لگاؤ اور ادنیٰ تعلق ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ عباسی صاحب نے دانستہ دھوکہ دیا ہے اور ریسرچ کے پردہ میں حافظ ابن حجر اور محدث یحییٰ بن عبدالملک دونوں پر افترا کیا ہے کیا حقیقت سے پردہ اٹھایا جارہا ہے۔ ہے کوئی مردِ میداں جو اس کمال ریسرچ کی داد دے آفتاب نیمروز کی روشنی میں یہ ظلمتِ عبوسیت کیسی چھاگئی۔ مخلوق کی آنکھوں پر یہ کیسا پردہ (باقی آئندہ)

منقولہ ماہنامہ "تذکرہ" صفحہ ۵ تا ۷ مارچ سنہ ۱۹۶۰ء شمارہ ۳ جلد نمبر ۲ دیوبند۔

ناظرین کرام خطیبؒ لوٹہ کے مکتوب گرامی کو غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ اپنے مطلب کا فتویٰ حاصل کرنے کے لئے کس طرح واقعہ کو غلط

رنگ دیکر اپنی صداقت کا یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے اگر جناب والا
کی مدافعت بقول آنجناب کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی پھر آپ یزید پلید کی
مدافعت کے لئے کیوں مجبور ہوئے کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی مدافعت کرنے سے حضرت عثمان غنیؓ کی جناب میں بے ادبی کرنیوالے
خوش ہوتے ہیں۔ اگر حضرت عثمان غنیؓ کی مدافعت کرنا کوئی وقعت نہیں
رکھتا تھا تو یزید پلید کی مدافعت کیسے باوقعت ہوئی جناب والا نے
مدافعت یزید کے غلط رویہ کو محض مقامی حالات کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش
کی ہے جناب محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب خلافت معاویہؓ و یزید بابت جبر
رقابت خاندانی کی سیاہی سے تحریر کی گئی ہے کا اشارہ تک اپنے مکتوب
گرامی میں نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اصل وجہ مدافعت یزید سے عباسی صاحب
کے عزائم باطلہ کی تکمیل ہے۔

باقی رہی ہمارے متعلق خطابت حاصل کرنے کی کذب بیانی ہم اس
پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے سوا اور کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے اور نہ ہی
ہم کو اس پر کوئی ملال ہے کیونکہ جب ان کا بڑے سے بڑا نوجوانان جنت
کے سردار سیدنا امام حسینؓ کے شرعی اقدام کو طلب خلافت پر محمول
کرکے ان کی عظیم ترین شخصیت کو مجروح کرنے کی خاطر احکام اسلامی کی خلاف
ورزی جیسے قبیح فعل کا غلط الزام لگانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا
تو پھر ہم کون ہیں کہ ان کے الزامات باطلہ سے محفوظ رہ سکیں۔
مجدد اول حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے واقعہ کے روایت

کہنے والے کے متعلق خطیبؔ صاحب نے جو سوال تحریر کیا یہ راوی حدیث ہے تاکہ ان کا بیان کردہ واقعہ کہ حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے یزید کو امیر المومنین کہنے والے پر بیس کوڑے لگوائے تھے کو صحیح تسلیم کیا جا سکے اسکا جواب جو مفتی اعظم دار العلوم نے دیا ہے وہ ہدیہ ناظرین ہے اب اس جواب کے پیش نظر یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی شرعی پوزیشن خود بخود سامنے آجاتی ہے اب فاضل موصوف اپنے اس سوال کے جواب کے پیش نظر اپنے لئے خواہ وہ کوئی مقام معین کریں ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ اب مفتی اعظم دار العلوم کا فتویٰ جناب والا کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کیونکہ ان کے پاس سوال بھیج کر ان کو اس بارے میں ثالث تسلیم کر لیا ہے کسی کو ثالث تسلیم کر لینے کے بعد اس کے فیصلہ کو قبول نہ کرنا عالم انسانی میں نہایت ہی بدترین جرم ہے جس کی جرأت میرے خیال میں ہر انسان نہیں کر سکتا۔

ناظرین کرام کی خدمت میں آخری التماس

تمام حضرات کی خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ راقم الحروف کی کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد جو تاثر آپکا ہماری کتاب کے بارے میں ہو وہ پیش کریں اور عبارت کے ادبی اغلاط کو نظر انداز کرتے ہوئے نفس مسئلہ میں اگر کسی صاحب کو کوئی خامی نظر آئے اس سے ہمیں مطلع کرے بعض چیزیں وضاحت

لہ مولانا اظہار الحق صاحب عباسی سہیل خطیب جامع مسجد لوبہ ٹیک سنگھ)

طلب رہ گئی ہیں انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اگر ضرورت ہوئی۔ تو وضاحت کردی جائیگی آخر میں کراچی و دیوبند سے جو فتوی اس سلسلہ میں منگوایا تھا کہ یزید کے بارے میں مذکورہ نظریہ رکھنے والا کیسا ہے کر ملاحظہ کر لیا جائے ۔ فقط

راقم خاکپائے علماء دیوبند
محمد یوسف لدھیانوی
ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور رجب ۱۳۹۰ھ ، ۲۶

بلوح الخط فی القرطاس دھرا وکاتبہ رمیم فی التراب

(کتاب خلافت معاویہؓ و یزید)

کے سلسلہ میں آج دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ و طلباء اور تمام کارکنانِ دفاتر کا ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا جس میں متعدد اساتذہ کرام نے تقریریں فرمائیں اور حسب ذیل تجویز باتفاق رائے پاس کی گئی تجویز کا متن حسب ذیل ہے

دارالعلوم دیوبند کا یہ عظیم الشان اجلاس کتاب خلافت معاویہؓ ویزید سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور اس کے مدعا و مقاصد بحث کو غلط اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف جانتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء دیوبند حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو جو یزیدی حکومت کے مقابلہ میں کیا گیا عقیدہ کے طور پر حق بجانب سمجھتے ہیں اور یزید کو فاسق اور قابلِ ملامت جانتے ہیں علماء دیوبند کا یہ مسلک آج کا نہیں بلکہ قدیم اور تمام اسلاف دیوبند کے مسلک کی ترجمانی ہے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم قدس سرہ نے اپنی ایک مستقل تصنیف میں حضرت سیدنا امام حسینؓ کی وفات کو شہادت عظمیٰ قرار دیا ہے جو تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور یزید کو جا بجا یزید پلید کے عنوان سے ظاہر کیا ہے۔ علماء دیوبند اسی مسلک کو بارہا اپنی تقریروں اور تصنیفوں میں صاف صاف ظاہر کرتے رہے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا یہ شاندار اجلاس جہاں اس کتاب سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہیں وہ ان مفتریوں کے خلاف بھی نفرت اور بیزاری کا

اعلان کرتا ہے جنہوں نے اپنی کذب بیانی سے اس کتاب کی تصنیف واشاعت میں علماء دیوبند کا ہاتھ دکھلا کر اور اسے علماءِ دیوبند کی تصنیف باور کرانے کی سعی کر کے انتہائی دیدہ دلیری سے دروغ گویم بروئے تو کا ثبوت دیا ہے اور اسی حیلہ سے علماء دیوبند کی پوزیشن کو مجروح کرنے کی ناپاک سعی کی ہے (۴ نومبر ۱۹۵۹ء پینٹیکار دار العلوم دیوبند) ماخوذ ہفتہ روزہ "خدام الدین" ۲۰ نومبر ۵۹ء

کیا فرماتے علماء دین و مفتیان شرع متین زید کے حسب ذیل نظریات ہیں:۔ (۱) زید کا دعویٰ ہے کہ یزید بن معاویہؓ امیر المومنین و خلیفہ برحق تھا اس لئے کہ اکثر اصحابہؓ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ (۲) کہ حضرت حسینؓ کی روانگی ابتداً اگرچہ بجانب کوفہ تھی لیکن راستہ میں ارادہ تبدیل ہونے کی وجہ سے بجانب دمشق سفر شروع کر دیا تھا تاکہ وہاں پہنچ کر یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں لیکن راستہ میں تصادم کی وجہ سے شہید ہو گئے جنگ کی ابتداء بھی حضرت حسینؓ کی جانب سے ہوئی تھی (۳) زید ان نظریات کا حامل ہوتے ہوئے اہلسنت والجماعت کا فرد سمجھا جائیگا یا کہ نہیں کسی مسجد کا امام یا خطیب ہو سکتا ہے یا نہیں (۴) نیز اہلسنت والجماعت اور علماء دیوبند جو کہ اہلسنت والجماعت کے ترجمان ہیں ان کا یزید کے بارے میں کیا نظریہ ہے (۵) قرآن کریم کے متعلق زید کا دعویٰ ہے کہ ہر شے قرآن کریم میں موجود ہے عام ہے دینی ہو یا دنیاوی بلکہ زید کا دعویٰ ہے کہ جس کتاب میں (یعنی قرآن کریم) میں اعجاز و آئندہ کے حالات و عجائبات نہیں ہیں اس کو ہرگز کتاب اللہ ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ زید جو چیزیں آیات قرآنی سے نکالتا ہے ان کا نمونہ

حسب ذیل ہے (۶) قائداعظم کا نام، اکبر کی یادشاہت، حقہ کی مذمت قرآن کریم سے اور ہر بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم محمدؐ یعنی لفظ محمدؐ کے ہم شکل ہوکر پیدا ہوتا ہے (۷) کیا یہ چیزیں یا مثل ان کی قرآن کریم سے نکالنا اور تمام اشیاء کا قرآن کریم میں لازمی ہونے کا دعویٰ کرنا اور ہر بچہ کا لفظ محمدؐ کے ہم شکل ہوکر پیدا ہونے کا دعویٰ قرآنی تحرایف و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی توہین تصور کیا جائیگا یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا

سائل حکیم سید عبدالرحمان شاہ چک نمبر ۲۰۶ منقل رجانہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور ۱۱/۶/۵۹ء

فتویٰ از دارالعلوم دیوبند

الجواب:۔ حافظ جلال الدین سیوطی "تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۶" میں تحریر فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے یزید کو امیرالمومنین کہا تو حضرت عمر نے اس کو ڈانٹا اور بیس دُرے اس کے لگوائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خامس الخلفاء الراشدین تھے۔ اور سادات تابعین میں سے تھے اور ان کا زمانہ یزید کے زمانے سے بہت ہی متصل تھا وہ اس کے حالات سے کما حقہ واقف تھے اس لئے ان کا یزید کو امیرالمومنین کہنے پر سخت نکیر کرنا اور کہنے والے پر تعزیر جاری کرنا مسئلہ کی شرعی نوعیت پر کافی روشنی ڈال رہا ہے اور اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ائمہ اہلسنت کے نزدیک اس بدبخت کو امیرالمومنین جیسے رفیع خطاب سے یاد کرنا کس

درجہ مذموم اور قابل زجر و توبیخ ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی بیعت جبری طور پر تھی نیز اس لئے تھی کہ ان کے خیال میں اس جابر کے تسلط کو رفع کرنا دشوار تر یا ناممکن ہو چکا تھا لیکن سیدنا الامام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی یقین دہانیوں کی بوجہ اس رفع کو ممکن خیال فرماتے تھے اور اس بنا پر مکہ معظمہ سے ان کا سفر اہل عراق کی امداد سے اس کے استیصال اور رفع تسلط کی غرض سے ہوا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ حضرت امام عالی مقام نے کسی وقت بھی یزید کی بیعت پر آمادگی ظاہر فرمائی چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۷۵ ج ۸ میں نقل کرتے ہیں فقد روی ابو مخنف حدثنی ابو عبد الرحمن بن جندب عن عقبۃ بن سمعان قال لقد صحبت الحسین من مکۃ الی حین قتل واللہ ما من کلمۃ قالہا فی موطن الا وقد سمعتہا وانہ لم یسأل یزید ان یضع یدہ الی یدہ الخ یعنی عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مقتل حسینؓ یعنی کربلا تک حضرت حسینؓ کے ہمراہ رہا اور ہر موقع پر ہر گفتگو میں نے سنی لیکن حضرت حسینؓ نے یہ مطالبہ کبھی پیش نہیں کیا کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں اور حضرت امام کی اس ہی رائے کی بنا پر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۲۲ ج ۱ میں فرماتے ہیں (از حجاز) خروج حضرت امام حسین علیہ السلام بنا بر دعوی خلافت راشدہ سی ساله که بود ودرسی سال منقضی گشتہ بنود بلکہ بنا بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود و اعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات

واخبر در مشکوٰۃ است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از خروج بر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودند پس در آن وقتا است کہ آن بادشاہ ظالم بلا متنازع و مزاحم تسلط تام پیدا کردہ باشد و هنوز اهل مدینہ و اهل مکہ و اهل کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نشدہ بودند و مثل حضرت امام حسین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن الزبیر و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیعت بکرد بالجملہ خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط انچہ در حدیث ممنوع است آن خروج است کہ برائے دفع تسلط سلطان جابر باشد والفرق بین الدفع والرفع مشهورٌ فی المسائل الفقهیۃ۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ امام حسینؓ کا قصد رفع ظالم اور اعانت مظلوم کے طور پر تھا اور حدیث میں سلطان کے خلاف اگرچہ وہ جائز و ظالم ہو خروج کو جو منع فرمایا گیا ہے تو اس وقت ہے جب کہ اس کا تسلط جم چکا ہو۔ لیکن یزید کا اس وقت تک تسلط جما نہیں تھا بلکہ اس کے مزاحم و منازع موجود تھے چنانچہ اہل مدینہ اہل مکہ اہل کوفہ اس وقت تک اس کے تسلط سے راضی نہیں تھے اس لئے حضرت امام نے جمے ہوئے تسلط کے خلاف اقدام نہیں فرمایا بلکہ تسلط کے نہ جمنے یا تسلط جمنے کے دفیعہ کے لئے سعی کا ارادہ فرمایا تھا اور رفع یعنی نہ جمنے دینا اور دفع یعنی قائم شدہ کو ہٹانے میں جو فرق ہے وہ کتب فقہیہ میں

مشہور ہے اور بالفرض اگر اس کی امارت تام بھی ہو چکی تھی تب بھی اگر اسکے ظلم وجور کے آشکارا ہونے یا اس کے فسق وفجور کے ظاہر وباہر ہونے کی بنا پر اہل حل وعقد جو کہ اس کے معزول کرنے پر قادر پاتے تھے تو ایسا کرنے کا جنگ یا بغیر جنگ کے ہر طرح ان کو اختیار حاصل تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے جواب میں اس جانب بھی اشارہ ہے اور اس ہی طرف امام الحرمینؒ کا یہ مسلک مشہور ہے۔ وقال الحرمین لو ظهر ظلمه وغشمه ولم یرعو عن سوء صنعه فلاهل الحل والعقد التواطو علی دفعه وعزله ولو شهر السلاح ونصب الحروب (اتحاف السادة شرح احیاء صفحہ ۲۳۲ ج ۲)

۳ د ۴ جو شخص قتل امام عالی مقام کو عیاذاً باللہ جائز قرار دیتا ہے وہ خاطی اور گمراہ ہے اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ نامزد اطلاق لعنت میں تو بعض ائمہ کو اختلاف ہے لیکن بلا تخصیص کائناً من کان قاتل اور قتل کا حکم دینے والوں پر جواز لعن میں اہلسنت متفق ہیں علامہ تفتازانیؒ شرح عقائد میں فرماتے ہیں اتفقوا علی جواز اللعن علی من قتله وامر به واجازه ورضی به الخ۔ اس اتفاق میں اس شخص پر بھی جواز لعن مذکور ہے جو اس قتل عظیم سے راضی ہے۔ لیکن اگر یہ قتل کسی امام برحق کے خلاف خروج کے نتیجہ میں ہوا ہوتا تو قانون شرع پر عمل کی بناء پر بجائے لعن کے قاتلین مبارکباد کے مستحق قرار پاتے والعیاذ باللہ العظیم نیز حافظ ابن کثیرؒ بدایہ ونہایہ صفحہ ۲۵۴ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔ اکثر الائمه قدیما وحدیثا کاره ما وقع من قتله وقتل اصحابه سوی شرذمة قلیلة ومن

اھل الکوفۃ قبحھم اللہ۔ اس لئے شخص مذکور کا یہ عقیدہ فاسد ہے اور وہ قابل امامت نہیں ہے۔

فقط واللہ اعلم محمد جمیل الرحمان عفولہ المفتی دار العلوم دیوبند ۳/۹ ۶۷

الجواب صحیح سید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۳/۹ ۶۷ = ہذا الجواب حق موافق لمذہب اہل سنت والجماعت وخلافہ باطل فقط محمد اکمل عفولہ

مہر......

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
دار الافتا الجامعہ الاسلامیہ
۱۳۴۸ھ
فی دار العلوم دیوبند الھند

فتویٰ علماء کراچی

الجواب ۲۸۶ ۔ زید کے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیغ میں مبتلا ہے ایسے شخص کو امام بنانا مناسب نہیں اس کو ہٹا کر کسی ایسے شخص کو جو صحیح العقیدہ ہو اور صالح ہو امام بنایا جائے

یزید کے متعلق معتدل نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ عبدالملک، منصور ــــ ہارون الرشید کی طرح ایک بادشاہ تھا نہ وہ کافر تھا جیسا کہ بعض کا خیال ہے نہ وہ خلفاء راشدین کی طرح تھا جیسا کہ بعض ذاتعین کا خیال ہے

یزید کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے سب سے زیادہ قابل قبول ہے۔ شیخ الاسلام نے منہاج السنۃ میں اس پہ بحث کی ہے۔ منہاج السنہ کی تلخیص سے چند ٹکڑے نقل کئے جاتے ہیں ومع ھذا فیقال غایۃ یزید وامثالہ من الملوک ان یکونوا فساقاً .... لم نعتقد انہ من الخلفاء الراشدین کما قالہ بعض الجھلۃ من الاکراد و نبی" ...... وان عنیت باعتقاد امامۃ یزید انہ کان ملک وقتہ وصاحب السیف کامثالہ من الموانیہ و العباسیہ ص۲۸۲ و ص۲۸۴ ۔

۲۔ قرآن کریم میں ہدایت اور سعادت انسانی کے متعلق اجمالاً اور بعض جگہ تفصیلاً سب کچھ موجود ہے لیکن ہر چیز کو قرآن کریم سے نکالنے کی کوشش سراسر حماقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	مفتی ولی حسن غفرلہٗ مدرسہ عربیہ اسلامیہ
بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ	کراچی نمبر ۵
۱۷-۲-۷۹ھ	۱۷ صفر ۱۳۷۹ھ

مختصر سوانح حیات حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

شجرہ نسب: محمد یوسف بن ولی محمد بن الٰہی بخش بن جمال دین بن غلام محمد

1925ء کو لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ چھ سال سکول میں زیر تعلیم رہے پھر 12 سال درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔ اس میں 2 سال قیام پاکستان سے پہلے گکھڑ (گوجرانوالہ) میں مولانا سرفراز احمد صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد خاص ہونے کا شرف حاصل ہوا اور قاری طیب صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبیداللہ انور آپ کے ہم سبق ساتھی تھے۔ 1947ء کو ہجرت کر کے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مقیم ہوئے۔

یہاں مدرسہ عربیہ حنفیہ میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳۸۶ھ بمطابق 1966ء کو مدرسہ جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ حسین و یزید کے نام سے ایک کتاب کی تصنیف کی۔

آپ کے 6 بیٹے اور 1 بیٹی ہیں، سب حافظ قرآن ہیں۔ بڑے بیٹے حضرت مولانا قاری حافظ محمد یونس صاحب (قاری سبعہ عشرہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب، فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان) اپنے والد صاحب کی وفات سے مدرسہ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمد یعقوب صاحب کامرس کالج ٹوبہ میں پروفیسر ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمود الحسن مفتی اور سکول ٹیچر ہیں۔

۱۴۰۸/۸/۱۷ھ بمطابق 03-06-1988 بروز جمعۃ المبارک وفات پائی اور قریب ہی گوبند پورہ والے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حسینؓ اور یزید

مولانا محمد یوسف لدھیانوی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)۔ صفحات: ۴۹۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، غلہ منڈی، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

حضرت مؤلف راقم الحروف کے ہم نام و ہم وطن ہیں، مگر طبقہ میں متقدم! موصوف کی زیرِ نظر کتاب محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کی تقریب یہ ہوئی کہ عباسی صاحب کے ایک عزیز ٹوبہ میں تھے، عباسی صاحب کی کتاب شائع ہوئی تو اُس سے بہت متاثر ہوئے اور اُنہوں نے کتاب میں درج شدہ نظریات کی تبلیغ شروع کردی، اس طرح ایک چھوٹے سے شہر میں عباسی اَفکار گرما گرم بحث کا موضوع بن گئے۔ اِسی ضرورت کی بنا پر جناب مؤلف کو عباسی صاحب کے خیالات کا تجزیہ کرنا پڑا۔ کتاب میں نہایت متانت و سنجیدگی سے عباسی نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)